رسالۂ

# اِصلاح

نمبر ۱۱ | ماہ ذی القعدۃ الحرام سنہ ۱۳۵۳ھ | جلد ۳۸

فہرست مضامین



(مقام اشاعت)

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ خاص ہمدردوں سے پانچ روپیہ سالانہ

چندہ عام خریداروں سے تین روپیہ سالانہ

## محرم سر پر آگیا

مخالفین کے ہاں کوشش شروع ہوگئی ہوگی کہ عزاداری کے خلاف بکثرت اشتہارات شایع کیے جائیں۔ پوسٹر چسپاں کیے جائیں۔ رسالے کتابیں لکھی جائیں۔ اس وجہ سے ضرورت ہے کہ جان نثاران امام حسین علیہ السلام بھی عام مسلمانوں کو ان اعتراضات کے جوابات سنا کر انکی تشفی کرتے رہیں۔ اسکا بہت اعلےٰ ذخیرہ کتاب تصویر عزا ہے جو دفتر اصلاح سے ۵۰۴ صفحہ میں چھپکر شایع ہوئی ہے اسکی قیمت صرف عہ ہے اسکا اشتہار اس رسالہ کے آخری صفحہ پر بھی ہے جلد آپ منگالیں ورنہ پھر ملنا دشوار ہوگا۔

محرم ۱۳۵۵ھ ہجری سے اصلاح میں انشاء اللہ سوانح عمری خلیفہ اول بھی شروع کردی جائیگی۔ دل چاہتا ہے کہ یہ سوانح عمری پانچ ہزار چھپے۔ آٹھ سو صفحہ میں تمام ہوگی قیمت قسم اعلےٰ تین روپیہ ہے اور قسم دوم ۲ ر رکھی جائیگی۔ ضرورت ہے کہ ہمدردان اصلاح اسکی دس دس بیس بیس جلدوں کی فرمایشیں فوراً روانہ کردیں تاکہ ابھی سے اتنی جلدیں اُن حضرات کے لیئے علیحدہ بھی چھپوالی جائیں۔ اگر خدا کا فضل ہوا تو یہ کتاب بھی مذہب شیعہ کی حقیت ثابت کرنے کا زبردست ذخیرہ ہوگی۔ تبلیغ دین حق کے لیئے اس کتاب کو مفت تقسیم کرنا نہایت مفید ہوگا۔ اسی غرض سے تبلیغ فنڈ بھی قائم کیا گیا ہے۔ جلد ادھر توجہ فرمائیں کہ انشاء اللہ مذہب کی بڑی خدمت ہوگی۔

## انصار اصلاح

افسوس اس ماہ میں بہت کم حضرات نے اصلاح کو جدید خریدار عنایت فرمائے۔ حسب ذیل حضرات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے (۷۳) جناب سید امیر حسین شاہ صاحب ٹھیکیدار راولپنڈی ا (۷۴) جناب سید محمد امین شاہ صاحب خانپور سیداں ضلع سیالکوٹ ا (۷۵) جناب سید مقرب حسین صاحب پیشکار نہرانا د ا (۷۶) جناب سید محمد رفیع صاحب کاظمی بلرام پور ۲ (۷۷) جناب مولانا سید خورشید حسن صاحب قبلہ امام الجمعۃ والجماعۃ گیا ہ (۷۸) جناب سید نذر حسین شاہ صاحب زیارت ضلع اٹک (۷۹) جناب سید احمد حسین خانصاحب تحصیلدار گڑگاؤں ا (۸۰) جناب مولوی اولاد حیدر صاحب پھوئی ا (۸۱) جناب سید غلام حسن شاہ صاحب پولیس لین قلعہ شیخوپورا۔ ا (۸۲) جناب سید دبیر حسین شاہ صاحب ترمذی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ اے۔ ڈی۔ آئی بھلوال ضلع سرگودھا ا (۸۳) جناب مرزا حیدر حسین صاحب قزلباش کھیری ا (باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلے


# اصلاح

نمبر ۱۱ | ذی القعدۃ الحرام ۱۳۵۳ھ | جلد ۳۸


## سوانح عمری خلیفہ اوّل و دوم کیسی ہوگی؟

الحمدللہ کہ ماہ ذیقعدۃ ۵۳ھ کا اصلاح بھی حاضر ہو رہا ہے۔ اگر خدا کا فضل و کرم شامل حال رہا تو اب محرم ۵۴ھ ہجری سے انشاءاللہ اصلاح کی تقطیع ۲۰×۲۶/۸ کرکے اسکے ہمراہ ۱۶ صفحہ ماہوار سوانح عمری خلیفہ اول کی اشاعۃ شروع کردیجائیگی۔ اور اسکے ختم ہوتے ہی سوانح عمری خلیفہ دوم بھی شروع کردیجائیگی۔ یہ دونوں سوانح عمریاں کیسی ہونگی اس کا علم تو بس خدائے علیم ہی کو ہے۔ ہم تو صرف یہ سمجھتے ہیں کہ جیسی اسکی تائید اور حمایۃ شامل ہوگی ویسا ہی اس کتاب کا درجہ ہوگا۔ البتہ خدائے تبارک و تعالیٰ کا فضل و احسان آج تک دفتر اصلاح پر کتنا رہا اس کا اندازہ کچھ ان خطوط سے ہو سکتا ہے جو اکثر مومنین ارسال فرماتے رہتے ہیں۔ مثلاً جناب چودہری فیروز الدین صاحب دام عزہ ہوشیارپور پنجاب سے تحریر فرماتے ہیں "عالی جناب قبلہ مولانا مولوی سید علی حیدر صاحب دام عزہ بسلام علیکم میں زاید از بیس سال سے اصلاح کا خریدار ہوں اور میرے دل میں اصلاح کی اس قدر قدر اور منزلت ہے کہ اللہ کریم ہی بہتر جانتا ہے میرا یقین ہے کہ جو احسانات قوم پر اور خدمت مذہب حق اصلاح نے کی آج تک کوئی جریدہ نہیں کرسکا اور نہ ہی قیامۃ تک کرسکیگا۔ ہندوستان میں مذہب حق کی تبلیغ کے ثواب

میں بہت سا حصہ مدیر اصلاح کا ہے ... قبلہ مولانا فخر الحکماء کے انتقال پر ملال کا اس قدر صدمہ اور رنج ہے کہ میں تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ مرحوم کی ہستی خاص پاک ہستی تھی۔ مرحوم نے قوم پر وہ احسانات کئے اور مذہب حق کی وہ اشاعت فرمائی کہ قیامت تک یاد تازہ رہیگی وہ جواہر ریزے تصنیف فرمائے کہ مخالفین سے آج تک جواب بن سکا۔"

اور جناب سید مستجاب حسین صاحب سکریٹری انجمن امامیہ سوسائٹی بریلی نے لکھا ہے "تصویر عزا قوم کے لئے واقعی ایک نایاب و بےمثل خزانہ ہے۔ اسکو میرے چند حنفی دوستوں نے بھی بہت پسند کیا۔ یہ ایسے دلچسپ پیرایہ میں بطرز ناول لکھی گئی ہے کہ جس نے اسکو دیکھا دلدادہ ہوگیا اور بغیر ختم کئے نہ چھوڑا۔ اسکی تعریف و توصیف میرے امکان سے باہر ہے اسمیں شک نہیں کہ مخالفین عزاداری کا دندان شکن جواب ہے اور کسی دوسرے جواب کی محتاج نہیں۔ یہ آپ کا احسان ہمیشہ قوم پر رہیگا۔ یہ بلا تصنع گزارش ہے کہ جناب کے اس چشمۂ فیض سے لاکھوں پیاسے سیراب ہونگے جسکا اجر بے حساب ہی خداوند عالم آپ کے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔" اسیطرح بکثرت خطوط ہیں۔

**تبلیغ فنڈ** اگر خدا نے فضل کیا تو سوانح عمری خلیفہ اول بھی مذہب شیعہ کی حقیت ثابت کرنے کا ایک عالی شان ذخیرہ ہوگی۔ اس وجہ سے انشاء اللہ اس کتاب کی اشاعت سے ثواب عظیم حاصل ہوگا۔ بہت سے نادار مومنین عسرت کی وجہ سے اصلاح کا چندہ نہیں دے سکتے اگر ذی مقدرت حضرات دس پانچ خریداروں کا چندہ اپنے پاس سے عنایت کر کے نادار مومنین کے نام رسالہ اصلاح جاری کرا دیں تو یہ تبلیغی سوانح عمری بکثرت مومنین کی نظروں سے گزر جائے۔ اسی غرض سے یہ تبلیغ فنڈ قائم کیا گیا جو صاحب کوئی چندہ عنایت فرمائیں گے انکا شکریہ ادا کر کے اس چندہ کی رسید اس فنڈ میں شائع کر دی جائیگی۔ نواب سید الطاف حسین صاحب رئیس شمس آباد مرحوم پہلے ایک غیر مستطیع مومن کیلئے چندہ اصلاح دیتے تھے اب صرف جناب منشی افتخار حسین صاحب ساکن داندوپور ضلع الہ آباد ایک صاحب کے لئے دیتے ہیں دوسرے حضرات بھی توجہ فرمائیں تاکہ سوانح عمری ابھی سے پانچ ہزار چھپنے لگے۔ اور انشاء اللہ مذہب شیعہ کی ترویج کا ذریعہ ہو۔

# کیا عورتوں کو انزال نہیں ہوتا ہے؟

کچھ دنوں سے رسالہ اصلاح میں یہ سلسلہ مضامین جاری ہے۔ بحث سے علم میں زیادتی اور ذہن کی تشحیذ ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے اسکو چلنے دیا۔ مگر جب حصار دین وایمان ہی منہدم کیا جانے لگا تو ہم کو بھی بدرجہ مجبوری ادھر متوجہ ہونا پڑا۔ کیا یہ عجائب سے نہیں ہے کہ جو حضرات نہ علوم دینیہ حاصل کریں نہ علم طب یا ڈاکٹری ہی جانیں بلکہ صرف انگریزی کالج میں بی اے پاس کرکے ڈپٹی کلکٹری کے فرائض میں مشغول رہیں (جہاں ایسے مقدمے بھی غالباً نہیں پیش ہوتے جنمیں کسی عورت کے منزل یا محتلم ہونے یا نہ ہونے کے گواہ گزرتے ہوں یا اسکے بارے میں بحث وجرح ہوتی ہو) انکے قلم سے اتفاقاً ایک غلط بات نکل جائے جسکا تعلق کسی سرکاری قانون سے نہیں بلکہ صرف مذہب یا علم طب و ڈاکٹری ہی سے ہو۔ اور پھر سب علماء، حکماء اور ڈاکٹروں کے خلاف وہ اسی بات پر زور دیتے رہیں۔ یہاں تک تو صرف حیرت اور افسوس کی بات تھی مگر جب اس کوشش میں پیشوا یان دین کو سب وشتم کیا جائے تو کیونکر برداشت ہوسکتا ہے؟ مثلاً حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ العلام نائب الامام مولانا الشیخ زین العابدین علیہ الرحمہ والرضوان کے بارے میں معاذ اللہ یہ تک لکھدیا گیا کہ "شیخ صاحب صریح حکم امام کی نافرمانی فرماتے ہیں"۔ حالانکہ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے کفش مبارک کے نیچے کی خاک کو بہت سے بادشاہ اور وزیر اپنے سر پر رکھنا اپنے لئے باعث فخر وشرف سمجھتے تھے اور جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (جو لوگ عالم نہیں ہیں کیا وہ بھی کبھی علماء کے برابر ہوسکتے ہیں؟) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (خدا کے بندوں میں تو صرف علماء ہی ہیں جو اللہ سے (پورے طور پر) ڈرتے ہیں) (پ ۲۲ ع ۱۶) اور حضرات معصومین نے ان حضرات کے بارے میں جو فرمایا اسکی تو حد ہی بیان کرنی دشوار ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں ایسے ہیں) اذا مات المومن الفقیہ

ثلم فی الاسلام ثلمة لا یسدھا شیٔ جب کوئی عالم مجتہد مرتا ہے تو اسلام میں
ایسا رخنہ پڑجاتا ہے جسکو کوئی دوسری چیز درست نہیں کرسکتی ان المومنین
الفقھاء حصون الاسلام کحصن سور المدینہ لھا شیعوں کے علماء و
مجتہدین اسلام کے زبردست قلعے ہیں ویسے ہی جیسے شہروں کے شہر پناہ
ہوتے ہیں (اصول کافی صا۲۱) یعنی اگر علماء دین نہ ہوں تو اسلام بے پناہ ہوجائے
اصلاح کے اس نمبر میں بھی گنجائش بہت کم ہے۔ اس وجہ سے پورے مضمون کے جواب کا
موقع نہیں۔ صرف یہ دکھادیا جاتا ہے کہ حضور نائب امام علیہ الرضوان نے حکم امام کی
نافرمانی نہیں کی بلکہ جو اُن حضرات نے فرمایا بعینہ اُسی کو ذکر دیا ہے۔ حکم امام علیہ السلام
و ارشاد جناب شیخ طاب ثراہ میں سر مو برابر فرق نہیں ہے۔ مذہب شیعہ کے فروع
دین کی حدیثوں کا سب سے بڑا اور نہایت معتبر ذخیرہ کتاب وسائل الشیعہ ہے۔ اسمیں
بھی نہایت کثرت سے حدیثیں اس بات کی موجود ہیں کہ عورتوں کو انزال ہوتا ہے اور
ایک حدیث بھی اس مضمون کی نہیں ملی کہ عورتوں کو انزال نہیں ہوتا ہے۔ ایک باب ہی ہے
باب وجوب الغسل بانزال المنی یقظة ونوما رجلا کان اوامرأة
بجماع او غیرہ۔ یعنی اس بات کا باب کہ منی نکلنے سے غسل واجب ہوتا ہے جگنے میں
انزال ہو یا سونے میں۔ مرد کو ہو یا عورت کو۔ جماع سے انزال ہو یا بغیر جماع کے۔
اب صرف چند مختصر حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ (۱) سالت الرضاؑ عن الرجل یلمس
فرج جاریتہ حتی تنزل الماء من غیران یباشر یعبث بھا بیدہ حتی تنزل قال
اذا انزلت من شھوة فعلیھا الغسل یعنی حضرت امام علی رضاؑ سے ایک شخص نے
پوچھا کہ یا حضرت اگر کوئی شخص اپنی کنیز کے فرج کو مس کرے اور اس سے مباشرت نہ کرے
بلکہ صرف مداعبہ و ملاعبۃ کرے جس سے اس کنیز کو انزال ہوجائے تو کیا حکم ہے۔ فرمایا
جب اس کنیز کو شہوت سے انزال ہوجائے تو اس پر غسل واجب ہے (۲) اسمعیل
بن بزیع قال سألت الرضاؑ عن الرجل یجامع المرأة فیما دون الفرج وتنزل المرأة

هل علیہا غسل قال نعم ۔ حضرت امام رضاؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ آگے پیچھے کے علاوہ کسی جگہ (مثلاً ران میں) اپنے ... کو داخل کرے جس سے اس عورت کو انزال ہو جائے تو کیا اس عورت پر غسل واجب ہوگا؟ فرمایا ہاں ۔ (۳) قال سالت عن المرأۃ تعانق زوجہا فتاتیہا الشہوۃ فتنزل الماء قال اذا جاء تھا الشہوۃ فانزلت الماء وجب علیہا الغسل یعنی حضرت امام علی رضاؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے معانقہ کرے اور شہوۃ سے اسکو انزال ہو جائے تو اس عورت پر غسل واجب ہے یا نہیں ۔ فرمایا جب شہوت سے اسکو انزال ہو جائے تو غسل واجب ہے (۴) عن ابی عبد اللہؑ قال سالتہ عن المرأۃ تری فی المنام ما یری الرجل ۔ قال ان انزلت فعلیہا الغسل ۔ وان لم تنزل فلیس علیہا الغسل حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ اگر عورت بھی خواب میں وہ بات دیکھے جو مرد دیکھتا ہے تو کیا حکم ہے ۔ فرمایا اگر عورت کو خواب میں انزال ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے ورنہ نہیں (۵) سالت ابا عبد اللہؑ عن المرأۃ تری ان الرجل یجامعہا فی المنام فی فرجہا حتی تنزل قال تغتسل ۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت خواب میں دیکھے کہ اس کا شوہر اسکے فرج میں جماع کر رہا ہے اور اس عورت کو انزال ہو جائے تو کیا کرے فرمایا وہ عورت غسل کرے ۔ یہ ایسی ضروری بات ہے کہ جب کوئی صحابی نہیں پوچھتا تھا تب بھی امام علیہ السلام خود اس بات سے لوگوں کو خبر فرما دیتے تھے ۔ چنانچہ یہ حدیث بھی ہے بن حکیم قال سمعت ابا عبد اللہؑ یقول اذا امنت المرأۃ والامۃ عن شہوۃ جامعہا الرجل او لم یجامعہا فی نوم کان ذلک او فی یقظۃ فان علیہا الغسل یعنی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بغیر کسی کے پوچھے خود ہی ارشاد فرمایا کہ جب کسی بیوی یا لونڈی کو شہوۃ سے منی نکل آئے خواہ مرد نے اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور خواہ اس کا یہ انزال سونے کی حالت میں ہوا ہو یا جگنے میں بہر صورت اس عورت پر غسل واجب ہے[۱]

[۱] وسائل الشیعہ مطبوعہ ایران جلد ۱ صفحہ ۱۳۷

اسی طرح بکثرت حدیثیں ہیں۔ اسی وجہ سے زمانہ حال کے مجتہد اعظم حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ العلام مولانا آقا ان سید محمد کاظم طباطبائی اعلے اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے المرأۃ تحتلم کالرجل ولو خرج منہا المنی حینئذ وجب علیہا الغسل یعنی مردوں کی طرح عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے پس اگر ایسی حالت میں انکی منی باہر نکل آئے تو اس پر غسل واجب ہے (کتاب العروۃ الوثقے ص۶۷) رہا حکماء کا بیان تو متعدد حکیموں سے جو اس مقام پر موجود ہیں دریافت کیا گیا سب نے کہا کہ ہاں عورتوں کو بھی انزال ہوتا ہے۔ رہی ڈاکٹروں کی تحقیق تو خود ہمارے سامنے جناب ڈپٹی صاحب سے اسی مضمون کے ذکر پر ۱۲ شوال ۱۳۵۳ھ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء کو ایک بہت قابل اور بڑے انجینیر صاحب نے (جو سائنس کے اعلے درجہ کے گریجوایٹ یعنی بی۔ ایس۔ سی ہیں اور جدید تحقیقات سے بمقابلہ جناب ڈپٹی صاحب ممدوح بہت زیادہ واقف ہیں کیونکہ ڈپٹی صاحب کو بی۔ اے پاس کئے ہوئے چالیس سال سے زیادہ ہی مدۃ ہوئی ہوگی اور ان انجینیر صاحب کو بی۔ ایس سی پاس کئے ہوئے ابھی پندرہ سولہ ہی سال ہوئے ہونگے اور ڈپٹی صاحب مدۃ سے پنشن پاکر تقریباً برابر ایک دیہات میں گوشہ نشین ہیں اور انجینیر صاحب ممدوح گورنمنٹ سروس میں بڑے شہروں میں رہتے اور جدید تعلیم یافتہ اصحاب نیز بڑے ڈاکٹروں سے مبادلہ خیالات کا بہت زیادہ موقع پاتے ہیں) خود ڈپٹی صاحب موصوف سے کہا کہ اونھوں نے اخبار میں ڈاکٹر کی تحقیق پڑھی ہے جو آپ کے خلاف ہے یعنی اس زمانہ کے بڑے ڈاکٹروں کی تحقیق بھی یہی ہے کہ عورتوں کو انزال ہوتا ہے۔ اگر واقعاً اس زمانہ کا کوئی ڈاکٹر کہتا کہ عورتوں کو انزال نہیں ہوتا ہے تو جناب انجینیر صاحب ممدوح جناب ڈپٹی صاحب سے اس طرح کہتے بلکہ اپنا تعجب بھی ظاہر کرتے کہ "اخبار میں اس زمانہ کے ایک ڈاکٹر نے یہ غلط بات کیسے لکھدی کہ عورتوں کو بھی انزال ہوتا ہے۔ دوسرے ڈاکٹروں کا تو قول یہ ہے کہ عورتوں کو انزال نہیں ہوتا ہے" جس سے صاف معلوم ہوا کہ جناب انجینیر صاحب کی تحقیق پہلے سے بھی یہی ہے کہ عورتوں کو انزال ہوتا ہے اور اس ڈاکٹر کی تحقیق

بھی ممدوح نے اخبار میں اپنی تحقیق کے موافق ہی پائی۔ اسوجہ سے نہایت تہذیب سے جناب ڈپٹی صاحب سے اتنی ہی بات کہی کہ انھوں نے اخبار میں ڈاکٹر کی تحقیق پڑھی ہے آپکی تحقیق بھی یہی ہے کہ عورتوں کو انزال ہوتا ہے جس سے اپنی تحقیق بھی ظاہر کردی اور جدید ڈاکٹروں کی تحقیقات سے بھی بتادی۔ جس سے ہمارے ائمہ طاہرین کے ارشادات اور علماء دین کے فتاوی کی پوری تصدیق ہوتی

## ضروری معذرت

اصلاح کے گزشتہ نمبر میں جناب حجۃ الاسلام طاب ثراہ کی ستان میں وہ جملہ دیکھ کر ہندوستان۔ عراق۔ افریقیہ۔ ملایا وغیرہ کے معزز مومنین کا خون کھولنے لگا ہوگا اور ان کے قلوب زخمی ہوگئے ہونگے۔ مگر اتفاق سے ہماری نظر اس جملہ پر اسوقت پڑی جب کاپی لکھی جاچکی تھی اس وجہ سے وہ عبارت مجبوراً چھپ گئی۔ ناظرین اصلاح ہمیں معاف کریں کہ خدا جانتا ہے ہم کو بھی اس جملہ کے شایع ہوجانے سے نہایت صدمہ ہوا۔ ہمدردان اصلاح دعا فرمائیں کہ خدائے رحیم بھی ہماری اس غفلت کو بخشدے اور اپنے عذاب سے ہمیں محفوظ رکھے کہ اصلاح کی غرض صرف حمایۃ حق ہے۔

## تبلیغ مذہب کا عجیب و غریب طریقہ

میرا خاندان مذہب شیعہ و سنی کا مجموعہ ہے اور کمترین اپنے آبائی مذہب شیعہ کا دل و جان سے شیدا و حامی ہے۔ میری زوجہ اول حنفی المذہب اور زوجۂ ثانی میری ہم مذہب شیعہ ہے۔ میرے بہنوئی منشی قادر علی صاحب ہڈ کلرک تھانہ گولاگوکرن ناتھ ضلع ہذا سنی المذہب ہیں۔ میری ہمشیرہ صاحبہ بھی سنی ہیں۔ چونکہ میری والدہ بھی مذہب اہلسنت والجماعت سے تھیں اسلئے مجھے کوئی بغض و عناد بہنوئی صاحب سے نہیں تھا۔ بلکہ میں انھیں اپنا بزرگ سمجھتا تھا۔ میں چونکہ بیکار رہتا بھائی صاحب سے اس کا تذکرہ کیا انھوں نے وعدہ فرمایا کہ میں تمہیں ضرور جگہ دلوادونگا۔ اب بھائی صاحب نے سمجھ لیا کہ اس وقت یہ میرے بس میں ہے تعویذ اور گنڈوں کا استعمال شروع کرایا۔ مجھسے کہا کہ تعویذ ہمہ وقت بازو پر باندھو روزگار کی صورت جلد نکل آئیگی۔ در پردہ تبدیل مذہب کے کوشاں ہوئے گیارہویں کی فاتحہ کا زمانہ آیا اور بندہ کو زور دیکر بلوایا گیا مگر سوء اتفاق سے

اُس دن وہ مستان شاہ صاحب جنکی بڑی تعریف کی گئی تھی تشریف نہیں لائے۔ دوسری تاریخ ۱۱ راگست ۱۹۳۴ء مقرر ہوئی۔ دوبارہ بندہ بلایا گیا۔ مستان شاہ بھی تشریف لائے۔ مجھ پر تعویذات کے علاوہ مسمریزم کا بھی عمل کیا گیا جسکا وہ اثر ہوا کہ میرا دماغ قطعی معطل اور میں بالکل مبہوت ہوکر رہ گیا۔ غرض بلا کسی بحث و مباحثہ کے مستان شاہ صاحب نے مجھے معاویہ شاہی سُنّی بنالیا۔ جب یہ کُل کارروائی ہوچکی تو بڑی خوشی منائی گئی۔ رسم تہنیت ادا ہوئی۔ شیرینی وغیرہ تقسیم ہوئی۔

اب قدرت خداوندی ملاحظہ ہو۔ مکان جب واپس آیا تو اتفاقاً مجھے تعویذ علیحدہ کرنا پڑا۔ غسل کر رہا تھا کہ دماغ اصلی حالت پر آگیا اور یہ معلوم ہوا کہ کوئی حجاب تھا جو فوراً ہٹ گیا۔ کل واقعات حرکات شیطانی معلوم ہوئے اور بندہ فوراً تائب ہوا اور اپنے آبائی طریقہ کو اختیار کیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ فدوی کا دعویٰ جو کل تھا وہی آج ہے یعنی اگر میری خاطر خواہ تسلی کردیجائے تو میں کسی مذہب و ملت کے اختیار کرنے میں تعصب کو راہ نہ دونگا۔ کتب مذہب شیعہ کو اچھی طرح جانچ لیا اور کتب اغیار سے اسکی خوبی بخوبی دلنشین ہے مگر یہاں معاملہ کس درجہ خلاف عقل و اصول ہے۔ تعویذوں اور گنڈوں اور مسمریزمی طریقہ سے اثر ڈال کر مجھے فریب میں مبتلا کیا گیا۔ افسوس چند یوم کیلئے جسکی مدۃ ۲ ہفتہ سے زیادہ نہیں میں اغوائے شیطانی میں مبتلا ہو کر راہ پیمائے بادیہ ضلالت ہوا لیکن فضل ربانی شامل حال ہے اور مذہب حقہ کی معجز نمائی ثابت لہذا یہ دلچسپ سرگزشت خدمت عالی میں بھیجکر مستدعی ہوں کہ شایع فرماکر قوم و ملۃ کی سب سے بڑی ضرورت پوری کیجائے تاکہ برادران ایمانی ان ابلہ فریبیوں سے باخبر ہو جائیں۔ فقط والسلام خادم ملۃ سید ممتاز حسین رضوی از موضع چک سید ابو ڈاکخانہ محمدی ضلع لکھیم پور (اودھ) ۱۱ ستمبر ۱۹۳۴ء

## ایک بڑے رکن شیعہ کی رحلت

شیعی دنیا میں یہ خبر نہایت رنج و قلق سے سُنی جائیگی کہ پنجاب کے مشہور رئیس اعظم اور فرقہ حقہ شیعہ کے رکن عالی جناب نواب بہادر نواب محمد علی خانصاحب قزلباش سی ایس آئی غفر اللہ نے ۲۸ شوال کی شب کو بڑے رنج میں رحلت فرمائی آپکی ذات سے بکثرت فیوض جاری تھے۔ خدا آپکے درجات عالی کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مومنین سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کا ثواب ایصال فرمائیں۔

ہی کو مقرر کیا اور پہلے صاحب کو اس شرف سے محروم کر دیا جس پر وہ رونے لگے مگر حضرتؐ نے انکے رونے کا بھی کچھ خیال نہیں کیا[1] پھر عیسائیوں سے مباہلہ ہوا تو وہاں بھی بڑے مردوں میں صرف حضرت امیر المومنینؑ ہی کو لے گئے اور کسی صحابی کو شریک نہیں کیا اور انتقال کے قریب ۱۸ ذی الحجہ کو غدیر خم میں حضرت امیر المومنینؑ کو پھر اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنا کر اعلان کر دیا کہ جس کا میں مولا تھا اب اس کے مولا علیؑ ہیں۔ اے اللہ جو علیؑ کو اپنا مولا اور آقا و پیشوا سمجھے تو اس کو دوست رکھ اور جو ایسا نہ کرے اس کو دشمن رکھ۔ غرض حضرت امیر المومنین کے فضائل کی کوئی حد و حساب نہیں۔ آدمی کی طاقت سے باہر ہے کہ حضرت کی خوبیاں بیان کر سکے۔ شاعر نے بہت سچ کہا ہے ؎

آج کعبہ میں امیر المومنیں پیدا ہوا — فخر عالم کا وصی اور جانشیں پیدا ہوا
گوشوارے عرش باری ہیں جنکے دو نوں لعل — آج لطف حق سے وہ دُرِّ ثمیں پیدا ہوا
یہ شرف اللہ نے خاص حیدر کو دیا — کعبہ میں غیر از علیؑ کوئی نہیں پیدا ہوا
حسن مطلع مطلع دیوان قدرت کا ہے یہ — بیت خالق میں جو مولی المومنیں پیدا ہوا
مستزاد مقطع نظم نبوت کے لئے — بارہ رکنوں میں سے رکن اولیں پیدا ہوا
شاہ عالم لوگوں کا اور خلاق عالم کا ولی — احمد مرسل کا دستور مبیں پیدا ہوا
قبلہ کون و مکاں اور ہادی خورد و کلاں — کعبۂ امن و اماں سردار دیں پیدا ہوا
جود مطلق نور حق لطف ایزد شمع دیں — نائب احمد امام المتقیں پیدا ہوا
لطف شامل جود کامل رحمت پروردگار — حجت حق ہادی راہ یقیں پیدا ہوا

[1] کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۴۶! وغیرہ

جسکے قصرِ منزلت کا ایک پایہ عرش ہے
آج گھر میں حق کے وہ رکنِ رکین پیدا ہوا

تیسرا نمبر ہے جس کا بعد اللہ و نبیؐ
آج خالق کے گھر رکنِ رکین پیدا ہوا

مالکِ ملکِ ولایت شہسوارِ لافتیٰ
یکہ تازِ قُل کفیٰ سلطانِ دیں پیدا ہوا

ردّ ہوا مغرب سے جو جسکی نمازِ عصر کو
مشرقِ کعبہ سے وہ مہرِ مبیں پیدا ہوا

جانبِ حق سے برآ مومناں بہرِ نجات
دوستی جسکی ہے حبل المتیں پیدا ہوا

دوستی جسکی نجاتِ آخرت کا ہے سبب
آج ہی وہ عروۃ الوثقیٰ دیں پیدا ہوا

تشنگی روزِ محشر سے نہ زائرؔ خوف کر
ساقیِ کوثر امیر المومنیں پیدا ہوا

شاعر نے یہ سلام بھی خوب کہا ہے

اُسی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا
اُسی کی شان نظر آ گئی جدھر دیکھا

علیؑ کو حق نے اُتارا تو عین کعبہ میں
کھُلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا

قریب قبر ہم آئے کہاں کہاں پھر کر
تمام عمر ہوئی جب تو اپنا گھر دیکھا

سحر ہوئی شبِ معراج کی تو لوگوں نے
جمالِ پاک رُخِ سید البشر دیکھا

کہا یہ سب نے غلاموں سے کیجئے ارشاد
جو کچھ حضور نے یا شاہ بحر و بر دیکھا

گہر فشاں ہوئے لعلِ لب رسول کریم
کہ سب سے رتبۂ حیدر زیادہ تر دیکھا

ورائے کرسی و عرشِ عظیم و لوح و قلم
وصی کا نور ہر اک شے میں جلوہ گر دیکھا

ولی ولی کی صدا اٹھی جہاں جہاں پہونچا
علیؑ علیؑ نظر آئے جدھر جدھر دیکھا

# تیسویں مجلس ۳۰

۲۵ رجب کی جس میں غیظ و غضب کی بُرائی۔ غصہ کی خرابی اور معاف کرنے کی خوبی لکھی گئی۔ پھر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت بیان کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے۔ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ یعنی جو لوگ اپنے غیظ و غضب کو روکتے اپنے غصہ کو پی جاتے اور لوگوں کا قصور کو معاف کر دیتے ہیں اُن کے لئے بہشت طیار ہے اور نیکی کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے عـہ جس میں خدا ہم لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ کسی پر غیظ و غضب کریں۔ غصہ سے کام نہ لیں بلکہ اس کو دبا دیں اور جس شخص سے کوئی تکلیف کی بات ہو جائے اس کو معاف کر دیں۔ یہ اخلاق کا بہت ہی ضروری کام ہے اور آدمی جس قدر اپنے مزاج کو نرم رکھے گا۔ لوگوں پر غیظ و غضب نہیں کرے گا۔ غصہ آنے پر نہیں بگڑیگا اتنی ہی اسکی عزت بڑھے گی۔ دنیا والے اس کی قدر کرینگے اور خدا اور رسول اس سے خوش ہوں گے۔ اللھم صل علی محمد وآل محمد۔ دوسروں کی غلطیوں یا بے ادبیوں یا قصوروں کے

عـہ سورۂ آلِ عمران

بخش دینے کا خدا نے صاف صاف حکم دیا ہے فرماتا ہے۔
فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ یعنی خوبی کے ساتھ لوگوں سے درگزر
کرتے رہو۔ حدیثوں میں بھی اس کا بڑا درجہ لکھا ہے حضرت
رسول خدا صلعم ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے بہشت پر چند
اونچے محل دیکھے تو جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کس کے گھر ہیں
اونھوں نے کہا اُن لوگوں کے جو اپنا غصہ پی جاتے اور لوگوں
کو معاف کر دیتے ہیں لہ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس میں تین
خوبیاں ہوں اُس کا ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ ظلم پر صبر
کرے۔ غصہ کو خدا کے لئے روکے اور قصورواروں کے
قصور و گناہ کو معاف کرے۔ ایسے شخص کو اللہ بہشت میں
جگہ دے گا۔ ایک اور حدیث میں فرمایا جو شخص غصہ کو مارے
خدا اُس کا دل نور سے بھر دیتا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام
سے کسی نے پوچھا کہ سب سے طاقتور کون ہیں؟ فرمایا جو زیادہ
حلیم ہیں۔ پوچھا زیادہ حلیم کون ہیں۔ فرمایا جو کبھی غصہ میں نہیں
آتے۔ خدا نے ایک پیغمبر کو وحی بھیجی کہ کل صبح جب تم باہر جاؤ
پہلے جس چیز پر تمہاری نظر پڑے اُس کو کھا جاؤ۔ دوسری چیز
کو چھپا دو۔ تیسری چیز کو قبول کرو۔ چوتھی چیز کو مایوس نہ کرو
اور پانچویں چیز سے دور بھاگ جاؤ۔ جب صبح ہوئی اور وہ پیغمبر
باہر نکلے دیکھا کہ سامنے ایک پہاڑ ہے۔ کھڑے ہو کر سوچنے لگے

لہ مستطرفہ سنہ ۱۷

۲۴/۱۲/۶۶

کہ خدا کا حکم ہے اس کو کھاؤں ۔ یہ مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے ۔ اس تعجب میں تھے کہ خیال آیا اگر مجھ میں اسکی طاقت نہ ہوتی تو خدا ہرگز مجھے یہ حکم نہ دیتا ۔ یہ سوچ کر کھانے کے ارادہ سے پہاڑ کی طرف بڑھے ۔ جس قدر نزدیک ہوتے گئے وہ پہاڑ چھوٹا ہوتا گیا ۔ آخر جب بہت ہی قریب پہونچے دیکھا کہ وہ ایک لقمہ کے برابر ہے ۔ آپ نے اُس کو کھالیا جس سے ایسی لذت ملی کہ کبھی کسی چیز میں نہیں دیکھی تھی ۔ پھر آگے بڑھے دیکھا کہ ایک سونے کا طشت رکھا ہے چونکہ اُس کو چھپا دینے کا حکم تھا ایک گڑھا کھود کر اوس میں رکھ کر مٹی سے دبا دیا اور آگے کو روانہ ہوئے ۔ کچھ دور جا کر پیچھے دیکھا تو وہ طشت مٹی کے نیچے سے نکلا ہوا باہر رکھا تھا ۔ پھر تھوڑی دور آگے گئے دیکھا کہ ایک چڑیا اُڑی آتی ہے اسکے پیچھے ایک باز اسکو پکڑنا چاہتا ہے ۔ چڑیے نے آپ سے پناہ کی التجا کی چونکہ خدا نے اس کے قبول کرنے کا حکم دیا تھا ۔ پیغمبر نے اپنی آستین کھول دی اور چڑیا اس میں چھپ گئی ۔ باز نے قریب آکر پیغمبر سے کہا کہ میں بہت دیر سے اس کے شکار کرنے کی کوشش میں پیچھے لگا ہوا تھا ۔ تم مجھے اس سے کیوں محروم کرتے ہو ۔ چونکہ پیغمبر کو خدا کا حکم تھا کہ جو بھی چیز کو مایوس نہ کرنا اسلئے اپنی ران سے تھوڑا گوشت کاٹا اور باز کو دے دیا جب آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک جانور مرا پڑا ہے اسمیں کیڑے پڑ گئے ہیں اور سخت بدبو آتی ہے ۔ اسکی بابت حکم تھا کہ پانچویں چیز سے

دور بھاگ جانا۔ اس لئے دیکھتے ہی ہٹ گئے اور اپنے گھر واپس ہوئے۔ رات کو خواب میں اللہ نے فرمایا اے پیغمبر جو کچھ ہم نے حکم دیا تھا تم نے پورا کیا لیکن تمہیں معلوم نہیں ہوا کہ یہ کیا چیزیں تھیں۔ پہاڑ آدمی کے غصہ کی صورت تھی۔ جب انسان غضب ناک ہوتا ہے اسکے جوش میں اپنے آپ کو نہیں دیکھتا نہ اپنی قدر وحیثیت سمجھتا ہے لیکن اگر جوش کو ضبط کرے۔ اپنی حقیقت کو دیکھے اور غصہ کو دفع کرے تو اس کا انجام مثل اس لذیذ وخوش گوار لقمہ کے ہوتا ہے جو تم نے کھایا تھا اور سونے کا طشت نیک اعمال کی مثال ہے کہ آدمی خواہ اُن کو کتنا ہی چھپائے مگر اللہ ظاہر کر دیتا ہے تاکہ بندے کو دنیا میں عزت دے اور آخرۃ میں ثواب عطا کرے اور وہ چڑیا نصیحت کرنے والے کی مثال ہے کہ جو وہ کہے اس کو قبول کرنا چاہیئے اور باز سے مراد ایسا آدمی ہے جو تم سے حاجت طلب کرے اسکو ہرگز مایوس ومحروم نہ کرنا چاہیئے اور مردار جانور سے مراد غیبت و بدگوئی ہے۔ اس سے اسی طرح نفرت کرنی اور دور بھاگنا لازم ہے جیسا مردار سے[۱] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت رسولخدا صلعم نے ایک یہودی سے کچھ قرض لیا تھا وہ ایک روز آکر تقاضا کرنے لگا۔ آپنے فرمایا اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ اس نے کہا اے محمدؐ آج تو میں لئے بغیر نہ جاؤں گا اور نہ آپکو جانے دوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا میں بیٹھا ہوں۔ حضرت اسی طرح بیٹھے رہے ظہر کا

---

[۱] ترجمہ علین الحیوۃ ص ۵۴

وقت آیا اس نے نماز کے لئے بھی جانے نہیں دیا۔ حضرتؑ نے وہیں نماز پڑھی۔ عصر کا وقت آیا تب بھی آپ نے وہیں نماز ادا کی۔ مغرب و عشا کی نماز بھی وہیں گزاری۔ پھر رات اسی جگہ بسر کی۔ صبح ہوئی تو حضرتؑ نے نماز کے لئے جانا چاہا مگر یہودی نے نہ جانے دیا۔ حضرتؑ نے وہیں نماز صبح بھی پڑھ لی۔ آپکی یہ سختی دیکھکر اصحاب نے اس کو دھمکایا مگر حضرتؑ نے ان لوگوں کو روکا اور فرمایا کہ خدا نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ لوگوں پر ظلم کروں۔ نہ میں اس پر ظلم کرتا ہوں جو میری امان میں ہو اور نہ اس پر جو میری امان میں نہ ہو۔ جب دن چڑھا تو یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور عرض کی یا حضرتؐ میں اپنا نصف مال آپ کو دیتا ہوں کہ راہ خدا میں صرف فرمائیے۔ میں نے اس لئے یہ سختی کی کہ آپکی پیغمبری اچھی طرح ظاہر ہو جائے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے آپ اوسکے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں۔ اب لیجیے میرا آدھا مال حاضر ہے جیسا چاہیئے تصرف فرمائیے۔ لکھا ہے کہ وہ یہودی بڑا مالدار شخص تھا۔ حضرت کا حکم اور عدل دیکھکر مسلمان ہو گیا [1] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ اسی طرح ہمارے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی غیظ و غضب کو بالکل دبا دیتے تھے۔ بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ آپ کا لقب کاظم اس سبب سے مشہور ہوا کہ اپنے غیظ و غضب کو برابر روکتے تھے اور ظالم لوگ جو بھی ظلم آپ پر کرتے آپ ان سے چشم پوشی فرماتے یہاں تک کہ اسی ظلم کی حالت میں آپ نے قید خانہ میں شہادت

[1] ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۵۵

پائی۔ ایک دفعہ حضرتؑ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص برابر حضور کی غیبت کرتا اور حضور کی برائی کے بیان میں مشغول رہتا ہے حضرتؑ نے کیا کیا۔ فوراً ایک ہزار اشرفی اُسکے پاس بھیجدی

لہ اس خوبی کے علاوہ بھی حضرتؑ میں تمام اعلےٰ درجہ کی صفتیں موجود تھیں۔ علم غیب میں بھی کمال حاصل تھا۔ خلیفہ ہارون نے اپنے وزیر علی ابن یقطین کو بہت سے قیمتی کپڑے بطور خلعت بخشے۔ علی بن یقطین باطنی طور پر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بڑے معتقد تھے انھوں نے ان کپڑوں میں کچھ اور اپنی طرف سے ملا کر حضرتؑ کی خدمت میں بھیجدیئے۔ حضرتؑ نے وزیر کے اس تحفہ کو قبول تو کر لیا مگر اس میں ایک بہت ہی قیمتی اور نہایت اعلےٰ درجہ کا کرتا تھا اس کو حضرتؑ نے وزیر کے پاس واپس کردیا اور فرمایا اس کو حفاظت سے رکھنا کہ تم کو کام دے گا اسکے چند دنوں کے بعد علی ابن یقطین اپنے ایک غلام پر غضب ناک ہوئے اور اُس کو اپنے پاس سے نکال دیا۔ وہ غلام بڑا بدمعاش تھا۔ اس نے خلیفہ ہارون کے پاس آکر کہدیا کہ میرا مالک (علی ابن یقطین) حضرت موسےٰ کاظمؑ کو اپنا امام جانتا ہے اور ان کے پاس بہت کثرت سے مال بھیجا کرتا ہے۔ ثبوت میں اُس نے اسی کرتے کا نام لیا جو بہت قیمتی اور اعلےٰ درجہ کا تھا اور جس کو وزیر نے حضرتؑ کے پاس بھیجا تھا مگر حضرتؑ نے اس کو واپس کرکے فرمایا تھا کہ اس کو حفاظت سے رکھنا کہ تم کو کام دیگا۔ غلام نے ہارون

لہ روایح المصطفےٰ صنہ۱۵۰

سے کہا کہ سرکار نے جو کُرتا وزیر کو اسکی عزت اور قدر بڑھانے کے لئے دیا تھا اُس نے اُس کو وہاں پہونچادیا۔ ہارون نے سُنا تو نہایت غضب ناک ہوا۔ فوراً وزیر کو بلا کر پوچھا کہ وہ کُرتا کیا کیا؟ وزیر نے کہا میرے پاس ہے۔ ہارون نے کہا ابھی منگاؤ۔ وزیر نے وہیں ایک غلام کو بُلایا اور کہا میرے فلاں گھر میں جا اور میری لونڈی سے کنجی لے کر اُس میں ایک صندوق ہے اُس کو کھول اور اُس میں ایک مُہر کیا ہوا ڈبا ہے اُسکو نکال لا۔ غلام گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس ڈبے کو لا حاضر کر دیا۔ جب ہارون نے دیکھا کہ وہی کُرتا عطر وغیرہ ملکر خوب حفاظت سے رکھا ہوا ہے تو اُس کا غضب مٹا اور علی بن یقطین سے کہا کہ میں نے دیکھ لیا اسکو واپس لیجاؤ اور مطمئن رہو اب میں تمہارے خلاف کوئی بات نہیں سنونگا۔ اسی طرح یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرتؑ کے اصحاب سے کسی نے ایک شخص سے کہا کہ میں تم کو ایک سو اشرفیاں دیتا ہوں اسکو لے جا کر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دے دینا۔ اس شخص نے لیا مگر یہ غلطی کی کہ اسی جگہ ان اشرفیوں کو گن نہیں لیا جب مدینہ پہونچا تو ان صحابی کی سو اشرفیاں علحدہ کیں مگر اب ان کو گنا تو صرف ننانوے ۹۹ اشرفیاں تھیں۔ بے چارے نے پھر گنا پھر ۹۹ ہی ہوئیں۔ اب کیا کرتا۔ مجبوراً اپنے پاس سے ایک اشرفی ان میں ملا کر سو کی تعداد پوری کردی۔ اور ان سب کو لے کر رات کے وقت حضرت کی خدمت میں گیا اور عرض کی اے مولا و آقا میرے پاس کچھ امانت ہے جسے حضور کی خدمت میں لایا ہوں۔ فلاں شخص نے دی

تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا لاؤ۔ اُس نے تھیلی نکال کر حضرتؑ کے
سامنے رکھ دی۔ حضرتؑ نے فرمایا تھیلی کھول کر اشرفیاں زمین
پر ڈال دو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ تب حضرتؑ نے اپنے دست
مبارک سے ان اشرفیوں کو چھانٹنا شروع کیا اور ان صحابی
نے جو ۹۹ اشرفیاں دی تھیں ان سے اس اشرفی کو جو اُس شخص
نے اپنے پاس سے ملا دی تھی نکال کر اسکو مرحمت فرمائی اور
ارشاد فرمایا کہ ان صحابی نے اتنی ہی اشرفیاں دی تھیں مگر
اُنھوں نے گنا نہیں تھا بلکہ (ترازو پر رکھکر صرف) تول لیا تھا
(اس وجہ سے ۹۹ کو ۱۰۰ کہا) اور اُس شخص کی اشرفی نکال کر
اسکو واپس کر دی (فرمایا کہ یہ تمہاری ہے) لہ اللھم صل علے محمدؐ و
آل محمدؐ۔ جب حضرتؑ کو علم غیب اِس درجہ حاصل تھا تو قرآنؐ و
حدیث کا علم کون بیان کر سکتا ہے۔ یہ تو ہر وقت حضرتؑ کے
پیش نظر رہتا تھا۔ اور جو شخص کوئی بات پوچھتا حضرت برجستہ
جواب دیتے۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون نے حضرتؑ سے پوچھا
کہ آپ اپنے کو اولاد رسول صلعم کس قاعدہ سے کہتے ہیں۔ حضرتؑ
نے ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی ذریت
سے حضرت داؤد و سلیمان تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسےؑ کے
نام تک پہونچے اور فرمایا حضرت عیسےؑ کا تو کوئی باپ نہیں تھا
پھر وہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کیسے ہوئے؟ (ماں ہی کی وجہ
سے تو تھے۔ اِسی طرح ہم لوگ بھی جناب سیدہ کی وجہ سے حضرت

لہ رداۓ المصطفے ص ۱۶۲ و ۱۶۳

رسول صلعم کی اولاد ہیں) حضرتؑ نے دوسری دلیل آیۂ مباہلہ سے پیش کی۔ بھلا ہارون ان باتوں کا کیا جواب دیتا۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ہارون مدینہ گیا تو حضرت رسولخدا صلعم کی زیارت پڑھنے حاضر ہوا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَابْنَ عَمِّ (اے میرے چچا کے فرزند آپ پر میرا سلام ہو) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی وہاں تھے حضرت نے اس طرح زیارت پڑھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتِ (اے میرے جد معظم آپ پر میرا سلام ہو) اس پر ہارون کو اتنا غصہ ہوا کہ اُس نے حضرت کو گرفتار کرالیا اور بغداد میں لاکر قید کردیا۔ آہ آہ حضرت آخر وقت تک اسی قید میں پڑے رہے اور اس سے نکلے تو اس وقت جب حضرتؑ دنیا سے انتقال فرما چکے تھے [۱]

جب خلیفہ ہارون حج کرنے گیا تھا تو حضرتؑ کے بارے میں لوگوں نے اس سے یہ شکایت بھی کی تھی کہ حضرتؑ کے پاس ہر طرف سے مال آتا ہے اور آپ نے تیس ہزار دینار کی زمین خریدی ہے۔ پس ہارون نے حضرتؑ کو گرفتار کرلیا۔ اور اُسی طرح اپنے والی عیسیٰ کے پاس بصرہ میں حضرتؑ کو روانہ کردیا۔ وہاں سال بھر تک حضرتؑ قید میں رکھے گئے پھر ہارون نے حاکم بصرہ کو لکھا کہ حضرتؑ کو قتل کردو۔ اُس نے جواب میں لکھا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ بادشاہ مجھے معاف رکھے۔ اُس نے یہ بھی لکھا کہ حضرت موسیٰ کاظمؑ تو بادشاہ کے خلاف کسی بات کا

[۱] صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲

دعوے نہیں کرتے ہیں ( بادشاہ کو غلط خبر ملی ہے ) یہ بھی لکھا
کہ بادشاہ کسی شخص کو بھیج دیں تاکہ میں حضرت موسیٰ کاظمؑ کو
اُسکے حوالہ کردوں ۔ اگر کوئی آدمی نہیں آئیگا تو میں حضرتؑ کو
چھوڑ دوں گا ۔ یہ خط پاکر ہارون نے لکھا کہ حضرتؑ کو سندی
بن شاہک کے حوالہ کردو اور سندی کو لکھا کہ حضرتؑ کو قتل کردے
اُس نے حضرتؑ کے کھانے میں زہر ملادیا اور کچھ لوگ کہتے ہیں
کہ کھجوروں میں زہر ملاکر حضرتؑ کو کھلا دیا ۔ آہ آہ اس زہر کے
اثر سے حضرت لوٹنے لگے ۔ ہاتھ پاؤں ٹپکتے تھے ۔ ہاتھوں
میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں انکی اذیت
الگ تھی ۔ تین دن تک حضرتؑ نہایت بے چینی اور بخار کی حالت
میں پڑے رہے اور تیسرے روز ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو تڑپ
تڑپ کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر حضرتؑ نے انتقال فرمایا ۔
اُس وقت بھی حضرتؑ کے ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں
پڑی تھیں ۔ اُسی طرح حضرتؑ کی لاش نکال کر بغداد کے پل
پر رکھ دی گئی ۔ ایک منادی پکار کر کہتا تھا کہ دیکھو یہ موسیٰ بن
جعفر ہیں جنھیں رافضی سمجھتے تھے کہ کبھی نہ مرینگے ۔ اس کے
بعد ایک شخص نے اپنے غلاموں کو تجہیز و تکفین کا حکم دیا اور ایک
کفن بُرد یمانی نہایت عمدہ دیا جو ڈھائی ہزار دینار کا تھا اور
اس پر پورا قرآن مجید لکھا تھا ۔ اور کاظمین میں حضرتؑ دفن کر دیئے
گئے ۔ حضرت سات یا چودہ برس تک قید خانہ میں پڑے رہے
اور جب شہید ہوچکے تب لہار بلوایا گیا اور ہاتھ پاؤں کی زنجیریں

کٹوا کر نکالی گئیں۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

مولا پہ تمہارے اسیری گزر گئی — زنداں میں جوانی و پیری گزر گئی

حضرت کی شہادت بڑی مظلومی اور بے کسی سے ہوئی۔

شاعر نے سچ کہا ہے ؎

دل آپ کی غربت پہ بیٹھا جاتا ہے مولا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
دنیا میں کوئی آپ سا بے کس نہیں گزرا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
ہارون نے تمہیں نانا کے روضہ سے چھڑایا۔ پاس اپنے بلایا
کس ذلت و خواری سے پھر قید میں رکھا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
پیری و جوانی تری سب قید میں گزری۔ اے عاشق باری
آخر یہ ستم قید ہی میں زہر کھلایا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
تنہائی وہ حضرت کی وہ بستر پہ تڑپنا۔ اور یاس سے تکنا
تھا کون جو حضرت کی عیادت کو بھی آتا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
دیوار و درِ زنداں فقط دیکھتے تھے آہ۔ کس حال میں تھا شاہ
وہ بے کسی مولا کی وہ تنہائی کا مرنا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
بیڑی ترے پاؤں کی کٹی مرنے پہ مولا۔ افسوس کی ہے جا
زندہ تمہیں زنداں سے نہ اعدا نے نکالا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
اس خاص مصیبت میں شہا ہو تمہیں یکتا۔ دردا و دریغا
مزدوروں نے حضرت کے جنازے کو اٹھایا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
شیرازۂ دیں تیری شہادت نے بکھیرا۔ واحسرت و دردا
مرنے سے ترے دین میں رخنہ پڑا مولا۔ یا موسیٰ کاظمؑ
جب یاد ترا آئیگا افسانۂ جانکاہ۔ اے شاہ حق آگاہ
غربت پہ تیری روئیگی تا حشر یہ دنیا۔ یا موسیٰ کاظمؑ

## چوبیسویں مجلس

۳ شعبان کی جس میں غیبت (پیٹھ پیچھے برائی بیان کرنے) کی خرابیاں لکھی گئی ہیں۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کا حال اور فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط۔ خدا فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم۔ یعنی اے ایمان والو بہت سے گمان کرنے سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہے اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا نہ کہے۔ بھلا تم میں سے کوئی اسکو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ یہ تو یقیناً تم پسند نہیں کروگے (پھر غیبت بھی تو ایسی ہی ہے) اور اللہ کے غضب سے ڈرو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ع۵ اس آیۃ میں کئی باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ ایک خواہ مخواہ شک اور گمان کرنے سے کہ بات بات میں ایسا کرنا برا ہے اور بہت سا شک یا گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ دوسری لوگوں کی برائیاں ڈھونڈھنے انکے ٹٹول کرنے سے کہ یہ بھی نہایت بری عادت ہے تیسری

پ ۲۶ ع ۱۴

غیبت کرنے سے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مرد یا عورت میں کوئی برائی ہو یا اُس نے کوئی خراب کام کیا ہو یا اُس میں کوئی عیب ہو اس کو دوسرے لوگوں سے کہنا۔ جیسے اِس طرح کہ فلاں بیوی بڑی جھوٹی ہیں۔ یا فلاں بیوی بہت لڑتی ہیں۔ یا فلاں بیوی بدصورت ہیں۔ غرض اِسی طرح برائیاں بیان کرنا سخت گناہ ہے حضرت رسولخدا صلعم نے اپنے صحابی جناب ابوذر سے فرمایا اے ابوذر غیبت کرنے سے بچتے رہنا۔ یقیناً یہ زنا سے بھی بڑھکر ہے کیونکہ زنا کا گناہ توبہ کرنے سے بخشا جا سکتا ہے مگر غیبت کا گناہ نہیں بخشا جاتا جب تک وہ شخص جس کی غیبت کی گئی نہ بخشے جناب ابوذر نے کہا یا حضرت غیبت کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا اپنے بھائی کو ایسی بات سے یاد کرنا جو اوسکو ناگوار ہو تب جناب ابوذر نے عرض کی یا حضرت جس بات کا ذکر کیا گیا اگر وہ اوس میں موجود ہو تب بھی اس کا بیان کرنا گناہ ہوگا) حضرتؐ نے فرمایا ہاں جو برائی کسی میں موجود ہو اُسی کو اُسکے پیٹھ پیچھے بیان کرنا غیبت ہے اور جو بات اُس میں نہ ہو اُس کو بہتان کہتے ہیں۔ غرض مومن کی غیبت کرنا حرام ہے یعنی اُس میں جو برائی واقعی ہے وہ اسکے پیچھے دوسروں سے کہنا گناہ اور حرام ہے۔ بعض حدیثوں سے پایا جاتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی مومن کا ذکر ایسی باتوں سے کرتا ہے جن سے اس کا عیب ظاہر

ہوتا اور عزت برباد ہو کر وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے
خدا اس کو اپنی ولایت سے نکال دیتا اور شیطان کی ولایت
میں چھوڑ دیتا ہے اور حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا جو شخص
خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسکو ایسی جگہ نہیں بیٹھنا
چاہیئے جہاں لوگ امام کو گالیاں دیتے ہوں یا کسی مومن
کی غیبت کرتے ہوں ؎۱ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا
ہے کہ تین قسم کے لوگوں پر بہشت حرام رہے گا اول وہ جو
بہت احسان جتائے (کہ میں نے یہ کیا۔ وہ کیا) دوسرے
وہ جو لوگوں کی غیبت کرے۔ تیسرے وہ جو شراب پیئے۔
جس طرح کسی مومن کی غیبت کرنی حرام اور گناہ ہے اوسی طرح
اس کا سننا بھی حرام اور گناہ ہے۔ غیبت کرنے والے کو روک
دینا چاہیئے کہ ایسا مت کہو۔ یا اس کا جواب دے دینا چاہیئے
کہ تم غلط کہتے ہو وہ تو ایسا نہیں ہے۔ اگر یہ سب نہ ہو سکے
تو وہاں سے اُٹھ جانا چاہیئے تاکہ اُسکے سُننے کے گناہ
سے آدمی بچے۔ اسی وجہ سے ہمارے بزرگان دین ایسے
لوگوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ہم غیبت کے بدلے
اگر اُن اوقات میں اپنے پیشوایان دین کے اُنکے فضائل اور تاریخی
حالات بیان کیا کریں تو ہماری مذہبی معلومات بڑھیں۔ ہم
گناہ سے بچیں اور ہمیں ثواب بھی ہو۔ چودہ معصوم کے ایسے
حالات ہیں جن کے ذکر سے ہم کو فرصت نہ ملے۔ ہر بزرگ کی

؎۱ ترجمہ علین الحیوۃ ص۸۵

مدح وثنا سے کتابیں بھری ہیں مثلاً حضرت امام حسین علیہ السلام جن کی آج ولادت باسعادت ہے حضرتؑ ۳ شعبان ۴ھ ہجری روز پنجشنبہ کو پیدا ہوئے مسلمانوں کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ دنیا میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے سوا کوئی چھ مہینہ کا بچہ پیدا ہو کر زندہ نہیں رہا[۱] اور ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ابو الائمہ (نو اماموں کے بزرگ) ہیں اور ان کا لقب سید الشہداء ہے اور حضرتؑ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے جب حضرت پیدا ہوئے تو حضرت رسولخدا صلعم نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامہ کہی اور ساتویں روز ختنہ کیا اور ایک مینڈھا یا دو مینڈھا عقیقہ کیا اور جناب سیدہ سے فرمایا کہ اِن بالوں کو تول کر اس کے برابر چاندی خیرات کر دو اور دائی کو عقیقہ کے پائے دو اور حضرتؐ ہی نے آپؑ کا لقب سید۔ طیب۔ زکی۔ سبط۔ رشید۔ وفی۔ مبارک۔ شہید اکبر وغیرہ رکھا[۲] جناب امیر علیہ السلام فرماتے تھے کہ حسنؑ حضرت رسولخدا صلعم کے سر سے سینہ تک اور حسینؑ حضرتؐ کے سینہ سے پاؤں تک بالکل مشابہ ہیں[۳] حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں خدا اوس کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو

[۱] روضۃ الاحباب جلد ۲ [۲] نزل الابرار [۳] ترمذی ص ۶۶۹

دوست رکھے حسینؑ سبط ہے اسباط سے[1] ایک دن خلیفہ دوم کے بیٹے عبداللہ خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھا تو کہا آج یہ بزرگ اہل آسمان کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے[2] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک صحابی کہتے تھے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا اور دونوں کانوں سے سُنا ہے کہ جناب رسولخدا صلعم امام حسین علیہ السلام کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے دونوں پاؤں حضرت کے سینہ مبارک پر تھے اور حضرتؐ فرماتے تھے اے میرے بچے مجھ پر آنکھ کی طرح اوپر نیچے کو اُچھل۔ یہ سنکر امام حسین علیہ السلام نے چھلانگ ماری اور دونوں پاؤں حضورؐ کے سینہ پر رکھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اپنے منہ کو کھول۔ اُنھوں نے کھولا تو حضرتؐ نے اُن کا منہ چوما اور فرمایا اے اللہ مجھ کو یہ بہت ہی پیارا ہے تو بھی اس کو پیارا رکھ۔ ایک اور صحابی کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا جو شخص بہشت والوں کے سردار کو دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو وہ حسینؑ کو دیکھ لے۔ ایک اور صحابی کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم مسجد میں تشریف رکھتے تھے امام حسین علیہ السلام بھی وہاں ہوا نچے اور حضرتؐ کی گود میں کود پڑے اور اپنی انگلیاں حضرتؐ کی

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۰ [2] اصابہ جلد ۲ ص ۱۵

ڈاڑھی میں ڈالنے (گویا اس سے کھیلنے) لگے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے امام حسین علیہ السلام کا منہ کھولا اور اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا۔ پھر فرمایا اے اللہ یہ مجھے بہت ہی پیارا ہے تو بھی اس کو پیارا رکھ۔ ایک صحابی یہ بھی بیان کرتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم امام حسین علیہ السلام کے لعاب دہن کو اسطرح چوستے اور چاٹتے تھے جس طرح دوسرے لوگ کھجور کو چوستے اور چاٹتے ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم اپنی کسی بیوی کے گھر سے نکلے تو جناب سیدہ کے دروازے پر سے گزرے وہاں امام حسین علیہ السلام کو روتے سُنا تو فرمایا اے فاطمہؑ تم جانتی نہیں ہو کہ اس کے رونے سے میرا دل دُکھتا ہے [۱] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ سیکڑوں حدیثیں ہیں جن میں حضرت رسولخدا صلعم نے آپ کو بہشت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے ایک حدیث یہ ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ دوسری حدیث ایک صحابی بیان کرتے تھے کہ میں نے ایک روز حضرت رسولخدا صلعم کو بہت خوش پایا تو عرض کی یا حضرتؐ آپ کے چہرہ پر میں یہ کیسی خوشی کی نشانی پاتا ہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا کیوں خوش نہ ہوں اس لئے کہ جبرئیل نے آکر مجھے خوشخبری دی ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانان اہل جنت کے سردار اور اُن کے والدان دونوں سے افضل

[۱] یہ روایتیں نزل الابرار، اسد الغابہ، استیعاب، صواعق محرقہ وغیرہ میں ہیں۔

ہیں [1] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ غرض حضرت خود سردار آپ کے بھائی بھی سردار آپ کی والدہ جناب سیدہ سب عورتوں کی سردار آپ کے والد جناب امیرؑ سب مسلمانوں کے سردار اور آپ کے نانا حضرت رسولخداؐ تمام عالم کے سردار تھے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اسی وجہ سے حضرت رسولخداؐ کے صحابہ مجبور ہوتے کہ حضرتؑ کی پوری تعظیم کریں۔ جیسے خلیفہ دوم کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ اُن کے پاس حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لے گئے تو دیکھا وہ منبر پر بیٹھکر خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ اُس وقت حضرتؑ کی عمر غالباً نو دس سال کی ہوگی۔ حضرتؑ منبر پر چڑھ گئے اور خلیفہ دوم سے کہا میرے باپ کے منبر سے اُتر آیئے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھئے خلیفہ دوم سے اِس بات کا کوئی جواب نہیں ہو سکا۔ کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں تھا۔ یہ کہکر اُنھوں نے حضرتؑ کو اپنے پاس ہی اُس منبر پر بیٹھا لیا۔ حضرتؑ اس پر بیٹھے رہے اور کچھ کنکریاں پڑی تھیں اُن کو اِدھر اُدھر پلٹتے رہے جب خلیفہ دوم منبر سے اُترے تو حضرتؑ کو بھی اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور حضرتؑ سے پوچھا یہ بات آپ کو کس نے سِکھائی تھی۔ حضرتؑ نے فرمایا واللہ مجھے کسی نے بھی نہیں سکھائی (میں نے خود اپنے دل سے کہی تھی) خلیفہ صاحب نے کہا آپ پر میرا باپ فدا ہو جائے آپ میرے گھر کیوں

[1] اصابہ جلد ۲ صـ۱۲ وغیرہ

نہیں آتے ہیں۔ آیا کریں۔ اسکے بعد حضرتؑ واپس آ گئے پھر ایک روز خلیفہ صاحب کی فرمایش کے مطابق اُنکے ہاں حضرتؑ تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ اور معویہ تنہائی میں کچھ (راز وغیرہ کی) باتیں کر رہے ہیں اور خلیفہ دوم کے بیٹے بھی دروازے کے باہر ہی ہیں۔ اُن کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ واپس گئے اُن کو دیکھ کر حضرت امام حسین علیہ السلام بھی پلٹ آئے۔ اسکے چند دنوں کے بعد خلیفہ صاحب خود حضرتؑ سے ملے اور کہا (اے صاحبزادے) پھر میں نے آپکو نہیں دیکھا۔ حضرتؑ نے فرمایا میں (اپنے وعدہ کے مطابق آپ کے ہاں) گیا تھا۔ مگر آپ معویہ سے اکیلے میں کچھ باتیں کرتے تھے۔ آپ کے بیٹے واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس چلا آیا۔ اِس پر خلیفہ صاحب نے کہا یہ آپ نے کیا کہا۔ میرے لڑکے سے بہت زیادہ آپکا حق ہے۔ میرے سر کا بال بال تک یا خدا نے پیدا کیا یا آپ حضرات نے [1] اللھم صل علے محمدؐ و آلِ محمدؐ۔

اِسی طرح حضرت رسولخدا صلعم کے ایک بڑے صحابی اور حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دفعہ مسلمانوں کے ساتھ کسی جنازے میں شریک ہوئے۔ جب میت کو کسی اونچی زمین کی قبر میں دفن کر کے لوگ لوٹے تو ان بڑے صحابی نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام اوپر چڑھنے کی وجہ سے

[1] اصابہ جلد ۲ صہ ۱۵

کچھ تھک گئے ہیں۔ بس وہ بڑے صحابی فوراً اپنے کپڑے
سے حضرتؐ کے پاؤں کی مٹی جھاڑنے لگے۔ اس پر حضرتؐ
نے اُن سے فرمایا ارے بھائی تم یہ کیا کر رہے ہو سبحان اللہ
ان صحابی نے کیا جواب دیا۔ عرض کی یا حضرتؐ مجھے چھوڑ دیجیے
(کہ اسکو جھاڑ دوں) حضورؐ کی عزت اور قدر و منزلت
مجھے معلوم ہے اگر اسکو دوسرے لوگ بھی جان لیں تو حضورؐ
کو پیدل چلنے ہی نہ دیں بلکہ اپنے کندھوں پر سوار کر کے
لے چلیں۔[1] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اب ایک واقعہ
حضراتؑ کی بخشش کا سنیے۔ ایک دفعہ حضرت امام حسن و
امام حسین علیہما السلام حج کرنے چلے۔ راہ میں ایک جگہ پانی غائب
ہو گیا اور یہ حضرات بہت پیاسے ہو گئے۔ اتنے میں ایک
خیمہ نظر آیا وہاں گئے تو اس میں ایک بڑھیا تھی۔ اس سے
کچھ پینے کو مانگا اس نے چھوٹی بکریوں کا دودھ دوہ کر پلا دیا۔
پھر انہیں بکریوں کو ذبح کر کے اور پکا کر کھلا دیا جب یہ حضرات
وہاں سے واپس آئے اسکے کچھ دنوں کے بعد سخت قحط پڑا
وہ بڑھیا مدینہ میں آئی کہ کسی طرح پیٹ بھرنے کا سامان
کرے وہ ایک طرف سے جا رہی تھی کہ امام حسن علیہ السلام نے
اسکو دیکھ لیا اور بلا کر اسکو ایک ہزار بکریاں خرید وا کر اور
اسکے ساتھ ایک ہزار اشرفیاں دے دیں پھر اس کو امام
حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا حضرتؑ نے بھی اتنی ہی

[1] تاریخ طبری جلد ۱۲ صفحہ ۱۱

بکریاں اور اتنی ہی اشرفیاں [illegible] سبحان اللہ ایک بکری کے عوض ایسی [illegible] جس کی تلاوت۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد [illegible] کی بیان نہیں کر سکتا [illegible] کی خوشی [illegible] قصیدہ کہا ہے

ملائک ہو کے خوش [illegible] آئے — کہ زہرا و علی کے بخت [illegible]
مقام شکر [illegible] — [illegible]
بچایا کشتی [illegible] — [illegible] شاہ کربلا آئے
خوشا قسمت گنہگار [illegible] — حمایت میں [illegible] آئے
شباہت [illegible] — [illegible] میں گویا محمد مصطفیٰ آئے
فنا فی اللہ ہو کر [illegible] — جیسے [illegible]
جیسے [illegible] — [illegible]
فنا خود [illegible] — [illegible]
ہوئیں سب مشکلیں [illegible] — [illegible]
برائے نذر [illegible] — [illegible] لا کے خدا کی [illegible] آئے

یہ چند بیت بھی خوب ہو گئے ہیں

محبوب ذوالجلال کا پیارا حسین ہے — جو عرب کی آنکھوں کا تارا حسین ہے
بعد از حسن امام [illegible] — [illegible]
سب کو [illegible] — تا کہ [illegible] شفاعت کا تاج ہے
دریائے نور کا دُر یکتا [illegible] — [illegible] زہرا [illegible] ہے

مظلوم کربلا ہے علی کا حسین ہے
سارا جہاں غلام ہی آقا حسین ہے

تسبیح علی ہی دست امام جلیل کا
خدمت ہی جسکے گھر کی شرف جبرئیل کا

حامی ہو انکا تن بھی تو امت کی ہی سپر
یاں پنجتن ہیں پھر ہمیں کیا خوف کیا خطر

ستشدر ہوں کسلیے جو سقر کے ہیں سات در
آٹھوں بہشت شاہ کے ہیں دوستوں کے گھر

یہ آسماں بھی کہیں درجے رفیع ہیں
چودہ خدا کے دوست ہمارے شفیع ہیں

کرینگے سرگرمی بازار آفتاب
ہوویگا ابر رحمت حق دامن جناب

شیعوں کی فرد فرد کو کر لینگے انتخاب
ہم پاک ہیں ہمار گناہوں کا کیا حساب

کہ دینگے ہم کہ شاہ کے لشکر کے ساتھ ہیں
پھیرے ہمارے مالک کوثر کے ساتھ ہیں

ہے جنکو شیعہ حق کے گھرانے سے ارتباط
قدموں سے ہی لگی ہوئی انکی صراط

جب تھام لینگے چادر زہرا با احتیاط
اس پل کو طے کرینگے بصد فرح و انبساط

شبیر ہیں علی ہیں رسول کریم ہیں
کیا ڈر ہمیں صراط سے دل مستقیم ہیں

## چھبیسویں مجلس

۱۵ شعبان کی جس میں سود کھانے کی خرابی بتائی گئی اُس کا عذاب بیان کیا گیا اور پھر حضرت امام صاحب الزمان کی ولادۃ اور فضائل لکھے گئے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط خدا فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ واتقوا اللہ لعلکم تفلحون یعنی اے ایمان والو سود نہ کھاؤ کہ اس کے ذریعہ سے دوگنا چوگنا وصول کرنے لگو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ اس آیت میں خدا سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کو پکار کر

کہتا ہے کہ دیکھو خبردار سود کبھی نہ کھانا اور صرف اس سے منع ہی نہیں کیا بلکہ یہ بھی آخر میں فرمادیا کہ اللہ سے خوب ڈرتے رہو اگر ایسا کروگے تو دنیا و آخرت میں تمہاری بھلائی ہی بھلائی ہوگی جس کا ایک مطلب یہ بھی ہوا کہ اگر سود کھاؤ گے اور اللہ سے نہیں ڈروگے تو دنیا و آخرت دونوں میں تمہاری بُرائی ہی بُرائی ہے۔ سود کھانے کی مذمت خدا نے قرآن مجید میں کئی جگہ فرمائی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت میں کھڑے نہیں ہوسکیں گے مگر اُس شخص کی طرح جس کو شیطان نے اپنی چپیٹ سے مخبوط الحواس کردیا ہو) جس طرح سود کھانا اور لینا حرام ہے اسی طرح سود کھلانا یا سود دینا بھی حرام اور سخت گناہ ہے خدا فرماتا ہے:۔

وَمَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ (اور یہ جو تم لوگ سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں زیادتی ہو تو وہ سود خدا کے ہاں پھولتا پھلتا نہیں) اب میں ایک ایسی آیت پڑھتی ہوں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس سے سود کھانے والے اور سود دینے والے دونوں کو ڈرنا چاہیے فرماتا ہے:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

عیسوی ۱۹۷۴ء

(اے ایمان والو اگر تم واقعاً (سچے دل سے) ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی ہے اُسکو چھوڑ دو اور اگر ایسا نہیں کروگے تو اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ ؏) اللہ اکبر اسمیں اللہ اور رسولؐ سے لڑنے کی دھمکی ہے اور سب جانتے ہیں کہ اللہ اور رسولؐ سے کافر ہی لڑتے ہیں۔ پھر کون شخص اسکو پسند کریگا کہ سود کھاکر یا دوسروں کو سود دیکر وہ اللہ اور رسولؐ سے لڑے۔ جس سے خدا ہر شخص کو بچائے۔ حدیثوں میں بھی اسکی بُرائی بہت سخت لکھی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ایک درہم (جو چار آنہ کا ہوتا ہے) بھی سود لے گا یا دیگا خدا کے ہاں ستّر مرتبہ اپنی خالہ پھوپھی وغیرہ محرم رشتہ داروں کے ساتھ بدکاری کرنے سے زیادہ اس کا گناہ ہوگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ فلاں شخص سود کھاتا ہے اور اُسکو (حلال سمجھکر) لیا کرتا ہے تو حضرتؑ نے فرمایا اگر خدا مجھے اس پر اختیار دیتا تو میں اسکی گردن مار دیتا[1] اس سے ہم لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے پیشوایان دین کو اس گناہ سے کتنی نفرت ہوتی بلکہ کتنی اذیت پہونچتی تھی۔ ہمارے چھٹے امام نے فرمایا کہ اگر حضرت کو اختیار ہوتا تو ایسا کرتے یعنی حضرت کو اختیار نہیں تھا مگر ایک زمانہ آنے والا ہے جب

[1] وسائل الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۶۳۳

ہمارے امام کو پورا اختیار ہوگا۔ جیسا حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں خدا میری اولاد سے مہدیؑ کو ظاہر فرمائیگا جو دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھردیگا جس طرح یہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی اُس مہدی کا نام محمد ہوگا[۱] حضرت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری کو سُرَّ مَن رَّاۓ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں امامت کے درجہ کو پہونچے۔ ۲۶۰ھ ہجری میں حضرت کے والد امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب معتمد خلیفہ عباسی نے حضرتؑ کے قتل کے لئے آدمی بھیجے تو آپ سُرَّ مَن رَّاۓ کے سرداب میں غائب ہوگئے اور خدا کے حکم سے اب تک زندہ ہیں حضرتؑ کی والدہ کا نام نرجس خاتون تھا۔ جو لوگ حضرتؑ کے اتنے دنوں تک نہ مرنے اور زندہ رہنے پر تعجب کرتے ہیں اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ پیدا ہونا بھی خدا کے حکم سے اور مرنا بھی اُسی کی مشیت سے ہے پھر خدا کسی کو زندہ رکھنا چاہے اور مرنے کا حکم نہ دے تو وہ کیسے مرسکتا ہے۔ غرض حضرتؑ کی زندگی خدا کی قدرت سے دور نہیں ہے جس نے حضرت آدمؑ کو بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسےٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور جس نے حضرت عیسیٰ و الیاسؑ و خضرؑ کو اب تک زندہ رکھا ہے۔ حضرت رسولخدا صلعم کی آل سے بھی خدا اگر ایک شخص کو طول عمر دے تو کون روک سکتا ہے۔ یہ بھی

[۱] ازالۃ الخفاء صـ۶

خیال کرنے کی بات ہے کہ حضرتؑ کے پیدا ہونے کو سب نے دیکھا اور آج تک تاریخ کی بڑی بڑی سیکڑوں کتابوں میں حضرت کی پیدائش لکھی ہے مگر حضرتؑ کے مرنے کو کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ نہ حضرتؑ کو دفن ہوتے پایا۔ پس جب حضرت پیدا ہو چکے اور اب تک مرے نہیں تو کیا ہو گئے یا ننا پڑے گا کہ حضرتؑ زندہ ہیں۔

بعض مسلمان کہتے ہیں کہ حضرتؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے مگر یہ غلط ہے کیونکہ خدا دنیا کو ایک سکنڈ کے لئے بھی اپنی حجۃ یعنی امام اور خلیفہ سے خالی نہیں چھوڑ سکتا معتبر حدیث میں ہے کہ زمین کبھی خدا کی حجۃ قائم سے خالی نہیں ہو سکتی اب وہ حجۃ مشہور و معروف ہو کہ سب لوگ اس کو پہچانتے ہوں یا لوگوں کی نظر سے چھپا ہو۔ غرض اس کا وجود ہر زمانہ کے لئے ضروری ہے تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کی نشانیاں مٹنے نہ پائیں [1]

سنی اور شیعہ دونوں جماعتوں کے بڑے بڑے عالموں نے بہت سے لوگوں کا واقعہ لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت کی زیارت کی۔ میں چند واقعہ بیان کرتی ہوں جو انھیں کی بڑی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ شیخ حسن عراقی کہتے تھے کہ ہم بنی امیہ کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص کو کرسی پر بیٹھا دیکھا اور حضرت مہدیؑ کا ذکر کرتے سُنا۔ اس

[1] منتخب کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۹

روز سے میں برابر دعا کرتا رہا کہ مجھے بھی حضرت مہدیؑ کی زیارت ہو جائے۔ سال بھر کے بعد ایک روز میں بعد مغرب مسجد جامع میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا جو عمامہ باندھے تھا اور میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا کیوں میری ملاقات کی دعا کرتے ہو میں نے کہا آپ کون ہیں۔ فرمایا میں مہدیؑ ہوں۔ میں نے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور اپنے گھر لے گیا۔ سات روز آپ رہے اور ذکر کی تعلیم کی۔ ساتویں روز نظروں سے غائب ہو گئے [۱] ایک اور شخص ابو نصر کہتے تھے کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں داخل ہوا تو آپ نے فرمایا میں خاتم اوصیاء ہوں اور میرے ہی سبب سے دنیا والوں کی آفتیں دفع ہوں گی۔ ایک اور صاحب حسن بن وجنا نصیبی کہتے تھے کہ میں ۵۴ مرتبہ حج کر چکا ہر دفعہ یہی دعا کرتا تھا کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی زیارت ہو جائے ۵۴ دفعہ کے حج میں ایک لونڈی نے مجھ سے کہا اے حسن اٹھ۔ میں اٹھ کر اس کے ساتھ حضرت خدیجہ کے مکان تک گیا (جو مکہ میں ہے) دروازے پر جب کھڑا ہوا تو خود حضرت صاحب الزمان علیہ السلام نے فرمایا اے حسن میں تیرے ہر حج میں تیرے ساتھ تھا۔ اب تو حضرت امام جعفر صادقؑ کے مکان میں قیام کر۔ تجھے نہ کھانے کی فکر ہو گی نہ کپڑے کی اور ایک دعا تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ دعا کیا کر۔ حسن بن وجنا کہتے تھے کہ میں نے اس روز سے وہیں قیام کیا۔ بوقت افطار کھانا

---

[۱] لواقح الانوار و یواقیت و جواہر ص ۲۸۸

اور پانی ملتا اور جاڑے میں سرمائی لباس اور گرمی میں اس کے مناسب کپڑے ملا کرتے۔ اسی طرح علی بن احمد کوفی کہتے تھے کہ میں طواف کر رہا تھا کہ ایک خوبصورت جوان کو پایا جس کے بدن سے اعلےٰ درجہ کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا میں صاحب الزمان ہوں اور میں وہ قائمؑ ہوں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا اور زمین کبھی حجۃ خدا سے خالی نہیں رہتی اور لوگ ایسے زمانہ میں اب نہیں رہ سکتے جب خدا کا کوئی نائب دنیا میں نہ ہو۔ اس کے بعد حضرتؑ نے اپنا عصا رکھ دیا تو معلوم ہوا کہ وہ سونا ہی سونا ہے۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ لہ غرض حضرت یقیناً موجود ہیں اور جب تک ظاہر ہو کر دنیا کو عدل و انصاف سے نہیں بھر دینگے۔ قیامت نہیں آسکتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت رسولخدا صلعم کی مشہور حدیث ہے جو مسلمانوں کی بڑی معتبر کتابوں میں موجود ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اگر دنیا کا پورا زمانہ ختم ہو جائے اور صرف ایک دن باقی رہ جائے جب بھی خدا اُسی روز کو اتنا بڑھا دیگا کہ اس میں میرے خاندان کے اس شخص (حضرت مہدیؑ) کو ضرور بھیجے گا جس کا نام بھی میرے ایسا (حضرت محمدؐ) ہو گا وہ زمین کو عدل و انصاف سے اُسی طرح بھر دیگا جس طرح وہ ظلم اور جور سے بھر گئی ہو گی ۲؎ حضرت حجۃ کا وجود بتاتا ہے کہ مسلمانوں میں شیعوں کا مذہب حق ہے اور ہم یقیناً نجاۃ

لہ ینابیع المودۃ صفحہ ۳۸۶ ۲؎ سنن ابی داؤد جلد ۔ صفحہ ۔ و ترمذی صفحہ ۲۷

والے فرقہ میں ہیں اس لئے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً یعنی جو شخص مر جائے مگر وہ اپنے زمانہ کے امام کی معرفۃ نہ رکھتا ہو وہ کافروں کی موت مرے گا۔

[1] یہ حدیث شیعہ سنی سب کے ہاں بہت صحیح ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ ہمارا مذہب وہ ہے جس کا کوئی شخص کافروں کی موت مر ہی نہیں سکتا کیونکہ ہم اپنے زمانہ کے امام حضرت حجۃ صاحب العصر علیہ السلام کی معرفۃ رکھتے ہیں اور ہمیں پورا یقین ہے کہ حضرت موجود ہیں اگرچہ ہماری آنکھ اس وقت حضرت کو نہیں دیکھتی مگر جس طرح رات کو بھی آفتاب کہیں نہ کہیں رہتا ہے اگرچہ ہمیں نظر نہ آئے۔ اسی طرح حضرت بھی موجود ہیں اگرچہ اس وقت ہم نہ دیکھ سکیں۔ یا جس طرح ہمارے جسم میں دل ہے اور ہماری آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اس دنیا میں امام زمانہ موجود ہیں مگر ہماری آنکھ سے نظر نہیں آتے اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ ہر زمانہ میں خدا کی طرف سے ایک امام مقرر کرنے کی دلیل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک مشہور کم سن صحابی جناب ہشام نے مسلمانوں کے ایک زبردست عالم سے بہت دلچسپ باتیں بیان کی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت رسولخدا صلعم کی زندگی ہی میں حضرت امیرالمومنین ع کو حضرت

---

[1] کنز العمال و شرح عقائد و شرح فقہ اکبر وغیرہ

کا خلیفہ بنا دیا تب آنحضرتؐ کو اٹھایا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِس وقت بھی خدا کے مقرر کئے ہوئے خلیفہ (حضرت امام غائب) موجود ہیں۔ یہ ایسا دلچسپ واقعہ ہے کہ خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے بڑے شوق سے فرمایش کی کہ اے ہشام تم اپنا وہ واقعہ مجھ سے بھی ضرور بیان کرو۔ تب انھوں نے عرض کی کہ یا حضرتؑ مجھے معلوم ہوا کہ بصرہ کی مسجد میں مسلمانوں کے بہت مشہور پیشوا اور زبردست عالم عمرو بن عبید اپنے مریدوں سے امامت کے متعلق بھی بہت کچھ باتیں کرتے اور سب کو سمجھاتے ہیں کہ انھیں کا مذہب حق اور درست ہے (اور ہم شیعوں کا مذہب غلط ہے)۔ یہ سب باتیں سنتے سنتے ایک دفعہ میں نے ان سے ملنے کا ارادہ کیا، وہاں گیا اور جمعہ کے روز بصرہ کی اُس مسجد میں پہونچا وہاں بڑی بھیڑ لگی تھی بڑے بڑے لوگ اُن سے علمی مسئلے پوچھ رہے تھے۔ میں بھی ان کے پاس پہونچا اور کہا حضور والا میں ایک مسافر ہوں اجازت ملے تو کوئی مسئلہ پوچھوں۔ انھوں نے کہا ہاں ہاں جو چاہو پوچھو۔ میں نے پوچھا آپ کی آنکھ ہے؟ (جناب ہشام بالکل لڑکے تھے اُن کی یہ بات سُن کر) عمرو بن عبید (سمجھے ہوں گے کہ یہ بچپن کی باتیں کرنے لگے اور انھوں) نے جناب ہشام سے کہا اے بچے یہ کیسا سوال ہے۔ میں نے کہا میرا سوال تو یہی ہے آپ بتایئے۔ انھوں نے کہا

اچھا بچے پوچھو اگرچہ وہ بیوقوفی ہی کا سوال ہو میں اس کا جواب دونگا۔ میں نے کہا میرا سوال وہی ہے بتا دیجئے اُنھوں نے کہا۔ ہاں میرے آنکھ ہے۔ میں نے پوچھا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا لوگوں کی صورت اور چیزوں کا رنگ وغیرہ دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے ناک بھی ہے؟ اُنھوں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا اس سے اچھی بُری بُو سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے مُنہ بھی ہے؟ اُنھوں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا۔ اس سے کھانا کھاتا اس کا مزا چکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے دل بھی ہے؟ اُنھوں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا آنکھ کان ناک وغیرہ کے کام میں اختلاف ہوتا ہے تو دل سے تمیز کر کے اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔ میں نے کہا تو کیا آنکھ کان ناک مُنہ اس دل کے محتاج ہیں کہ بغیر اس کے اُنکی اختلافی باتوں کا فیصلہ نہیں ہو سکتا؟ اُنھوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیوں؟ اُنھوں نے کہا اے بچے جب مجھے شک ہوتا ہے کہ کیا چیز دیکھی (مثلاً دور سے پانی نظر آرہا ہے یا چٹیل میدان) یا کیا چیز سونگھی (مثلاً عطر ہے یا پھول) یا کیا چیز چکھی (مثلاً شہد ہے یا شیرہ) تو دل کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ جو فیصلہ کر دیتا ہے اُسی کو مانتا ہوں۔ میں نے

کہا تو معلوم ہوا کہ خدا نے دل کو سب اعضاء کا سردار مقرر کیا ہے کہ ان میں اختلاف ہو تو وہی فیصلہ اور ان پر حکومت کرے۔ اُنھوں نے کہا ہاں سچے یہی بات ہے۔ تب میں نے کہا جب خدا نے ایک آدمی کے بدنوں کو بھی بغیر کسی سردار کے نہیں پیدا کیا تو اتنے بڑے جہان اور کروڑوں لوگوں کو خدا بغیر کسی سردار (امام اور پیشوا) کے کیونکر چھوڑ دیگا؟ اب تو عمرو ابن عبید چپ ہو کر سوچنے لگے۔ بہت دیر تک غور کرنے کے بعد پوچھا کہ تم ہشام تو نہیں ہو۔ آخر اُنھوں نے پہچان لیا اُٹھ کر مجھ سے لپٹ گئے اور اپنے مسند پر بٹھا لیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔ غرض ہر زمانہ میں امام زمانہ کا ہونا ضروری ہے آج کل حضرت حجت امام ہیں۔ اور چونکہ آج ہی حضرت پیدا ہوئے اس سے ہم لوگ عید مناتے ہیں شاعر نے خوب کہا ہے ؎

تمام عیدوں کا گویا خلاصہ ہے یہ عید — کہ عید نیمۂ شعباں ہے خاتم الاعیاد
وہ نور حق ہی ہوا ہے جو آج بزم افروز — زمیں کرے گا یہی نورِ عدل سے آباد
وہ نور اپنی ولادت کی ہے جو خود تاریخ — وہ شمع حق کی ہے فانوس عالم ایجاد
وہ نور پاک جو ہے نور دیدۂ حسن — وہ نخل طور حسن عسکری کا نخل مراد
یہی وہ نور ہے جس کا خطاب امام زماں — امیر عالم ارواح و عالم ایجاد
یہی ہے سلک امامت میں گوہر شب تاب — یہی نتیجۂ نسل ائمۂ امجاد
اسی کے قبضے میں ہے مملکت عناصر کی — اسی کے حلقہ بگوش آب و خاک و آتش و باد
ستارے در پر اسی ماہ کے جبیں فرسا — کہ داغ ناصیہ سائی کی ہو مہر استشہاد

زمیں سامرہ پہ سجدہ کے لیئے با ادب
سر نیاز جھکائے ہوئے ہیں سبع شداد

دعا اسی کے وسیلے سے ہوتی ہے مقبول
اسی کے ہاتھ میں باب اثر کا بست و کشاد

کرے اشارہ اگر سنگریزے گویا ہوں
یہ حکم دے تو زمیں سے شجر لباسِ جماد

اسی کی رائے پہ چلتا ہے کارخانۂ دہر
اسی کے زیر نگیں کارگاہِ کون و فساد

اسی کے تابع فرماں ہیں جن و انس و ملک
یہی ہے کشور ہستی میں ظلِ ربِ عباد

اسی کا گرز گراں بار کفر کا سرکوب
اسی کی تیغ شرربار ماحیِ الحاد

اسی کی ذات مبارک ہے حضرت صالح
ہے وجہ قوتِ اسلام اسی کا جد و جہاد

اسی کے دم سے بہار ریاض ایمانی
نبیؐ کا سرو تمنا علیؑ کا نخل مراد

مدد کر اے مرے مولا کہ ہو گیا ہے ضعیف
خدا کے دین کو درکار ہے تری امداد

دکھا دو برق نظر سے ذرا تجلی طور
کہ جل کے خاک ہوں اب منکران کور سواد

اٹھا کے پردۂ غیبت ظہور کر جلدی
کہ دل ہوں تیرے تمنائیوں کے خرم و شاد

زمانہ از سر نو پھر جوان ہو کے کہے
کہ عمر خضر شباب ترا مبارک باد

## چھبیسویں مجلس ۲۶ ۱۵ رماہ مبارک رمضان کی جس میں لڑائی جھگڑے فتنہ و فساد کی خرابی لکھی گئی ہے

حضرت امام حسن علیہ السلام کے حالات ذکر کیئے گئے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ (ملک میں فتنہ و فساد نہ پھیلانا چاہیئے اس لیئے کہ اللہ فساد کرنے والوں

کو دوست نہیں رکھتا ہے) ع۶ جس سے معلوم ہوا کہ خدا فتنہ و فساد کو منع کرتا ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں انکو دوست نہیں رکھتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (تم لوگ اللہ کے رزق سے کھاؤ پیو۔ مگر ملک میں فساد نہ پھیلاتے پھرو) ع۷ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لڑائی جھگڑے فتنہ فساد سے ہر وقت آدمی کا دماغ پریشان رہتا۔ دل میں غصہ کینہ۔ غیظ و غضب بھرا رہتا ہے اور جھوٹ مکر جعل فریب سب ہی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور بات بڑھتے بڑھتے ایک سے دو۔ دو سے چار پھر سیکڑوں آدمیوں تک پہونچ جاتی ہے۔ کسی کی زندگی آرام سے نہیں رہتی اسی وجہ سے خدا نے فرمایا ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (فتنہ و فساد قتل سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے) ع۸ وَالْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (فتنہ فساد پھیلانا قتل سے بھی بڑھکر ہے) ع۹ حد ہو گئی کہ حضرت رسول خدا صلعم کو خدا نے حکم دیا کہ فتنہ فساد مٹانے کے لئے مفسد لوگوں سے جہاد کرو۔ فرمایا وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ (ان فسادیوں سے جہاد کرو تاکہ فتنہ و فساد کا نام و نشان بھی نہ رہنے پائے۔ اور پورا دین خدا ہی کا ہو جائے کہ خدا جس طرح امن چاہتا ہے تو ہی امن قائم ہو) ع۱۰۔ غرض لڑائی جھگڑے فتنہ

ع۶ پ۶ ع۱۳

ع۷ پ۱ ع۷

ع۸ پ۲ ع۸

ع۹ پ۲ ع۱۱ ع۱۰ پ۹ ع۱۹

فساد کو قرآن مجید میں اس کثرت سے منع کیا ہے کہ میں سب کو پڑھ نہیں سکتی۔ سیکڑوں آیتیں ہیں جن میں خدا نے اسکو منع کیا اور بُرا کہا ہے۔ حدیثوں میں بھی اس کو بہت سختی سے روکا ہے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام فرماتے تھے (مردو۔ عورتو) خبردار لڑائی جھگڑے کے پاس بھی نہ جانا کہ اس سے دلوں میں بیماری پیدا ہو جاتی اور بھائی بھائی دشمن ہو جاتے ہیں اور نفاق کا مادہ آجاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے تھے کہ نہ اچھے لوگوں سے لڑو نہ بُرے لوگوں سے اس لئے کہ اچھے لوگوں سے لڑائی جھگڑا کروگے تو وہ تم سے نفرت کرنے اور تم کو دشمن رکھنے لگیں گے۔ اور بُرے لوگوں سے لڑوگے تو وہ تم کو گالیاں دینے اور ستانے لگیں گے۔ یہ بھی حضرتؑ فرماتے تھے کہ لڑائی جھگڑے سے بچے رہا کرو اس سے دل ہر وقت اسی خیال میں پڑا رہتا ہے۔ اور نفاق پیدا ہوتا اور دلوں میں کینے گھر کر لیتے ہیں۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ اور حضرت رسولخدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین خوبیاں ایسی ہیں کہ جن لوگوں میں وہ ہونگی اور وہ انھیں خوبیوں کے ساتھ بروز قیامت اللہ کے دربار میں پہونچیں گے خدا اُن کو بہشت میں جس دروازے سے چاہیں گے داخل کر دیگا۔ ایک یہ کہ آدمی کے اخلاق اچھے ہوں وہ نیک مزاج ہو۔ دوسری یہ کہ آدمی اللہ سے اکیلے

میں بھی ڈرتا رہے اور لوگوں کے سامنے بھی۔ تیسری یہ کہ لڑائی جھگڑے سے الگ رہے۔ اگرچہ وہ لڑائی حق بات ہی کے لئے ہو (جب بھی اس سے بچنا بہت عمدہ ہے[1]) اسی وجہ سے دنیا کے کل سمجھدار اور عقلمند لوگ اس سے بچنے اور الگ رہنے کی تاکید کرتے ہیں اور پیشوایان دین ہمیشہ اس سے کنارا کرتے رہے۔ حضرت رسولخدا صلعم کو خدا نے دنیا میں پیغمبر بنا کر بھیجا اور مکہ والوں نے آپ کو ستایا۔ آپ پر ظلم کیا۔ آپ کو پاگل کہتے آپ پر کوڑا کرکٹ ڈالتے تھے اور حضرتؐ چاہتے تو بات بات پر ان سے لڑتے مگر ہمیشہ صبر کیا اور صلح کی کوشش کرتے رہے۔ مکہ میں ۱۳ برس تک رہے مگر کبھی لڑائی نہیں کی۔ ہاں جب مدینہ میں پہونچے اور وہاں اسلام پھیلنے لگا جس سے خدا کے دین کو کامیابی ہونے لگی تو جن کافروں نے اس ترقی کو روکنا چاہا ان سے اس مذہب کا بچانا بھی حضرتؐ کا فرض تھا۔ اسی وجہ سے حضرتؐ نے صرف اس دین کو بچایا یا صرف مسلمانوں کو محفوظ رکھا۔ اس میں مجبوراً دشمنوں کے حملوں کا جواب بھی دینا پڑا اور یہی خدا کا حکم تھا کہ فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے لوگوں سے جہاد کرو تاکہ خدا جس طرح دنیا میں امن رکھنا چاہتا ہے وہ بات حاصل ہو۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ غرض حضرت رسولخدا صلعم نے

[1] وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۲۹۲

مکہ میں بالکل خاموشی اختیار کی اور مدینہ میں مذہب اسلام کی حفاظت میں اس کا جواب دیا۔ بالکل یہی اُصول حضرت کے دونوں فرزندوں حضرت امام حسن و امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں ملتا ہے کہ بڑے صاحبزادے نے حضرت رسولخدا صلعم کے مکے والی زندگی کی طرح صلح سے بسر کی اور چھوٹے صاحبزادے امام حسین علیہ السلام نے آنحضرتؐ کی مدینہ والی زندگی کی طرح دین اسلام کو بچانے کے لئے دشمنوں کے حملوں کو برداشت کیا اور اپنی جان دے دی مگر اسلام کو مٹنے نہیں دیا۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ شاید اسی وجہ سے خدا نے حضرات امام حسن علیہ السلام کو آنحضرت صلعم کے سر سے سینہ تک اور امام حسین علیہ السلام کو آنحضرتؐ کے سینہ سے پاؤں تک مشابہ (ملتا ہوا) پیدا کیا۔ بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ امام حسن علیہ السلام سر سے سینہ تک سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کے مشابہ تھے اور امام حسین علیہ السلام اس سے نیچے (سینے سے پاؤں تک) سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے مشابہ تھے [۱] ایک صحابی کہتے تھے کہ امام حسن علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص آنحضرت صلعم کا ہم شکل نہیں تھا [۲] ایک روز خلیفہ اول صاحب عصر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے

[۱] طبقات ابن سعد [۲] اُسد الغابہ جلد ۳

ہیں انھوں نے آپ کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور کہا
میرا باپ اس صاحبزادے پر قربان ہو جائے جو حضرت
رسولخدا کے ہم شکل ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام بھی وہاں
تھے یہ دیکھکر ہنسنے لگے[۱] حضرت آج ہی کی تاریخ۔
۱۵ رمضان سنہ ۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل
محمد ایک بیوی اسماء بنت عمیس کہتی تھیں کہ میں جناب حسنؑ
کی ولادت میں دائی تھی۔ جناب رسولخدا صلعم وہاں تشریف
لائے اور فرمایا اے اسماء میرے بیٹے کو مجھے دکھا دو
میں نے جناب حسنؑ کو حضرتؐ کی گود میں دے دیا۔ اس
وقت میں نے ان کو زرد کپڑے میں لپیٹا تھا۔ آنحضرتؐ
نے وہ کپڑا اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا کیا میں نے تم سے
عہد نہیں لیا تھا کہ خبردار کسی بچے کو زرد کپڑے میں مت لپیٹا
کرو۔ تب میں نے ان کو سفید کپڑے میں لپیٹا۔ اب حضرتؐ
نے ان کو لے کر ان کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں
اقامۃ کہی۔ پھر جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا تم نے
میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ جناب امیرؑ نے عرض
کی میں اس امر میں حضورؐ پر سبقت نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ
نے فرمایا میں بھی اس امر میں خدا پر سبقت نہیں کر سکتا فوراً
جناب جبرئیلؑ نے نازل ہو کر کہا کہ خدا نے آپکو سلام کہا
ہے اور فرمایا ہے کہ علیؑ کو آپ سے وہی درجہ ہے جو ہارون کو

[۱] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۱۶

حضرت موسیٰ سے تھا سوا اسکے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا ۔ پس آپ اپنے بیٹے کا نام وہی رکھیں جو حضرت ہارون کے بیٹے کا تھا ۔ پوچھا کیا نام تھا ۔ کہا شبیرؑ حضرتؐ نے فرمایا میری زبان تو عربی ہے جناب جبرئیلؑ نے کہا آپ ان کا نام حسنؑ رکھیں ۔ پس آنحضرت صلعم نے وہی نام رکھا ۔ پھر امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہی معاملہ پیش آیا ۔ جناب جبرئیل نے حضرت ہارون کے دوسرے بیٹے شبیر کے نام پر امام حسینؑ نام بتایا تو یہی نام رکھا گیا ۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ ۔

حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے حسنؑ اور حسینؑ بہشت والوں کے نام سے دو نام ہیں کبھی زمانہ جاہلیت کے عرب نے یہ نام نہیں رکھے ۔ ساتویں روز آنحضرت صلعم نے آپ کا عقیقہ اور ختنہ کرا دیا اور عقیقہ میں ایک یا دو مینڈھا ذبح کرایا ۔

حضرتؑ کا حلیہ اس طرح لکھا ہے کہ آپکی آنکھیں سیاہ بڑی بڑی غلافی خوش نما تھیں ۔ رخسار پتلے پتلے کتابی خط و خال کے تھے ۔ کلائیاں گول گاؤ دم تھیں ڈاڑھی گنجان کانوں کی لو تک بل کھائی ہوئی تھی ۔ گردن ایسی چمکتی سفید اور بلند تھی جیسی چاندی کی صراحی ہو ۔ شانے اور بازو گد گدے اور بھرے بھرے تھے ۔ سینہ چوڑا چکلا تھا ۔ قد نہ اس قدر لمبا نہ اس قدر ٹھنگنا بلکہ

درمیانہ تھا حضرتؑ کی صورت نہایت پاکیزہ تھی۔ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ آپ کے بال گھونگھر والے تھے بدن خوبصورت اور سڈول تھا لہ حضرتؑ کے ذاتی فضائل و کمالات بھی بے حد و حساب ہیں۔ تین دفعہ حضرت نے اپنا کل مال خدا کی راہ میں لٹا دیا اور دو دفعہ اپنا آدھا مال بخش دیا۔ یہاں تک کہ اپنی جوتیوں کو بھی بانٹ دیا۔ ایک دفعہ کسی نے حضرتؑ سے کچھ مانگا۔ آپ نے اس کو پچاس ہزار پانچ سو درہم بخش دیئے اور کہا مزدور کو لا تاکہ اٹھا کرے جائے وہ مزدور کو لایا تو حضرتؑ نے اس مزدور کو اپنا چوغا اتار دیا اور فرمایا کہ مزدور کی مزدوری بھی میری ہی طرف سے ہونی چاہیئے ؎ لوگوں نے حضرتؑ سے عرض کی کہ خود حضور فاقہ سے بھی ہوتے ہیں تو سائل کو واپس نہیں کرتے۔ فرمایا میں خدا کی درگاہ کا سائل ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ خود سائل ہو کر دوسرے سائل کو واپس کردوں میرے خدا نے میرے ساتھ یہ عادت جاری کی کہ وہ مجھے اپنی نعمتیں دیتا ہے اور میں نے عادت کی ہے کہ اسکی نعمتیں اسکی خلقت تک پہونچا دوں۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنی عادت چھوڑوں تو اللہ کی عادت بھی موقوف نہ ہو جائے۔ پھر حضرتؑ نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ جب میرے پاس سائل آتا ہے تو میں اسکو مرحبا کہتا ہوں۔ اللہ کے

لہ اسکو دولابی نے لکھا ہے ؎ مرأۃ الجنان جلد ا صفحہ ۱۲۳

فضل ہی سے ہے مجھ پر قرض کو جلدی ادا کرنا اور اسی کے
فضل سے ہر فاضل پر فضل ہے۔ اور شریف آدمی
کی عمر میں وہ حصہ نہایت افضل ہے جس میں وہ بخشش کرتا
ہے [1] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ کے
تواضع کا یہ حال تھا کہ حضرتؑ ایک دفعہ چند فقیر لڑکوں
کے پاس سے گزرے جو روٹی کے ٹکڑے لئے بیٹھے تھے
ان لڑکوں نے کہا یا حضرتؑ تشریف لائیں کھانا حاضر ہے
حضرتؑ فوراً گھوڑے سے اتر پڑے اور ان لڑکوں کے
ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ پھر ان سب کو اپنے گھر لے گئے
کپڑے پہنائے اور ان کو بہت کثرت سے مال عطا فرمایا
اور فرمایا یہ اس وجہ سے میں نے کیا کہ ان کے پاس ان ٹکڑوں
کے سوا کوئی چیز نہیں تھی اس پر تو ان لڑکوں نے اپنے
سب کھانے میں مجھے شریک کر لیا (اور یہ پروا نہیں کی کہ جب
مجھے کھلا دینگے تو خود بھوکے رہ جائیں گے) پھر میرے
پاس تو اس سے زیادہ ہے میں کیوں نہ انکے ساتھ سخاوت
کروں [2] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ کے توکل کی
یہ شان تھی کہ حضرتؑ کو ایک دفعہ معلوم ہوا کہ جناب
ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے مالداری سے زیادہ
فقیری اچھی معلوم ہوتی ہے اور صحت سے زیادہ بیماری کو
پسند کرتا ہوں تو حضرتؑ نے فرمایا خدا جناب ابوذرؓ پر

---

[1] نور الابصار صفحہ ۱۲۳ [2] مرأۃ الجنان جلد ۱ صفحہ ۱۲۳

رحم فرمائے (وہ تو یہ کہتے ہیں) مگر میرا قول یہ ہے کہ خدا پر جو توکل کرے گا وہ بس اسی چیز کو پسند کرے گا جو خدا اسکے لئے اختیار کرے (یعنی اگر خدا میرے لئے بیماری پسند کرے تو میں بھی بیماری پسند کروں گا۔ اگر وہ صحت پسند کرے تو میں بھی صحت پسند کروں گا۔ اگر وہ میرے لئے فقیری پسند کرے تو فقیری ہی کو میں بھی چاہوں گا۔ اگر اسکی مشیت میری خوش حالی کی ہو تو میں بھی خوش حالی ہی کو بہتر سمجھونگا۔ غرض خدا ہم لوگوں کے لئے جس بات کو پسند کرے اسی کو ہم لوگ بھی پسند کرینگے[1] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ حضرت کی عبادت کا یہ حال تھا کہ مدینہ سے مکہ تک جو غالباً ڈھائی سو میل ہے حضرت پچیس دفعہ پیدل حج کو تشریف لے گئے[2] حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت ہی خلیفہ ہوئے اور سات مہینہ تک خلیفہ رہے مگر حضرت کے ساتھی کوفی تھے جو بہت بے وفائی کرتے اور حضرت کے مقابلہ پر معویہ تھا جسکی شامی فوج اسکی پوری مطیع تھی حضرت نے دیکھا کہ معویہ کسی طرح اپنی چالوں سے باز نہیں آتا ہے اور حضرت رسولخدا صلعم نے آپکے بارے میں فرمایا بھی تھا کہ میرے اس فرزند حسنؑ کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہو جائیگی اس

---

[1] مرأۃ الجنان جلد ۱ صفحہ ۱۲۴ [2] نور الابصار صفحہ ۱۱۹ وغیرہ

وجہ سے حضرت ؑ نے معویہ سے صلح کرلی اور اپنے جدِ بزرگوار حضرت رسولخدا صلعم کا نمونہ دکھادیا۔ اس طرح کہ چونکہ حضرت امام حسن علیہ السلام آنحضرت ؐ کے سر سے سینہ تک مشابہ تھے اور حضرت امام حسین علیہ السلام آنحضرت ؐ کے سینہ سے پاؤں تک مشابہ تھے اس وجہ سے دونوں بزرگوں نے آنحضرت ؐ کی دونوں قسم کی زندگی کی شان دکھادی کہ جس طرح آنحضرت ؐ نے مکہ میں دشمنوں سے صلح رکھی اسی طرح امام حسن علیہ السلام نے بھی اپنے دشمنوں سے صلح کرلی اور جس طرح آنحضرت صلعم نے مدینہ میں دشمنوں سے جہاد کیا اسی طرح امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے دشمنوں سے جہاد کیا۔ اب جو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے کیوں معویہ سے صلح کی اور امام حسین ؑ نے کیوں یزید سے مقابلہ کیا وہ اس کا جواب دیں کہ حضرت رسولخدا صلعم نے کیوں مکہ میں کافروں سے صلح رکھی اور مدینہ میں مقابلہ کیا۔ ان دونوں صاحبزادوں نے بھی وہی کیا جو آنحضرت صلعم نے مکہ اور مدینہ میں کیا تھا۔ اللھم صل علے محمد ؐ و آل محمد ؐ۔ ایک مختصر مجلس میں کوئی شخص بھی حضرت کے پورے حالات اور فضائل و کمالات کیونکر بیان کرسکتا ہے جب کہ مسلمانوں کی کتابوں کے ہزاروں ورق آپ کے بیان میں بھرے ہوئے ہیں۔ شاعر نے خوب کہا ہے۔

میں بھلا تیری ثنا اے سبطِ اکبر کیا کروں    ہو کے پتلا خاک کا توصیفِ داور کیا کروں

سبطِ اکبر کی ثنا اللہ اکبر کیا کروں
شانِ خالق میں ہے حیراں عقل کیونکر کیا کروں

جامِ کوثر ساقیِ کوثر مجھے دیتی ہیں آج
تجھ سے لیکر ساقیا میں جام و ساغر کیا کروں

حسن سے محسن ہوا تجنیس اسم پاک سے
محسن کی تری ثنا اے بندہ پرور کیا کروں

خلق میں خود خلق کی تحسین ہے خلقِ حسن
وصف تیرے خلق کا اب اس کو مکرر کیا کروں

فکر میں دیکھا کیا خوابِ پریشاں رات بھر
کچھ نہ سوجھا مدحتِ زلفِ معنبر کیا کروں

مہر و مہ کو مصحفِ رخ سے ترے دیکر مثال
حیف ہے انکو بھی قرآں کے برابر کیا کروں

خلق میں سرسبز ہے عیدِ میلادِ حسن
اس خوشی میں آج پیالے میں مے داور کیا کروں

گود میں احمد کے ہو زہرا کا یہ پہلا پسر
کہتی ہے اک حور ہے اس پر نچھاور کیا کروں

بادۂ الفت سے اس مولود کے مدہوش ہوں
تہنیت کیونکر دوں اے ساقیِ کوثر کیا کروں

خاکِ کوئے مجتبےٰ میرے لئے اکسیر ہے
اے ہوس لیکے میں گوگردِ احمر کیا کروں

پشتِ زیں سے آپکا اک روز کوڑا گر گیا
دل میں کہتا مفلوج گھبرایا کہ کیونکر کیا کروں

میں تو ہوں مفلوج دست و پا مرے بیکار ہیں
کس طرح کوڑا اٹھا دوں میرے داور کیا کروں

حکمِ حضرت سے ہوا چنگا دیا کوڑا اٹھا
عرض کی میں شکر اس کا ابنِ حیدر کیا کروں

شامی سا دشمن ہوا عاشق ترے اخلاق کا
جانتے ہیں سب بیاں اس کا مکرر کیا کروں

بارہا نعلین تک راہِ خدا میں دی گئیں
تیری بخشش کی ثنا اے جود گستر کیا کروں

ہے یہ بحرِ فیضِ باری وہ ہے جو شہد و شیر
تیرے لب کے سامنے میں فکرِ کوثر کیا کروں

فاطمہؑ کے شیر کے قطرے ترے دنداں ہیں
آبِ نیساں کے ہیں قطرے ذکرِ گوہر کیا کروں

طائرِ سدرہ فدا اس پر ہے اور سر پر فاختہ
تیرے قد کے سامنے ذکرِ صنوبر کیا کروں

ذرہ خاکِ درِ شبر سے بھی کم تر ہے تو
میں مقابل اس سے تجھکو شاہِ خاور کیا کروں

روضۂ شبر کی فرقت میں ہیں خواب و خور حرام
رات بھر بیٹھا گنا کرتا ہوں اختر کیا کروں

اڑ کے جاتا روضۂ پرنور پر مثلِ طیور
بال و پر رکھتا نہیں لیکن میں بے پر کیا کروں

## ستائیسویں مجلس ۱۹؍ ماہ رمضان کی جس میں قتل کا عذاب لکھا گیا پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حالات ذکر کرکے آپ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (جو شخص کسی مومن کو جان کر مار ڈالے اُسکی سزا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور اُس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اللہ اُس پر لعنت کرتا رہے گا اور اُسکے لئے بڑا عذاب طیار رکھے گا) ع۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی مومن کے قتل کرنے کی سزا کتنی سخت ہے۔ دنیا میں بھی ہر قوم اس کی سزا سخت ہی دیتی ہے۔ بعض سلطنتوں میں ایسے مجرم کو پھانسی دی جاتی ہے۔ پس جو لوگ غصہ یا جوش یا انتقام کے زور میں کسی کو قتل کردیتے ہیں وہ بعد کو اپنی زندگی ہی سے محروم ہوجاتے ہیں بلکہ اپنے ساتھ اپنی بیوی بچوں کو بھی مصیبت میں گرفتار کردیتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنا غصہ روکا کریں اور ہم پر کوئی ظلم کرے تو صبر کریں کہ خدا اسکی سزا ظالم کو دیگا اور مظلوم کی بھلائی کا انتظام کرے گا۔ ہم اس

ظلم کا بدلہ لینے کے لئے اپنے کو کیوں ہلاکت میں ڈالیں۔ دنیا کی مصیبت تو صرف یہ ہے کہ قتل کے عوض قتل ہونا یا پھانسی پڑنا ہوتا ہے مگر قیامت میں تو اسکی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا جس سے خدا ہر مومن کو بچائے۔ تھوڑے مال۔ یا مختصر جائداد یا معمولی ظلم کی وجہ سے کوئی شخص دوسرے کو قتل کر دیتا ہے تو وہ خود اپنا دشمن ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیثوں میں بھی اس قتل کو بہت تاکید سے روکا ہے۔ ایک روایۃ میں ہے کہ مومن کے قتل کرنے والوں کے لیے توبہ بھی نہیں ہے۔ ایک راوی کہتا تھا کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی جان کر قتل کرے گا وہ مقتول قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اپنے ایک ہاتھ سے قاتل کو پکڑے ہوگا اور ایک ہاتھ سے اپنی گردن کو جس کی رگوں سے خون کا فوارہ بہتا ہوگا۔ اس صورت سے آکر وہ خدا کے عرش کے سامنے کھڑا ہوگا اور فریاد کرے گا اے میرے پروردگار اب تو ہی اپنے اس بندے سے پوچھ کر اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا تھا۔ ایک روایۃ یہ بھی ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہر گناہ بخشا جا سکتا ہے مگر دو گناہ کبھی بخشا نہیں جائیگا۔ ایک کفر اور دوسرے قتل۔ کہ جو کافر ہوگا وہ اور جو کسی کو قتل کرے گا وہ بھی کسی طرح بخشا نہیں جا سکتا ہے [1] قرآن مجید میں قتل کے متعلق یہ آیۃ

[1] تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ

بھی بہت سخت ہے فرماتا ہے مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (جو شخص کسی جان کے بدلے میں نہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی سزا کے طور پر نہیں بلکہ ناحق کسی کو مار ڈالے تو اسکی نسبت یہ سمجھا جائیگا کہ گویا اس نے تمام آدمیوں کو مار ڈالا) ع۵ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ جو شخص ایک شخص کو بھی قتل کرے گا وہ جہنم کی ایسی سخت جگہ میں ڈالا جائیگا کہ اگر سب لوگوں کو قتل کرتا تب بھی اسی جگہ میں ڈالا جاتا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو شخص کسی کا خون کرے۔ یا شراب پیئے یا چغلی کھائے وہ بہشت میں نہیں جائیگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک عورت نے کسی بلی کو پکڑ کر باندھ دیا اور اس کو پانی بھی نہیں پلایا وہ پیاسی ہی مر گئی تو اس بلی کی وجہ سے بھی اس عورت پر عذاب کیا گیا۔ خدا نے حضرت موسیٰ پیغمبر پر وحی نازل کی کہ اے موسیٰ اپنی اُمت سے کہدو کہ خبردار کسی کو قتل نہ کریں اس لئے کہ جو شخص کسی کو دنیا میں قتل کرے گا میں آخرت میں اس کو اسی طرح ایک لاکھ مرتبہ قتل کروں گا لہ۔ بی بیو جب ایک معمولی آدمی کے قتل سے خدا کو اس درجہ غضب ہوتا ہے تو اُن بزرگ کے قتل سے اُسکی کیا حالت ہوگی جن کے نور کو اس نے حضرت آدمؑ کی پیدائش

لہ وسائل الشیعہ جلد ۳ ص ۵۱۰

سے بھی چودہ ہزار برس پہلے پیدا کیا تھا^۱ جن کا نام اُس نے
اپنے عرش پر بہت دنوں سے لکھ رکھا ہے حضرت رسولخدا
صلعم فرماتے تھے کہ معراج کی رات میں نے عرش کی داہنی
طرف نظر کی تو دیکھا اُس پر لکھا تھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
اَیَّدْتُہٗ بِعَلِیٍّ وَنَصَرْتُہٗ بِہٖ (محمدؐ اللہ کے رسول ہیں
میں نے ان کو علیؑ کے ذریعہ سے مضبوط کیا اور میں نے انھیں
سے ان کی مدد کی)^۲ حضرتؑ کی شان میں ایک بڑے
صحابی فرماتے تھے کہ خدا نے قرآن مجید جس جس جگہ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا (اے ایمان والو) فرمایا ہے وہاں ایمان والوں کے
سردار اور پیشوا حضرت علیؑ ہی ہیں^۳ حضرت رسولخدا
صلعم فرماتے تھے کہ خدا نے مجھے اپنا ویسا ہی دوست بنایا
ہے جیسا حضرت ابراہیمؑ کو بنایا تھا اور بہشت میں میرا اور
حضرت ابراہیمؑ کا قصر سامنا سامنے ہوگا اور ان دونوں
قصروں کے درمیان علیؑ کا قصر ہوگا۔ پس کیسے اچھے یہ
(علیؑ) دوست ہیں جو دو دوستوں کے درمیان رہیں گے^۴
اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ کی محبت کے بارے
میں حضرت صلعم فرماتے تھے کہ علیؑ کی محبت گناہوں کو
اس طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر ختم کر دیتی
ہے^۵ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے جو شخص چاہے کہ

---

^۱ ریاض نضرہ جلد ۲ صـ ۱۶۴ ^۲ ریاض نضرہ صـ ۱۷۲ ^۳ ریاض نضرہ صـ ۲۰۷
^۴ ریاض نضرہ صـ ۲۰۱ ^۵ ریاض نضرہ صـ ۲۱۵

حضرت آدمؑ کو اُن کے علم میں حضرت نوحؑ کو انکی سمجھ میں حضرت ابراہیمؑ کو اُن کے حلم میں حضرت یحییٰؑ کو اُنکے زہد میں حضرت موسیٰؑ کو اُن کے دبدبہ میں دیکھے وہ علیؑ کو دیکھ لے ؎۱ دوسروں کا کیا ذکر ہے خود خلیفہ دوم کا قول سنئے۔ وہ کہتے تھے کہ میں حضرت رسولخدا صلعم پر گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں نے سُنا حضرت فرماتے تھے کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلّے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلّے میں صرف علیؑ کا ایمان رکھ دیا جائے تب بھی علیؑ کے ایمان کا پلہ بھاری ہی رہیگا ؎۲ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ آنحضرت صلعم آپؑ سے فرماتے تھے اے علیؑ تم ہی صدیق اکبر اور فاروق ہو کہ حق و باطل میں فرق کردو گے ؎۳ ایک دفعہ حضرت رسولخدا صلعم کے پاس بھنا ہوا چڑیا لاکر رکھا گیا۔ حضرتؐ نے کھانے کے قبل دعا فرمائی۔ اے اللہ تیری مخلوق میں جو شخص تجھ کو سب سے زیادہ پیارا ہو اُس کو میرے پاس بھیج دے کہ وہ آکر میرے ساتھ اس چڑیے کا گوشت کھائے۔ فوراً حضرتؐ کی دعا قبول ہوئی۔ خدا نے حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کو بھیج دیا اور آپؑ نے حضرتؐ کے ساتھ اس کا گوشت کھایا ؎۴ جس سے معلوم ہوا کہ خدا کو حضرت رسولخدا صلعم کے بعد سب سے

؎۱ ریاض نضرہ صفحہ ۲۱۸ ؎۲ ریاض نضرہ صفحہ ۲۱۶ ؎۳ ریاض نضرہ صفحہ ۱۵۵

؎۴ ریاض نضرہ صفحہ ۱۶۰

زیادہ پیارے حضرت علی علیہ السّلام ہی تھے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمد۔ اور کیوں نہ ہوتے کہ حضرتؑ نے اپنی پوری زندگی خدا کی خوشی حاصل کرنے میں گزاری آپؑ کا کوئی قدم مرضیٔ خدا کے خلاف نہیں اُٹھا اور آپ کوئی بات معبود کی خوشی کے خلاف نہیں بولے۔ حضرت رسولخدا صلعم کا اُس وقت ساتھ دیا جب سب لوگوں نے حضرتؐ کو چھوڑ دیا تھا۔ آنحضرت صلعم کی حمایت و مدد کا اُس مجمع میں وعدہ کیا جہاں سب لوگ خاموش تھے۔ آنحضرت صلعم کے بستر پر اُس رات سوئے جب حضرتؐ کے قتل کے لئے تلواریں کھچی ہوئی تھیں۔ غزوۂ بدر میں جان پر کھیل کر اسلام کا بول بالا کر دیا۔ غزوۂ اُحد میں جب سب صحابہ بھاگ گئے تو حضرتؑ ہی جمے رہے اور کافروں کو قتل بھی کرتے تھے اور آنحضرت صلعم کی حفاظت بھی کرتے تھے۔ غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کے للکارنے پر اسلام ذلیل ہوتا تھا اور آنحضرت صلعم پریشان تو حضرتؑ ہی نے مسلمانوں کی عزت رکھ لی۔ اسلام کا نام بچا لیا اور عمرو بن عبدود کو قتل کر کے ایمان کا جھنڈا اونچا کر دیا۔ غزوہ خیبر میں جب بڑے بڑے مسلمان جا کر بھاگ آئے اور مرحب کے خوف سے سب مُردہ ہو رہے تھے تو حضرتؑ ہی نے اُسکو قتل اور قلعہ خیبر کو فتح کر کے خدا کے دین کو مستحکم اور آنحضرتؐ کے دل کو مطمئن کر دیا۔ پھر حضرت رسولخدا صلعم کی وفات کے بعد حضرتؑ ہی تھے کہ خدا کے پیارے حبیب

حضرت رسولخدا صلعم کے غسل و دفن کا انتظام کیا اور دوسرے لوگ اپنی دنیا بنانے لگے مگر حضرت نے اسکے مقابلہ میں کسی چیز کو کچھ نہیں سمجھا۔ اسکے بعد حضرتؑ خلافت سے محروم کر دیئے گئے۔ حضرتؑ کا حق چھین لیا گیا۔ حضرتؑ پر ہر قسم کا ظلم کیا گیا مگر حضرت رسولخدا صلعم کی وصیت کے مطابق حضرت صبر ہی کرتے رہے۔ پھر خدا حضرتؑ سے زیادہ کسی کو کیسے دوست رکھے گا۔ کیا یہ اسکے انصاف کے خلاف نہیں ہوگا؟ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ مگر جو لوگ خدا کے پیارے ہوگئے ہیں دنیا پرست اُن کے دشمن ہوجاتے ہیں۔ حضرتؑ کے دشمن بھی کئی قسم کے لوگ تھے۔ ایک شام والے جو معویہ کے پیرو تھے۔ دوسرے خوارج۔ انھیں میں ایک شخص عبدالرحمن بن ملجم بھی تھا۔ آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اے علیؑ بتاؤ پہلی اُمتوں میں سب سے زیادہ شقی کون تھا۔ حضرت نے کہا جس نے ناقہ صالح کی کوچیں کاٹی تھیں۔ فرمایا تم نے سچ کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اس امت میں سب سے زیادہ بدبخت کون ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ فرمایا وہ شخص ہوگا جو تمہارے سر پر ضربت لگائیگا اور تمہاری داڑھی کو تمہارے خون سے خضاب کریگا [1] آہ آہ بی بیو جب سنہ ۴۰ھ کا ماہ رمضان شروع ہوا تو جناب امیر علیہ السلام باری

---

[1] استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۳۰

باری کسی رات کو امام حسن علیہ السلام کے ہاں کھانا کھاتے
اور کسی رات کو امام حسین علیہ السلام کے ہاں مگر تین لقموں سے
زیادہ نہیں کھاتے اور فرماتے تھے کہ میں اس بات کو دوست
رکھتا ہوں کہ بھوک کی حالت میں دنیا سے جاؤں اُس زمانہ میں
کوفہ میں خارجی فرقہ کی ایک بڑی خوبصورت عورت قطامہ تھی
وہ بھی حضرتؑ کی دشمن تھی جب ابن ملجم کوفہ میں آیا تو اُس عورت پر
عاشق ہوگیا۔ قطامہ نے اس سے کہا تو علیؑ کو قتل کردے
تو میں تجھ سے شادی کروں۔ وہ تو اسی فکر میں تھا ہی دونوں
کی راے ہوگئی۔ اُدھر حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بھی
اشارہ کنایہ سے اپنی شہادت کی پیشین گوئی فرمانے لگے۔
ماہ رمضان میں ایک دن حضرتؑ منبر پر وعظ فرما رہے تھے
ناگہاں امام حسن علیہ السلام کی طرف دیکھ کر پوچھا اے فرزند
اس مہینے میں کتنے دن گزرے ہیں۔ آپ نے جواب دیا تیرہ
دن۔ اسکے بعد امام حسین علیہ السلام کی طرف نظر کر کے دریافت
کیا اے فرزند اس مہینے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔
آپ نے کہا سترہ دن۔ تب حضرتؑ نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ
لے جا کر فرمایا کہ اسی مہینہ میں اس امت کا بدبخت ترین مردم
میری ڈاڑھی کو میرے سر کے خون سے خضاب کریگا۔ اسی
زمانہ میں ایک روز حضرتؑ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم
سے فرمایا بیٹی قریب ہے کہ ہم لوگوں کے اس لطف و خوبی سے
ساتھ رہنے کا زمانہ ختم ہو جائے اور میرا اس دنیاے فانی کو

چھوڑ دوں ۔ یہ سنکر جناب ام کلثوم رونے لگیں حضرتؑ نے فرمایا اے جان پدر کسی ذی رُوح کو موت سے چارہ نہیں ہے ۔ رات میں نے جناب رسالت مآب صلعم کو خواب میں دیکھا آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے میرے چہرہ کا غبار صاف کر کے فرمایا اے علیؑ جو کچھ تم پر واجب تھا تم ادا کر چکے اب میرے پاس چلے آؤ حضرتؑ نے جب اس خواب کی کیفیت امام حسن علیہ السّلام سے بیان کی تو آپ پر ایسا اثر ہوا کہ رونے لگے [۱] آہ آہ اُنیسویں رات کو کسی نے حضرتؑ سے پوچھا کہ آپ کھانا اس قدر کم کیوں کھاتے ہیں۔ فرمایا کہ اب میری زندگی کی دو ایک راتیں باقی رہ گئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ مجھ بلا پشلا کمزور بھوکا خدا کی حضور میں جاؤں۔ جناب اُم کلثومؑ نے افطار کے لئے جو کی دو روٹیاں کچھ نمک اور ایک پیالا دودھ لاکر حضرت کے پاس رکھا ۔ حضرتؑ نے دیکھا تو رو کر فرمایا اے بیٹی کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارا باپ بروز قیامت خدا کے سامنے حساب دینے کے لئے دیر تک کھڑا رہے؟ بیٹی میں رسولؐ کا پیرو ہوں ۔ اے بیٹی دنیا کی حلال چیزوں میں حساب اور حرام چیزوں میں عذاب ہے ۔ اے بیٹی جب تک تم ان دونوں (نمک اور دودھ) سے ایک چیز نہ اُٹھاؤ گی میں ہرگز کھانا نہیں کھاؤں گا ۔ اب جناب اُم کلثوم کیا کرتیں۔ اگر نمک اُٹھا لیتیں تب بھی حضرتؑ نہ مانتے ۔ مجبوراً آپ نے

[۱] روضۃ الاحباب

دودھ کا پیالا اُٹھا لیا۔ تب حضرتؑ نے ایک روٹی نمک کے ساتھ تناول فرمائی اور شکر خدا بجا لائے۔ پھر عبادت خدا میں مشغول ہو گئے۔ رات بھر حضرتؑ عبادت کرتے رہے اور بہت بے چینی میں گھڑی گھڑی مکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف تکتے تھے اور کہتے تھے کہ سچ فرمایا تھا رسول اللہ نے خدا کی قسم حضرتؐ نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ میرے قاتل کو میرے قتل سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ پھر گھر میں چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کے لئے حضرتؑ کی آنکھ لگ گئی جس سے گھبرائے ہوئے اُٹھے اور سب بی بیوں لڑکوں بچوں کو جمع کر کے فرمایا۔ اس وقت میں نے جناب رسول خدا صلعم کو خواب میں دیکھا ہے فرماتے ہیں کہ اے ابو الحسنؑ میں تمہارا بہت مشتاق ہوں جلد تم میرے پاس آؤ گے۔ یہ سنکر سب رونے لگے اور حضرتؑ ذکر خدا اور استغفار میں مشغول ہوئے۔ اسی حالت میں نماز صبح کا وقت قریب ہوا اور حضرتؑ تجدید وضو کر کے کمرے سے نکل کر صحن میں آئے مکان میں کچھ بطیں پلی ہوئی تھیں۔ حضرتؑ کو جاتے دیکھا تو سب لپٹ گئیں حضرتؑ کا دامن پکڑ لیا اور شور کرنے لگیں۔ ایک شخص نے چاہا کہ بطوں کو ہٹائے۔ حضرتؑ نے منع کیا اور فرمایا کہ یہ وہ آوازیں ہیں جن کے بعد مجھ پر نوحے بلند ہونگے۔ الغرض حضرت اسی حالت سے مسجد میں تشریف لائے اور حسب معمول گلدستۂ اذان پر جا کر اس طرح اذان دی کہ کوفہ

# وہابی شوہر اور حنفی بی بی کا زبردست مناظرہ

عزاداری کے متعلق حضرات اہلسنت دن رات کثرت سے جو اعتراضات کرتے رہتے ہیں ان سب کو وہابی شوہر کیطرف سے لکھکر اسکی حنفی بیوی کیطرف سے سب کا نہایت محققانہ جواب بطرز ناول کتاب تصویر عزا میں جمع کر دیا گیا ہے جو ۵۰ صفحہ میں عمدہ کاغذ پر اچھی لکھائی چھپائی سے شایع ہوئی ہے۔ یہ کتاب ایک نعمۃ خدا ہے۔ ہر شیعہ کے پاس رہنا ضروری ہے۔ نہایت درجہ پسند کی گئی اور بڑے بڑے علم دوست نے اسکی کمال درجہ مدح و ثنا کی ہے۔ مثلاً اخبار خورشید مظفر نگر نے لکھا ہے "جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ صاحب اصلاح کھجوا کی دینی خدمات تقریباً ۲۵ سال سے قوم کو ممنون احسان بنائے ہوئے ہیں آپکی ایک جدید تصنیف تصویر عزا ہر پہلو سے نہایت ہی معرکۃ الآرا رہے۔ دلچسپ ایسی کہ شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کئے ہوئے چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔ طرز بیان اس قدر مرنجان مرنج کہ شیعہ سنی حنفی وہابی ہر فرقہ کا شخص نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ واقعہ عزا سے لیکر امام حسینؑ کی ذات سے جس قدر واقعات اور مسائل نسبت رکھتے ہیں سب پر بحث کی گئی ہے۔ سیکڑوں مباحث ایک سے ایک زیادہ دلچسپ اس میں بیان کئے گئے ہیں اور مستند کتب اہلسنت کے حوالوں نے اس کتاب کی وقعت کو بڑھا دیا۔ عبارت نہایت سلیس ہے اور ۵۰ صفحات کی کتاب ہوتے ہوئے صرف ۲ قیمت بہت ارزاں ہے" ملنے کا پتہ۔ مینجر اصلاح کھجوا

# خضاب ناظری کرشمۂ حیات

اس خضاب کی عمدگی مثل آفتاب عالم میں روشن ہے ہزاروں خطوط اسکی مدح میں موجود ہیں جناب محشر صاحب لکھنوی اسکے متعلق تحریر فرماتے ہیں "میں نے اکثر دور دور سے خضاب منگوایا لیکن ایسا خضاب نہ پایا۔ بالوں کو سیاہ چمکیلا اور نرم کر دیتا ہے۔ بوڑھوں کو جوانی کی بہار دکھلاتا ہے گویا یہ خضاب ہر خضابوں سے بہتر ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱ خورد فی شیشی ۱۰ دو شیشی سے کم نہیں روانہ کیا جاتا۔ جناب محشر لکھنوی نے تحریر فرمایا ہے:-

واقعی جیسا لکھا ویسا ہی پایا لاجواب — سیکڑوں لاکھوں میں حضرت کا خضاب انتخاب
لڑنے لگتا ہے سیاہی میں شب دیجور سے — رنگ لائے سامنے کالا کہاں یہ پیچ و تاب
پاس تک آنے نہیں دیتا یہ نقلی صورتیں — میں تو اسکے رنگ اصلی پر فدا ہوں اے جناب
ابتدا سے انتہا تک ایک صورت رکھتا ہے — نیلے پیلے رنگ سے پہلے شکل ایسے سے اجتناب
اشتہار کے مانند جیسے ابن مظاہر کم ہو — عالم پیری میں محشر ہم دکھاتے ہیں شباب

المشتہر حکیم سید محمد ناظر کھجوا (بہار)

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح سٹیم پریس کھجوا میں چھپوا کر شایع کیا)

باسمہ سبحانہ
نحمدہ ونصلی
ماہوار رسالہ

# اصلاح

نمبر ۴ | ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۳ھ | ج ۳۸

فہرست مضامین



مقام اشاعت

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ عام

## ضروری اطلاع

جمیع ہمدردان اصلاح کی خدمت میں عرض ہے کہ اخی المعظم جناب مولانا السید علی حیدر صاحب قبلہ دام ظلہم مدیر رسالہ اصلاح ایک ضرورت سے پٹنہ تشریف لے گئے تھے جہاں ممدوح کو کئی روز تک رہ جانا پڑا۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد علیل ہو گئے۔ زکام۔ نزلہ۔ تپ کی شکایت رہی اگرچہ الحمد للہ بفضلہ تپ مفارق ہو گئی ہے مگر اور شکایات باقی ہیں اور ضعف بہت ہو گیا ہے۔ اصلاح نمبر ۳ اور ۴ کے مضامین ممدوح کے پٹنہ تشریف لیجانے کے قبل ہی لکھے جا چکے تھے صرف مجالس خاتون کے مضامین کا انتظار تھا کہ لکھ جائیں تو چھپوا کر رسالہ شایع کر دیا جائے۔ مگر جناب ممدوح واپس آنے کے بعد اس کا ایک حرف بھی نہیں لکھ سکے اور اس کے انتظار میں نمبر ۳ کی اشاعۃ میں بہت تاخیر ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے یہ نمبر بھی بغیر مجالس خاتون ہی کے شایع کر دیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ دونوں نمبروں (۳ و ۴) کے مجالس خاتون کی کمی آیندہ پوری کر دی جائیگی۔ آپ حضرات گھبرائیں نہیں بلکہ دعا فرمائیں کہ خدا جناب ممدوح کو جلد قوت عطا فرمائے اور اب کوئی عذر نہ ہونے دے تاکہ مجالس خاتون کے اوراق بھی آیندہ پابندی کے ساتھ شایع ہوتے رہیں اور اس سال ذی الحجہ تک اس کی جلد ۳ بھی ۴۸ صفحہ میں شایع ہو کر یہ کتاب تمام ہو جائے جسکے بعد انشاء اللہ محرم سنہ ۱۳۵۴ھ سے اصلاح کی تقطیع بڑی ۲۰×۲۶/۸ کر کے اسکے ساتھ خلیفہ اول و دوم کی سوانحعمری کی اشاعۃ بھی شروع کر دیجائے۔ ہم نے ہمدردان اصلاح سے درخواست کی تھی کہ اصلاح کے دو دو جدید خریدار مہیا فرما کر اور اُن سے پیشگی چندہ خود لیکر جناب خان بہادر سید محمد حسین صاحب شوق میرٹھ کے نام ارسال فرمائیں تاکہ یہ رقم وہاں جمع ہوتی جائے جس سے مشین پریس کے لئے ایک انجن بھی منگا لیا جائے مگر افسوس

ع من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

جناب ممدوح کا اب دنیا سے انتقال ہو گیا اور ہماری قوم اپنے ایک بڑے مخلص ہمدرد کی قابل قدر خدمات سے محروم ہو گئی۔ اب اصلاح کے جدید خریداروں کا چندہ وہاں نہ بھیجا جائے بلکہ دفتر اصلاح ہی میں روانہ کیا جائے۔

سنہ ۱۳۵۳ھ کا چندہ اصلاح کل حضرات جلد بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما کر شکر گزار کریں اور وی۔ پی کا انتظار نہ کریں کہ اس سے طرفین کا شدید نقصان ہوتا ہے۔





# اصلاح

| جلد ۳۸ | ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۳ھ | نمبر ۴ |
|---|---|---|

## سوانح عمری خلیفہ اول و دوم

حتمی ارادہ کرلیا گیا ہے کہ انشاء اللہ اس سال ذی الحجہ تک مجالس خاتون جلد ۳ تمام کرکے مشین پریس کے لئے ایک اداۂل انجمن منگاکر آیندہ محرم سنہ ۱۳۵۴ ہجری سے رسالہ اصلاح کی تقطیع بڑی (۲۰×۲۶) کردی جائیگی اور اس کے ساتھ خلیفہ اول کی سوانح عمری ماہوار ۶ صفحہ شایع کیجائیگی جب وہ مکمل ہوجائیگی تب فوراً خلیفہ دوم کی سوانح عمری بہت مہذب اور محققانہ لکھی جائیگی۔ اب اسکے لئے جو ضروری سامان ہیں۔ ہمدردان علم و معارف جلد پورا کریں۔ انجمن کے لئے ڈیڑھ ہزار روپیہ کی فوری ضرورت ہے جو صرف پانچ سو جدید خریداران اصلاح سے پوری ہوجاسکتی ہے۔ اگر ہمدردان اصلاح صرف دو دو حضرات کو اصلاح کا جدید خریدار بناکر اور اُن سے سال رواں سنہ ۵۳ کا پیشگی چندہ خود ہی چھ روپیہ وصول کرکے بذریعہ منی آرڈر جناب خان بہادر ڈپٹی سید محمد حسین صاحب شوق پنشنر خیر نگر دروازہ میرٹھ کے نام روانہ کردیں تو آہستہ آہستہ وہاں یہ رقمیں جمع ہوتی جائیں اور ماہ صیام تک اداۂل انجمن یہاں منگالیا جائے جس قدر جلد آپ حضرات جدید خریداروں کے چندے وہاں روانہ کرینگے اسی قدر جلد سوانح عمری خلیفہ اول و دوم کا کام شروع کردیا جائیگا۔ روپیہ میرٹھ روانہ کیجئے اور جدید خریداروں کا نام اور پتہ ہمیں تحریر فرمائیے

تاکہ ان خریداروں کے نام انعامی کتاب مناظرہ مامون الرشید ہم فوراً روانہ کر دیں۔ یہ بھی ایک بہت دلچسپ اور قابل قدر رسالہ ہے۔ اسے حضرات اہلسنت کو بھی دکھانا چاہیئے

**ایجنٹ اصلاح** کئی سال سے کوئی صاحب اصلاح کی ایجنسی کا کام دفتر کی طرف سے نہیں کرتے ہیں اگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتک کوئی صاحب باہر جا کر اپنے کو اصلاح کا ایجنٹ ظاہر کرکے مومنین سے چندے وصول کر رہے ہیں پس کل ناظرین اصلاح سے التماس ہے کہ ان صاحب اس غرض کے لئے جائیں تو آپ فوراً پولیس کے حوالہ کر دیں اور انپر دھوکہ فریب جعل وغیرہ کا مقدمہ دائر کرا دیں جب تک اس قسم کی کارروائی نہیں کیجائیگی۔ ان لوگوں کی عادت نہیں چھوٹیگی اگر کسی صاحب کو اصلاح کا ایجنٹ مقرر کیا گیا ہوتا تو اصلاح میں ضرور اسکی خبر درج کر دیجاتی۔ پس ہمدردان اصلاح ہوشیار رہیں اور کسی کو اصلاح یا دفتر اصلاح کے نام سے ایک پیسہ بھی نہ دیں بلکہ فوراً گرفتار کرا کے اسکے خلاف قانونی کارروائی کریں یکہ ہمیشہ کیلئے عادت چھوٹ جائے۔

**رسالہ الشمس** بار بار اعلان کر دیا گیا تھا کہ رسالہ الشمس کو ہم نے دفتر اصلاح سے الگ کرکے دائرہ تحقیق کے حوالہ کر دیا ہے جسکے کارکن کل نئے حضرات ہیں۔ انھوں نے قاعدہ کے مطابق خریداران رسالہ الشمس کے نام الشمس جلد ۱۷ کا پہلا نمبر بذریعہ وی۔ پی روانہ کرنا شروع کر دیا۔ اسکی شکایت بعض ہمدردان اصلاح نے ہم سے کی مگر آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ جب اس رسالہ کا انتظام ہم بدل چکے اور جدید حضرات اس کا انتظام کر رہے ہیں ہم ان شکایتوں کے ذمہ دار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اور جب اسکی کتاب تصویر عزا مکمل ہو چکی اور اب تین دوسری کتابیں شایع ہو رہی ہیں تو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ خریداران کتاب تصویر عزا ان جدید کتابوں کے خریدار بھی رہیں گے تاکہ ان کے نام بغیر وی پی کے رسالہ جاری رہے اور ان سے امید کی جائے کہ خود چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیں گے۔ بہرکیف اس کے متعلق جو لکھنا ہو مدیر صاحب دائرہ تحقیق کجھوا کو تحریر فرمائیں۔ اور کل ہمدردان علوم و معارف اس دائرہ کو ترقی دینے کی کوشش کریں کہ انشاء اللہ دینی خدمات کا ایک مستقل مرکز بن جائے۔

# اعلیٰحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ کے دو تازہ فرمان

## مسلمانوں کو حدیث مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح کی یاددہانی

جریدۂ غیر معمولی — جلد (۶۵) حیدرآباد دکن ۔ ۳۰ امرداد ۱۳۴۳ف م ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۵۳ ہجری یوم پنجشنبہ ۔ نمبر (۱۰)

بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ بالقابہم پیشکار وصدر اعظم باب حکومت سرکار عالی ۔ پیشکار اعلیٰحضرت اقدس و اعلیٰ سے شرف ورود لایا ہوا فرمان وضاحت نشان مترشدہ ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۵۳ھ شایع کرنے کی سعادت حاصل کیجاتی ہے ۔ سید محمد مہدی معتمد صدر اعظم بہادر وباب حکومت ۔

**فرمان** — مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں نے سال گزشتہ اور اس سال بابت احترام ماہ محرم الحرام یا مسئلہ سماع جو کچھ لکھا تھا (یعنی فرامین جاری ہوئے تھے) تو اس کے متعلق غلط تاویلات ہو رہے ہیں یا صحیح مفہوم سمجھنے میں وقت واقع ہو رہی ہے لہذا میں نے مناسب سمجھا کہ سطور اس باب میں لکھکر غلط فہمی کو دور کردوں ۔

وہ یہ ہے کہ جو کچھ میں نے بیان کیا تھا وہ پند ونصائح کی شکل میں تھا نہ کہ قانون یا تہدید کے پیرایہ میں ۔ جس کے یہ معنی ہے کہ ہر فرقہ مذہب اسلام کا (اور دوسرے مذاہب کا) اپنے ادائی فرض میں ہر طرح سے آزاد ہے ۔ اب رہا سماع تو اس بارہ میں میں نے جو کچھ کہا تھا تو اس کا انحصار ان اعراس تک محدود تھا جو کہ منجانب سرکار ادا ہوتے ہیں ۔ نہ کہ کسی کے خانگی عرس یا گھر کی مجلس سے متعلق ۔

الحاصل میرے اور میرے بزرگوں کا یہی شعار رہا ہے کہ جب تک نقض امن کی شکل نہ پیدا ہو کسی مذہب کے ادائے فرض میں مخل نہ ہو ۔ اور یہی درست طریقہ ہے حکمرانی کا بخصوص ایسی حالت میں جبکہ مختلف فرقے وملت کے لوگ رئیس کے زیر

سایہ زندگی بسر کرتے ہوں ۔ چنانچہ مذہب اسلام کا بھی یہی حکم ہے کہ گو انسان اپنے مذہب کا پابند رہے (اس سے بحث نہیں کہ وہ مذہب کیا ہے) تاہم دوسرے مذاہب کو زبان سے برا نہ کہے ۔ اور میری دانست میں یہ صحیح اصول معیت ہے ۔ خلاصہ اینکہ ایک طرف اگر میں حب اہلبیتؑ کو اپنا جزو ایمان سمجھتا ہوں تو دوسری طرف جتنی برگزیدہ ہستیاں گزری ہیں انکی تعظیم و تکریم بھی (بہ فرق مراتب) واجب جانتا ہوں ۔

ہیچ ہے ۔ قطعہ

باغ بہشت وصف جمال محمدؐ است　　ختم رسل صفات کمال محمدؐ است
اے غرقۂ گناہ ز طوفان غم مترس　　کشتی نوحؑ عصمت آل محمدؐ است

مصرعہ چہارم ترجمہ ہے حدیث صحاح ستہ کا یعنی اَھْلُ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ فَمَنْ رَکِبَھَا فَقَدْ نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا فَقَدْ غَرَقَ　　زیادہ سلام خیر ختام

یہ جریدۂ غیر معمولی میں طبع کر دیا جائے

(شرح دستخط مبارک) اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی

۱۶ شہریور ۱۳۴۳ ف مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۳ ہجری یوم یکشنبہ

## دوسرا فرمان

میرے دوسرے لڑکے کا اردو کلام یعنی معظم جاہ والاشان کا جو کم و بیش سات سو غزلوں پر مشتمل ہے ۔ اس وقت فصاحت جنگ جلیل کے زیر اصلاح ہے اور جس وقت یہ کام مکمل ہو جائیگا تو زمانہ قریب میں یہ طبع ہو گا ۔ (دو حصہ میں) اس وقت میں اُستاد کی رائے کے ساتھ کہ کلام کس پایہ کا ہے چند سطری دیباچہ لکھنے کا قصد رکھتا ہوں ۔ خلاصہ اینکہ یہ ذوق و شوق شاعری اُنکو وراثتاً حاصل ہے جو باوجود کم عمری و مشق سخن بہت اعلے وارفع واقع ہوا ہے ۔ ان کا تخلص چار حرفی ہے یعنی شجیع جو ان کے خاندانی نام کے مناسبت سے ہے ۔ یعنی میر شجاعت علی خاں اور اس دیوان کا نام میں نے اسی وجہ سے "شمشیر شجاعت" رکھا ہے خدا اس کو صنف (عدا کے حق میں صمصام بے نیام ثابت کرے اور صاحب قبضہ کو دبدبہ حیدری نصیب ہو

بجاہ آل الیسین ۔

شاہِ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار
طغرا دیوان یہ ہے :- لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

الحق یہ اوسکی شان میں ہے جو ایک طرف رسول خدا صلعم کا ابن عم تھا تو دوسری طرف وصی بنا ہوا تھا ۔ اور دونوں میں نسبت وہی تھی جو کہ مابین مغز و قشر ہو بموجب حدیث صحاح ستہ یعنی یا علی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اسکے سوا ایک منصب نبوت پر فائز تھا تو دوسرا درجہ ولایت پر ۔ منقول از سرفراز لکھنؤ
وکفی باللہ شہیدا دستخط اعلیحضرت بندگان عالی ۔

## حضرت سید الشہداء پر ملائکہ کا رونا

اعلیٰ حضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ نے اس سال ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ کو محرم میں خوشی سے روکنے کے لئے جو فرمان شایع فرمایا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ " ایسی ارفع و اعلیٰ ذات کے سوگ میں جتنا بھی کیا جائے کم ہی کم ہے کہ انسان تو کیا ملائکہ نے بھی ایسے کرب و بلا کے سانحہ (یعنی یوم عاشورہ) میں آہ و بکا کیا ہے" اس پر بعض متعصب لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ " امام حسینؑ پر ملائکہ کا آہ و بکا کرنا ثابت نہیں ہے"۔ مگر افسوس اُن حضرات نے یا اسلامی کتابیں نہیں دیکھیں یا دیکھیں تو تجاہل عارفانہ کر رہے ہیں ۔ فرشتوں کے رونے کا ذکر بے حد و حساب کتابوں میں موجود ہے ۔ ہم اس مختصر مضمون میں تین کتابوں کی عبارتیں درج کرتے ہیں وہ حضرات غور سے ملاحظہ کریں ۔

(۱) بڑے معتبر اور محقق علامہ اہلسنت جناب شیخ سید شبلنجی المدعو بمومن رحمۃ اللہ نے لکھا ہے واذا بسحابۃ عظیمۃ فیھا دوی کدوی الرعد والریاح خفقان ا جنحۃ نازلت حتی لصقت بالارض فقلع الاذان وسمعت منادیا ینادی انزل

یا محمد انزل یا احمد صلے اللہ علیک وسلم واذا بالنبیؐ وعلیہ حلتان
من حلل الجنۃ وعن یمینہ صف من الملائکۃ والحسنؑ وفاطمۃ رضی قیل
حتی ونا من الراس فضمہ الی صدرہ و بکی بکاء شدیدا ثم دفعہ الی
امہ فاطمۃ فضمتہ الی صدرہا وبکت بکاء شدیدا حتی علا بکاؤھا
وبکی لھا من سمعہا فی ذلک المکان یعنی اتنے میں ایک بڑا ابر دکھائی دیا
جس میں بجلی کی کڑکڑ اسی آواز اور تیز ہوا اور پروں کی پھڑپھڑاہٹ تھی۔ پھر
وہ ابر نیچے اترا اور زمین سے مل گیا۔ تب آواز بلند ہوئی اور میں نے ایک منادی کو
سنا کہ کہتا ہے اے رسولخدا حضرت محمدؐ اتر جائیے۔ آحضرت احمد صلی اللہ علیک تشریف
رکھیے۔ اس کے بعد حضرت رسولخدا صلعم دکھائی دیئے جو بہشت کے دو حلے پہنے ہوئے
تھے اور حضرت کی داہنی جانب فرشتوں کی ایک صف تھی اور امام حسنؑ و جناب سیدہ بھی تھیں
پس حضرت رسولخدا صلعم ادھر متوجہ ہوئے اور امام حسینؑ کے سر کے پاس آکر اس کو اپنے سینہ سے
لگا لیا اور خوب روئے پھر وہ سر جناب فاطمہؑ کو دیا انھوں نے بھی سینے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر
روئیں۔ یہاں تک کہ آپ کے رونیکی آواز بلند ہوگئی اور اس جگہ جو جو فرشتے اور جو لوگ
تھے وہ سب بھی رونے لگے (نور الابصار مطبوعہ مصر ص ۱۳) اس سے صاف ثابت ہوا کہ
ملائکہ حضرت امام حسینؑ پر روئے۔ اسکے بعد کیا ہوا ثم قال النبیؐ یا ابی آدم ویا ابی نوح ویا
ابی ابراہیم ویا اخی موسی ویا اخی عیسٰے اشھدوا وکفی باللہ شہیدا علے امتی بما کافؤنی
فی ابنی وولدی ۔من بعدی قد نامنہ ملک من الملائکۃ فقال قطعت قلوبنا یا ابا
القاسم انا الملک الموکل بسماء الدنیا.. ثم قام ملک آخر فقال قطعت قلوبنا یا
ابا القاسم انا الملک الموکل بالبحار... فقال النبیؐ یا ملائکۃ ربی کفوا عن امتی
یعنی پھر حضرت رسولخدا صلعم نے انبیاء سے فرمایا کہ اے بابا آدم۔ اے بابا نوح
اے بابا ابراہیم اے بھائی موسیٰ۔ اے بھائی عیسےٰ اگرچہ خدا خود بڑا گواہ ہے
مگر آپ لوگ بھی گواہ رہیں اور دیکھیں کہ میری امت نے میرے فرزند اور میری اولاد کے

ساتھ میرے بعد کیسا سلوک کیا اور میرے احسانوں کا کیا بدلہ دیا ہے اس پر ایک فرشتہ حضرتؐ کے پاس گیا اور کہا اے ابو القاسم (پیغمبر صلعم) آپ نے اپنے رونے اور نوحہ و بین سے ہم لوگوں کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے یا حضرت میں وہ فرشتہ ہوں جو دنیا کے آسمان پر مسلط ہوں ... پھر دوسرا فرشتہ کھڑا ہوا اور کہا اے ابو القاسم آپ نے ہمارے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا میں وہ فرشتہ ہوں جو سمندروں پر مسلط ہوں۔ اس پر آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا اے فرشتو میری امت پر بھی عذاب نہ نازل کرو (نور الابصار صفحہ ۱۳۷) اس سے بھی حضرت امام حسینؑ پر فرشتوں کا دردناک ہونا بلکہ رونا واضح ہے (۲) قسطنطنیہ کے شیخ الاسلام جناب علامہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی نے تحریر فرمایا ہے کہ جب حضرت امام زین العابدینؑ قید شام سے چھوٹ کر مدینہ واپس آئے ہیں تو مدینہ سے باہر ٹھہر کر حضرتؑ نے ایک خطبہ پڑھا ہے جس میں فرمایا مصیبتنا ثلمة عظیمة فی الاسلامؑ وسبیت نسائہ وذریتہ وطیف برأسہ فی البلاد ان علی عالی السنان فهذہ الرزیۃ لعلوا علی کل رزیۃ فلقد بکت السبع الشداد بقتلہ والسبع الطباق لفقدہ وبکت البحار بامواجها والارضون بارجائها والاشجار باغصانها والطیور باوکارها والحیتان فی لجج البحار والوحوش فی البراری والقفار والملائکۃ المقربون والسموات والارضون یعنی اے مسلمانو! ہماری مصیبت اسلام میں ایک عظیم رخنہ اور مخلوق میں ایک سخت آفت ہے۔ ہمارے پدر بزرگوار اور حضرتؑ کی عترت و انصار سب شہید کر دیئے گئے اور حضرتؑ کی عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے اور حضرت کا سر مبارک بلند نیزوں پر شہروں میں گھمایا گیا۔ پس یہ مصیبت سب مصیبتوں سے سخت تر ہے کیونکہ اس پر ساتوں آسمان اور ساتوں طبقے اور سب سمندر اپنے موجوں سے اور سب زمینیں اپنے اطراف سے اور کل درخت اپنی ڈالیوں سے اور کل پرندے اپنے گھونسلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں کی تہوں میں اور وحشی جانور جنگلوں میں بیابانوں میں اور ملائکہ مقربین اور آسمان و زمین غرض سب روتے ہیں (ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول صفحہ ۳۴۵ مقتل)

صورۃ زینب کی کلام امام قتل الحسین وعترتہ وانصارہ

ابی مخنف صـ) اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسینؑ کی مصیبت پر صرف فرشتے ہی نہیں روئے ہیں بلکہ تمام عالم روتا رہا ہے۔ (۴) حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی نے تحریر فرمایا ہے۔ هبط علے قبر الحسین بن علی یوم اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیامۃ یعنی جس روز حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے اسی روز ستر ہزار فرشتے آسمان پر سے بھیجے گئے کہ وہ حضرت کی قبر پر قیامت تک روتے رہیں (غنیۃ الطالبین صـ۶۱) جس سے ثابت ہوا کہ خدا ہی نے حضرت امام حسینؑ پر رونے کے لئے فرشتوں کو مقرر کیا تاکہ انسان و جنات کے ساتھ خدا کی طرف سے اس کے مخصوص بندے ملائکہ بھی حضرتؑ پر رونے کا بہترین عمل انجام دیتے رہیں۔ وہ بھی ایک روز نہیں بلکہ قیامت تک اور یہ واضح امر ہے کہ جب خدا نے حضرت رسولخدا صلعم ہی کی وجہ سے تمام دنیا کو پیدا کیا جیسا فرمایا لولاک لما خلقت الافلاک (اے رسول اگر تم کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں تک کو پیدا نہ کرتا) تو حضرت رسولخدا صلعم کے رونے کی وجہ سے تمام عالم کا رونا بھی ضروری ہے۔ اسی کو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا ہے کہ لما وقعت واقعۃ الشہادۃ اشتہر ھا بانقلاب التربۃ دما وامطار الدم من السماء وھتف الھواتف بالمراثی ونوح الجن وبکاءھم یعنی واقعہ شہادت ہو گیا تو خدا نے اس کو اس طرح مشہور کیا کہ مٹی خون بن گئی آسمان سے خون برسا غیبی ہاتفوں نے (جو ملائکہ ہی ہوں گے ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا) مرثیہ پڑھے اور جنات نے نوحہ و بکا کیا (سر الشہادتین صـ۱۹ تا ۲۰) یہ بات قابل غور ہے کہ جب حضرت شہید ہو گئے تو تزلزلت الارض واظلمت الدنیا وامطرت السماء دما عبیطا ونادی فی السماء قتل واللہ الحسین بن علی والامام بن الامام والاسد ابا سل وکہف الارامل یعنی زمین میں زلزلہ پڑ گیا دنیا اندھیری ہو گئی آسمان نے خون برسا اور آسمان میں ندا دی جاتی تھی کہ حسین بن علی امام بن امام شیر بیشۂ شجاعت اور بیوؤں کے

 مددگار یتیموں کے سر پرست قتل ہو گئے (ینابیع المودۃ صـ۳۱۹) یہ ندا دینے والے سوا فرشتوں کے کون تھے؟

# اعلیٰ حضرت شہریار دکن خلد اللہ ملکہ

## پر

# اعتراض کا جواب

یہ بات تو مشہور ہے کہ تاجدار دکن دام عمرہ و اقبالہ اہلبیت علیہم الصلوۃ والسلام کی محبت کمال درجہ رکھتے ہیں اور کیوں نہ رکھیں کہ علاوہ شیعوں کی کتابوں کے اہل سنت والجماعت کی معتبر کتابوں میں اہل بیت علیہم السلام کی محبت فرض ہونے کی ہزاروں حدیثیں موجود ہیں اور محبت اہلبیت رکھنے والے کے عظیم الشان مدارج ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اعظم علماے اہل سنت والجماعۃ سے ہیں اپنی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی آل محمدؐ کی محبت میں مرے وہ شہید مرتا ہے جو کوئی آل محمدؐ کی محبت میں مرے وہ توبہ کرکے مرا ہے۔ جو کوئی آل محمدؐ کی محبت میں مرے وہ باایمان کامل مرتا ہے۔ جو کوئی آل محمدؐ کی محبت میں مرے اس کو ملک الموت بہشت کی بشارت دیتے ہیں۔ منکر و نکیر بھی اس کو بہشت کی بشارت دیتے ہیں اور جو کوئی محبت آل محمدؐ میں مرے اس کا زفاف بہشت میں کرتے ہیں جس طرح کہ عروس کا زفاف خانہ شوہر میں۔ جو کوئی آل محمدؐ کی محبت میں مرے وہ بطریق حق مرتا ہے اور جو کوئی آل محمدؐ سے بغض و عداوت میں مرے وہ کافر مرتا ہے۔ جو کوئی آل محمدؐ کے بغض پر مرے وہ کبھی بہشت کی بو نہیں سونگھتا ہے۔

اسی قسم کی احادیث اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کے پیش نظر ہونے سے آپ اپنے کو اہلبیت علیہم السلام کے غاشیہ بردار تصور فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت

امام حسین علیہ السلام کی شان میں ایک سلام فرمایا جسکی ایک بیت یہ ہے ؎

این چنیں آقا و بندہ درجہاں کم دیدہ ام تو امام پاک و عثماں غاشیہ بردار تو

اسی محبت کی وجہ سے اعلیٰحضرت دام عمرہٗ و اقبالہٗ نے گزشتہ ماہ صفر میں ایک فرمان صادر فرمایا جس میں حضور نے مسلمانوں کو حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام روحی وارواح العالمین لہ الفدا کی شہادت کی اہمیت پر توجہ دلاتے ہوئے ہدایت کی کہ "روز عاشورہ وہ روز ہے کہ جس روز انسان تو کیا ملائکہ نے بھی اس دردو مصیبت بھرے واقعہ پر گریہ وزاری کی ہے لہذا اس دن (یعنے روز عاشورہ) غم کیا جائے اور زرق برق لباس نہ پہنا کریں۔ اس پر ان لوگوں نے جو فقط زبانی محبت اہلبیت کا دعویٰ کرتے ہیں اعتراض کیا کہ اس غم میں ملائکہ کا رونا ثابت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جوابات اگرچہ بعضوں نے دیئے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس مظلوم کے غم میں ملائکہ وجنات ہی نہیں بلکہ حیوانات نے بھی گریہ زاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اس زمانہ میں بھی بعض حیوان مثل ہاتھی اور ہرنی اور دریائی آدمیوں نے گریہ وزاری کی۔ اور کر رہے ہیں۔ ان باتوں کو مختصراً اہل سنت والجماعۃ کی معتبر کتابوں میں سے پیش کرتا ہوں۔

**گریہ ملائکہ** اہلسنت والجماعۃ کے پیران پیر جناب غوث اعظم شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے:۔

کہ روز عاشورہ خدائے تعالیٰ کے پاس ستر ہزار فرشتوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی امداد کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لہذا خدائے تعالیٰ نے اجازت دی مگر وہ اس وقت پہونچے جبکہ حضرت امام حسین شہید ہوچکے تھے اس وقت خدا تعالیٰ نے انکو حکم فرمایا کہ اے ملائکہ تم اپنے پروبال گرد آلود کرکے امام حسینؑ کی قبر کے پاس قیامت تک گریہ وزاری کیا کرو۔

**ہاتھی کا گریہ** ایک سنی المذہب علامہ اریب شیخ احمد ابن محمد ابن علی ابن ابراہیم انصاری یمنی شیروانی نے اپنی کتاب مناقب حیدریہ میں جہاں بادشاہ اودھ غازی الدین حیدر مرحوم کی کوٹھی دلکشا کا ذکر کرکے کمال عربیت و ادبیت کو دکھایا ہے۔ اور بادشاہ اودھ کی سواری کا نقشہ لفظوں میں کھینچا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ کیا کسی نے عرب و عجم میں ایسا ہاتھی دیکھا ہے جیسا میں نے بادشاہ غازی الدین حیدر کی کوٹھی کے صحن میں دیکھا اس عجیب و غریب ہاتھی کا واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۲۳۲ھ محرم کی پانچویں تاریخ کو میں بادشاہ ذی الاحترام کے در دولت پر حاضر ہوا تو میں نے ایوان شاہی کے صحن میں ایک ہاتھی دیکھا جو تڑپ تڑپ کر رو رہا تھا اور نوحہ پڑھ رہا تھا۔ اسکی صورت سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے گویا وہ زخمی ذوالجناح کے مثل مصیبت امام مذبوح میں رو رہا تھا لوگ اسکے گرد و پیش کھڑے ہوئے حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نے اپنی سونڈ سے اپنا سر پیٹنا اور اپنے حلق سے یہ بلیغ نوحہ پڑھنا شروع کیا جو صاف طور سے لفظاً لفظاً سمجھ میں آتا تھا۔ نوحہ مذکور یہ ہے ؎

واحسینا واحسینا واحسینا واحسین
ہائے حسینؑ وائے حسینؑ ہائے حسینؑ وائے حسینؑ

واحسینا واحسینا واحسینا واحسین
ہائے حسینؑ وائے حسینؑ ہائے حسینؑ وائے حسینؑ

ان کربی ھاج مما قد جری فی کربلاء
جو واقعہ کربلا میں گزرا اس سے میرا غم جوش میں آگیا

للحسین السید المولیٰ امام الاتقیاء
واسطے حسینؑ سید اور امام اتقیاء کے

من طغاة خالفوا احکام خیر الانبیاء
ان سرکشوں کے ہاتھوں سے جنہوں نے احکام رسولؐ کی مخالفت کی
واذا قوا اهلبیت المصطفیٰ مر العنا
اور اہل بیتؑ مصطفیٰؐ کو مصیبت میں ڈالا
آہ من جور العدیٰ واحسینا واحسینؑ
آہ دشمنوں کے ظلم سے ہائے حسینؑ و اے حسینؑ
شتتوا شمل الهدیٰ واحسینا واحسینؑ
جنہوں نے ہدایت کی جمعیت کو پریشان کر دیا
واهانوا السعداء واحسینا واحسینؑ
لفظ نیکوں کی توہین کی ہائے حسینؑ و اے حسینؑ
لهف نفسی لهف نفسی للشهید المستضام
ہائے افسوس ہائے افسوس اس مظلوم شہید پر
ما تهنأ بشراب وطعام و منام
کہ جس نے پانی اور کھانے اور نیند کی لذت نہ اٹھائی
قبح الله اناسا حاربوا ذلک الامام
خدا برا کرے اُن کا جو ایسے امام سے لڑے
جده المختار حقا خصمهم یوم القیام
جن کے جد احمد مختار بروز قیامت مخالفت کرینگے
ان دمع العین لم واحسینا واحسینؑ
آنکھوں کے آنسو ہائے حسینؑ و اے حسینؑ
یستقم مما الم واحسینا واحسینؑ
اس مصیبت کی وجہ سے نہیں رکتے ہیں ہائے حسینؑ و اے حسینؑ

من کرب والم واحسینا واحسین
ان صدمات و آلام کی وجہ سے ہائے حسینؑ و اے حسینؑ
ایھا الافیال نوحوا اصبح المولیٰ الوحید
اے ہاشمیو نوحہ کرو تمہارا آقا تنہا رہ گیا
ولسیف الظلم مقتولا طریحا فی الصعید
اور ظلم کی تلواروں سے ریگ گرم پر پڑا ہے
وابنه السجاد اضحی فی قیود من حدید
اور اس کا فرزند سید سجاد لوہے کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے
وذوات العز فی ذل وغم للشهید
اور اس شہید کی معزز عورتیں ذلیل غمگین ہو گئیں
طار من عینی الوسن واحسینا واحسین
مری آنکھوں سے نیند اُڑ گئی ہائے حسینؑ و اے حسینؑ
هاج فی قلبی الحزن واحسینا واحسین
میرے دل میں رنج وغم موج زن ہے ہائے حسینؑ و اے حسینؑ
للحسین والحسن واحسینا واحسین
واسطے حسینؑ اور حسنؑ کے ہائے حسینؑ و اے حسینؑ

اس عربی نوحہ کے بعد علامہ شیر والی نے جو عبارت تحریر کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہاشمی نوحہ پڑھ چکا اور اسکی فریاد وزاری اور درد بھری آواز ختم ہوئی تو چھوٹے بڑے نہایت جوش وخروش کے ساتھ گریہ وبکا کرنے لگے اور ہاشمی کو نہایت حیرت سے تکنے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔ کیونکہ انھوں نے اس امر میں استعجاب کیا۔ اور اس کا کلام سنا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بات بناوٹ کی ہے۔ اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ اگر اس نادر الوجود

واقعہ میں زبردستی کا تعجب ہے تو لازم ہے کہ منکر دار السلطنت لکھنؤ میں آکر اس ہاتھی کو بچشم خود دیکھ لیں اور اپنے کانوں سے نوحہ سن لیں ۔ اگر اُن کے آنے سے پہلے ہاتھی یہاں نہ رہا تو ہم بری الذمہ ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے اگر تم کو ہلال نظر نہ آئے تو جن لوگوں نے دیکھا ہے ان پر اعتماد کرو ۔

اور قاضی شوکانی یمنی جو متاخرین میں وہابیوں کے پیشوا تھے انھوں نے بھی اپنی کتاب ضوء لامع میں یہ واقعہ علامہ شیروانی موصوف سے نقل کیا ہے چونکہ کوئی قدح نہیں کرسکتا تھا لہذا جوش تعصب میں آکر لکھا ہے کہ "کوئی شیطان ہاتھی کے پیٹ میں سما گیا ہوگا وہ یہ نوحہ پڑھتا ہوگا" افسوس کہ شوکانی صاحب نے ایسے صریح واقعہ کے جھٹلانے کی ناکام کوشش کی اور ایسی پوچ دلیل لکھی ہے جسے جاہل سے جاہل آدمی بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب رئیس بھوپال نے بھی اپنی کتاب مسمی بہ تاج مکلل کے حاشیہ پر شوکانی صاحب کی عبارت تحریر کی ہے۔

سلطان غازی الدین حیدر صاحب کے ایک پرائیوٹ سکرٹیری جناب میر حسن علی صاحب تھے۔ جب وہ لندن تشریف لے گئے تو وہاں سے ایک انگریز لیڈی کو (شادی کرکے) اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے وہ (مسز میر حسن علی) بارہ برس تک ہندوستان میں رہیں برابر دہلی اور لکھنؤ کی بیگمات کے پاس جایا کرتی تھیں انھوں نے اپنے بارہ برس کے دیکھے ہوئے ہندوستان کے واقعات کی کتاب زبان انگریزی تیار کی جو دو جلدوں میں چھپی تھی اسکی دوسری جلد میں اس ہاتھی کا ذکر درج کیا ہے مگر افسوس کہ اس کتاب کا نام مجھے دستیاب نہ ہوا ممکن ہے کہ مسز میر حسن علی صاحبہ کے نام سے تلاش کرنے پر کسی انگریزی لائبریری میں ملجائے [1]

[1] چونکہ جانسٹھ والے خان بہادر جناب نواب سید مظفر علی خان صاحب کتاب بہارستان اعجاز چھپنے والے ہیں انکو میں نے یہ ہاتھی کا نوحہ درج کرنے کو بھیجا تھا آپ نے اُس کتاب کے اشتہار میں ہاتھی کا نوحہ بطور نمونہ پیش کیا ہے - حاجی غلام علی

## ہرنی کا گریہ

بمبئی میں پندرہ برس سے میمن قوم جو اہل سنت والجماعۃ ہے انکیلئے ایک ماہواری پرچہ گجراتی میں (میمن مترا) جاری ہے اسکی جلد گیارہویں نمبر ۵ سنہ ۱۳۴۷ ہجری ربیع الاول کے پرچہ میں لکھا ہے کہ خاندیس ضلع میں کچھ گاؤں میں ایک میمن محمد حاجی موسیٰ رہتے ہیں انھوں نے ایک ہرنی کا بچہ بچوں کے کھیلنے کے واسطے مول لیا اور اوسکو بکری کا دودھ پلاتے تھے اسکو مول لینے کے دو ماہ بعد محرم کا مہینہ شروع ہوا جب محرم کی نویں تاریخ آئی کہ اس (ہرن کے بچے) نے بکری کا دودھ نہیں پیا اور دوسرے روز عاشور کو بھی دودھ نہیں پیا اور اسکی آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے۔ اور جب بکری کے تھن کو جبراً اسکے منہ میں دیتے تھے تو وہ منہ میں لیتا نہ تھا۔ اس واقعہ کی گاؤں کے لوگوں کو خبر دینے سے برابر لوگ دیکھنے کو آتے تھے۔ آخر محرم کی گیارہویں تاریخ اس بچہ نے بکری کے تھن منہ میں لیکر دودھ پیا۔ یہ ماہواری پرچہ اہلسنت والجماعۃ کا ہے اور اسکے اڈیٹر صاحب سنی ہیں اڈیٹر صاحب اس واقعہ کو لکھکر تحریر فرماتے ہیں "اے مسلمانو بہت افسوس کی بات ہے کہ حیوان بھی امام حسین کے غم میں روتے ہیں اور محرم کی نویں دسویں کو روزہ رکھتے ہیں اور تم مسلمان ہوکر محرم میں ناچنے کودنے اور ڈھونگ سوانگ میں مشغول رہتے ہو"

## دریائی آدمی کا گریہ

سنہ ۱۹۱۱ء میں آگرہ کے اخبار مہر روز نگار میں چھپا تھا کہ اسی سنہ کے ماہ اپریل کی دسویں تاریخ کو بمبئی میں ایک سنی صاحب نے جو ایک اخبار مسمی بہ اخبار اسلام شایع کرتے ہیں۔ ایک عجیب واقعہ چھاپا ہے کہ کپتان جنرل سلیم صاحب سنی المذہب ٹرکی فوج کے ڈاکٹر ہیں۔ انھوں نے ظاہر کیا کہ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ مشیت الٰہی میں حضرت امام حسینؑ کا قتل ہونا ضروری تھا لہذا ان کے غم میں رونا پیٹنا اچھا نہیں ہے مگر ایک واقعہ میں نے ایسا دیکھا کہ اس روز سے میرا خیال بدل گیا وہ یہ ہے کہ جب سے رومی فوج میں ڈاکٹر تھا اسی وجہ سے مجھے سفر کرنے کا موقع ہوا وہ سفر زمانہ محرم میں تھا۔ ہمارا جہاز چلا جا رہا تھا کہ عاشورہ کو عرب ملاحوں نے تین ساعت تک جہاز کو دریا میں کھڑا رکھا اور سب غم امام حسینؑ میں مشغول ہو گئے اس وقت کچھ دور دریا میں قدرے خشک زمین معلوم ہوئی میں نے دیکھا کہ بہت سے دریائی آدمی سمندر سے نکل نکل کر جمع ہو گئے۔ ایسے دریائی آدمی میں نے پہلے بھی دوسرے مقام پر دیکھے تھے وہ برابر مثل آدمی کے قد و قامت کے ہوتے ہیں وہ غم کر رہے تھے

اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہے تھے جہاز کے ملاحوں میں انکا ایک افسر دریائی آدمیوں کی کچھ زبان جانتا تھا میں نے اس سے کہا کہ تو کشتی پر بیٹھکر وہاں جا اور دریافت کر یہ کیا کرتے ہیں جب وہ وہاں گیا تو دور سے اسکو دیکھ دریائی آدمی دریا میں کودنے لگے اس نے بلند آواز سے کہا کہ بھائیو جاؤ نہیں تمکو پکڑنے نہیں آیا مگر کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہم حسینؑ کا ماتم کر رہے ہیں۔ جب اس افسر نے یہ واقعہ مجھ سے آکر کہا میرے ہوش اڑ گئے دل میں کہنے لگا مجھ سے حیوان ہزار درجہ بہتر ہیں اور حسینؑ کے غم میں اتنا دل بھر آیا کہ چیخیں مار کر رونے لگا۔ راقم کہتا ہے کہ جب میں نے یہ واقعہ اپنی گجراتی کتاب مسمی بہ تابوت حسین میں درج کیا اور ادھر ادھر سے چندہ کرکے اسکی چار ہزار جلدیں چھاپ کر وقف کیں اور اکثر مقامات پر ٹکٹ لگا کر روانہ کیں جب یہ کتاب بمبئی کے قریب ایک گاؤں (دیلٹ والا) میں میرے ایک دوست عبد اللہ صاحب کو پہونچی تو کھولکر پڑھنے لگے۔ اس وقت ان کے ایک دوست جو سنی تھے تشریف لائے اور پوچھا کیا پڑھتے ہو۔ جواب دیا یہ ایک کتاب ہے اور ڈاکٹر سلیم صاحب کا واقعہ پڑھکر سنایا تب وہ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ ڈاکٹر سلیم صاحب بمبئی میں آئے ہیں اور آج شام کو میرے مکان پر تشریف لانے والے ہیں ان سے اس واقعہ کی صداقت معلوم ہو جائیگی۔ عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے آنے کے بعد میں ڈاکٹر موصوف سے ملنے گیا اور جواب سلام کے بعد کتاب لیکر واقعہ پڑھنا شروع کیا ڈاکٹر صاحب نے فرمایا پہلے میں بیان کردوں پھر اسکے سنانا۔ ڈاکٹر صاحب نے واقعہ سنانے کے بعد فرمایا اب تم گجراتی کتاب میں پڑھکر سناؤ واقعہ سننے کے بعد فرمایا تمام واقعہ واقعی برابر لکھا ہے اسمیں ذرہ برابر مبالغہ نہیں۔

**گریہ جنات** اگرچہ جنات کے ماتم کی بابت لکھنا نہیں چاہتا صرف آپکو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جناب ملا محمد ... نے ایک مستقل عنوان اس مقصد کیلئے قائم کیا ہے اسکی سرخی کے یہ الفاظ ہیں

(الباب السابع و سبعون فی بیان نوحة الجن علی الحسین ابن علی رضی اللہ عنہما)

ستترہواں باب نوحہ میں جن کے حسینؑ ابن علی پر راضی ہو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے

آخر میں ایک بڑے معزز رئیس ابو ... دین صاحب رائے بہادر سابق سب جج کی ایک رباعی لکھکر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ رباعی

خوشا وہ لوگ جو آتے ہیں بزم ماتم میں — خوشا وہ ہاتھ جو پیٹیں حسینؑ کے غم میں
وہ دل ہو خاک نہ ہو جس میں اہلبیت کا غم — وہ پھوٹے آنکھ جو روئی نہ ہو محرم میں

راقم حاجی غلام علی ابن حاجی اسماعیل [illegible]

[illegible]

# ایمانِ ابوطالبؓ

(نوشتہ فاضل اجل اہلسنت مولانا عینی شاہ صاحب نظامی از حیدرآباد دکن)

جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے پہلے بڑے فدائی سب سے پہلے بڑے حامی اور سب سے پہلے بڑے عاشق دنیا میں حضرت ابوطالب ہیں۔ آپکی والہانہ محبت اور بےتابانہ الفت کا یار و اغیار۔ دوست و دشمن کو بھی اعتراف ہے۔ اور تو اور خود حضور نے بھی آپ کی اس دلی محبت کا بارہا ذکر فرمایا بلکہ بے انتہا متاثر بھی ہوئے۔ عشق محمدؐ میں ابوطالب کو نہ تن من کا ہوش تھا نہ قریش سے کوئی اَن بَن کا دھیان تھا۔ نہ اپنی سُدھ تھی نہ پرائی دُھن تھی۔ فکر تھی تو محمدؐ کی۔ دُھن تھی تو محمدؐ کی۔ اس دُھن میں پھنس اس غضب کا انہماک تھا کہ دل میں تصور محمدؐ تھا تو آنکھوں میں تصویر محمدؐ تھی۔ حضورؐ کے کھانے پینے تک نہ آپ کھاتے نہ بچوں کو کھلاتے حضورؐ کے پہنے بغیر نہ خود پہنتے نہ کسی کو پہناتے۔ دن بھر حضور کی خبرگیری اور خبرداری رات بھر محمدؐ کی دلداری اور پہرہ داری۔ یہ تھی حضرت ابوطالب کی روز کی کارگزاری حضورؐ کی دیکھ بھال۔ حضورؐ کی سنبھال۔ حضورؐ کی حمایت اور حضورؐ کی بیچ میں بقیہ عمر صرف کردی۔ مرتے دم تک یہی دُھن رہی کہ محمدؐ کا کیا ہوگا۔ ان کے دوش بدوش کون کھڑا رہے گا۔ آخری سانس بھی ان کے کام آئے تو زہے سعادت۔ چنانچہ فرماتے ہیں واللہ لن یصلوا الیک حتیٰ اوسد فی التراب دفینا میرے قبر میں اوترنے تک دشمن کی رسائی تم تک محال ہے۔

حضورؐ نے بھی اس کا اعتراف فرمایا یا عم ما اسرع ما وجدت بعدک (ابونعیم) خدا خدا کر کے حضور پورے چالیس برس کے ہو چلے۔ بال بچے والے بنے خدا کی عنایت سے نبی اور رسول بھی ہو گئے۔ مگر ابوطالب کا آپ سے وہی عشق رہا اور وہی پیار رہا اور وہی محبت رہی بلکہ دن بڑھتے تھے تو محبت بھی بڑھتی گئی

نئے دین کی ترویج اور جدید ملت کی اشاعت نے ابوطالب کے عشق کو نہ گھٹایا نہ مٹایا۔ اب تو آپ ہمہ تن حضور کی تبریخ اور طرفداری میں مصروف ہو رہے ہے۔ ادھر بنی ہاشم کو آپکی اتباع کا شوق دلاتے تھے اور اُدھر قریش سے کہتے تھے کہ محمدؐ کی سنو محمدؐ کی بات مانو ایک دن ان کا بڑا مرتبہ ہونے والا ہے۔ ان کا دین جو سب دینوں میں بہتر ہے عالمگیر دین ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ولقد علمت بانّ دین محمدؐ + من خیر ادیان البریّۃ دنیا (ابن سعد) دین سے بڑھکر دین والے کی تعریف فرماتے ہیں الم تعلموا انّا وجدنا محمدًا رسولًا کموسیٰ صحّ ذالکؑ فی الکتب معاشر قریش کیا تمہیں خبر نہیں کہ محمدؐ بھی موسیٰ کے جیسے نبی ہیں جنکی شہادت کتب سماوی دے رہے ہیں۔

حضرت ابوطالب کو نہ دین محمدی کی صداقت اور حضور سرورِ عالم کی نبوت کا اعتراف تھا بلکہ بروایت بخاری ایک حد تک دین محمدی کی تبلیغ و ترویج میں سعی بھی کی ہے۔ اپنے بچوں کو وصیت کی النہم ابن عمکؑ وصل جناح ابن عمکؑ (اصابہ) جان پدر محمدؐ سے چمٹے رہو اور اُن کے دوش بدوش عبادت کیا کرو اور قریش کو مخاطب کرکے بارہا کہا حدثنی محمدؐ ابن اخی ان اللہ امرہٗ بصلۃ الارحام وان یعبد اللہ ولا یعبد معہ احداً ومحمدؐ عندی الصدوق الامین واللہ ما کذب قط (خطیب ابن سعد حاکم وطبرانی) میرے بھتیجے محمدؐ نے مجھ سے فرمایا کہ خدا نے اوسکو صلہ رحمی اور اپنی ہی عبادت کا حکم دیا ہے۔ غیر خدا کی پرستش سے منع فرمایا ہے اور محمدؐ میرے پاس سچے اور امین ہیں۔ قسم بخدا انھوں نے کبھی بھی دروغ بات نہ کہی ہے۔ اس اپنے القان کو نظم بھی کیا ہے

ودعوتنی وعلمت انکؑ صادق + ولقد صدقت وکنت ثم امیناً

اس راسخ الاعتقادی کی بنا یہ تھی کہ ابوطالب کو بھی حضور کے بچپن سے آپکی زندگی کے مختلف واقعات اور مافوق الفطرت حالات کے مطالعہ کا خاص موقع ملا۔ آپنے بسیوں خرق عادات دیکھے کئی معجزوں کا مشاہدہ فرمایا۔

راہبوں کاہنوں اور یہودیوں سے آپکی نبوت کی صداقتیں سنیں۔ پیدائش کے غیر معمولی حالات مطالعہ کئے۔ حضورؐ کی دعا سے خود شفایاب ہوئے (ابن عدی) ذی المجاز میں آپ کے قدم کے نیچے سے چشمۂ آب کا نکل آنا دیکھا۔ (ابن سعد) خشک سالی میں آپ کا پانی برسانا ملاحظہ فرمایا (خطابی) صحیفۂ قریش کا دیمک چاٹ جانا دیکھا (بخاری) ابر کا سایہ آپ کے سر پر ملاحظہ فرمایا اور کئی معجزے مشاہدہ کئے اور ہر مرتبہ فرماتے تھے واللہ لانت مبارک خدا کی قسم بڑے مبارک ہو۔

ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے۔ سفاقسی نے تمہید میں لکھا ہے ان کون الایمان ھو التصدیق فقط وقد صحّ عن ابی حنیفة ھکذا یعنی ایمان صرف تصدیق ہے اور ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں ان الاقرار باللسان شرط لاجراء الاحکام حتّٰی ان من صدّق الرّسول فی جمیع ماجاء بہ فھو مومن وقال النسفی ان ذلکؒ ھو المروی عن ابی حنیفة والیہ ذھب الاشعری وھو مذھب ... ابی المنصور امام عضد شرح مواقف میں فرماتے ہیں الایمان عندنا ھو تصدیق الرسول فیما علم مجیئہ بہ ضرورة وھو قول الغزالی والامام الحرمین والاشعری وقول القاضی باقلانی والاستاد ابی اسحاق الاسفرائنی وَنَسبہُ التّفتازانی الی جمھور المحققین یعنی جمہور علمائے محققین کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی ہے۔

یہ بات تو حضرت ابوطالب کو حاصل تھی۔

بیہقی نے دلائل میں حضرت انس سے روایت کی کہ ایک اعرابی کی فریاد پر حضورؐ نے بارش کی دعا فرمائی اتنا پانی برسا کہ غرق آب ہونے کی نوبت آگئی پھر لوگ حاضر ہوئے موقوفی باران کی دعا چاہی فرمایا اللھم حوالینا لا علینا اس کے ساتھ ہی پانی تھم گیا۔ حضور نے تبسم فرمایا اور کہا خدا ابوطالب کو جزائے خیر دے وہ زندہ ہوتے تو آج کے معجزہ پر بہت خوش ہوتے اور ان کا وہ شعر اونھیں محفوظ کرتا حضرت

علیؑ نے عرض کیا شاید ابو طالب کے اس شعر وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل کی طرف ارشاد مبارک ہے۔ فرمایا ہاں ہاں اسی کی طرف میری مراد ہے۔ اس حدیث سے ابوطالب کے لئے دعاء خیر فرمانا اور ابوطالب کو معجزات نبویہ پر جو مسرت ہوتی تھی اوس کا اظہار فرمانا ثابت ہے۔ وہ قصیدہ جسکا یہ ایک شعر ہے اسی شعر کا ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت کی داد فصحائے عرب نے بھی دی یہ اوسی وقت نظم کیا تھا جب آنحضرتؐ اور سارے بنی ہاشم شعب ابوطالب میں محصور تھے حافظ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اسکی فصاحت و بلاغت خود کہے دیتی ہے کہ ابوطالب ہی اسکے ناظم ہیں یہ قصیدہ معلقات سبعہ سے کہیں فصیح تر اور ادائے معنی میں بلیغ تر ہے اس کے دو تین شعر خاص کیفیت کے ہیں۔ لعمری لقد کلفت وجدا باحمد واحببتہ حب المحب المواصل میری جان کی قسم میں محمدؐ کا دیوانہ ہوں اور میں اونھیں دیوانہ وار چاہتا ہوں وقد علموا ابننا لا مکذب لدینا ولا یعنی لقول الاباطل ہمارا بچہ وہ اور ہم جانتے ہیں جھوٹا نہیں اور فضول گو نہیں حلیم رشید عاقل غیر طائش + یوالی الھا لیس عنہ بغافل محمدؐ حلیم ہیں۔ رشید ہیں۔ عاقل ہیں۔ عالی ظرف ہیں اور ایسے خدا کے والہ و شیدا ہیں جو اونھیں بھولتا ہی نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں حد بت بنفس حدونہ و حمیتہ + و دافعت عنہ بالذرا و الکلاکل۔ میں نے اپنی جان اونکی حمایت میں وقف کی ہے اور دشمنوں کو اپنے سر سے اور سینہ کے زور سے ہٹا لیا ہے۔ ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابوطالب کو رسول اللہؐ سے بے حد محبت تھی اپنے بچوں کو بھی وہ اتنا نہ چاہتے تھے۔ سوتے تو حضورؐ کے بازو میں اور چلتے تو آپ کے ساتھ میں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی ابوطالب کو بے انتہا چاہتے تھے۔ ابوطالب کے دیکھے بغیر آپ کو چین نہ آتا تھا۔ نہ چچا کا دل بھتیجے کے دیکھنے سے بھرتا تھا اور نہ بھتیجے کا کلیجہ ابوطالب سے ملے بغیر ٹھنڈا ہوتا تھا۔

سیدنا علیؑ نے وفات ابوطالب کی حضورؐ میں خبر کی تو اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی اور فرمایا اذہب نغسلہ وکفنہ وواراہ غفر اللہ لہ ورحمہ (ابن سعد وابن عساکر) ابو داؤد نے سنن میں۔ ابن جارود اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں اور نسائی نے سنن میں سیدنا علیؓ سے روایت کی لما مات ابوطالب اخبرت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم بموتہ فبکی بکاءً اشدیداً وقال اذہب فغسلہ وکفنہ وواراہ غفر اللہ لہ ورحمہ چہ محدثین نے اسناد صحیح سے اسکی روایت کی ہے نہ معلوم اور کتنوں نے کی ہوگی۔ یہ حدیث بہرحال صحیح ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ ادہر غفر اللہ لہ ورحمہ زبان وحی ترجمان سے نکلا ادر ادہر حضرت ابوطالب مغفور اور مرحوم ہو گئے۔ زبان نبوت سے مغفرت یافتہ ہستی کی نسبت ہماری آنا کانی کیوں؟ ابن سعد نے طبقات میں باسناد صحیح حضرت عباس سے روایت کی کہ آپ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ابوطالب کی بھی خیر ہے کہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کل الخیر اجوا من ربی اُن پر خدا کا فضل ہی فضل ہے۔

بعض ایمان ابوطالب کے قائل نہیں اور آیت انک لا تہدی من احببت ان کے عدم ایمان پر پیش کرتے ہیں۔ جو جسارت ہے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آیت عدم ایمان ابوطالب کی سند پر اتری؟ رسول اللہ چپ ہیں۔ صحابہ خاموش تابعین مختلف الرائے۔ مقاتل اور مجاہد کا خیال ہے کہ یہ آیت عدم ایمان ابوطالب پر نص ہے مگر ضحاک اور کلبی کا قول ہے کہ حارث بن نوفل بن عبدالمطلب کے بارہ میں اُتری ہے۔ فخر رازی کا فیصلہ یہ ہے کہ اس آیت سے عدم ایمان ابوطالب کا احتمال پیدا کرنا بھی کم نظری ہے۔ فقیر عرض پرداز ہے کہ کسی کے ایمان یا عدم ایمان کا قطعی فیصلہ نہ مقاتل کر سکتے نہ مجاہد۔ حضورؐ نے جب اُن کے بارے میں غفر اللہ ورحمہ فرمایا تو مجاہد اور مقاتل کی اب کون ضرورت رہی؟

ایک آیت سورہ برأت ما کان للنبیؐ والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین

ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم بھی پیش کیجاتی ہے ۔ مفسرین کے نزدیک اسکے تین شان نزول ہیں ۔ ایک ابوطالب دوسری حضرت آمنہ تیسری عامہ مشرکین ۔ ابوطالب والی روایتیں یا تو منقطع ہیں یا منکر اور حضرت آمنہ کے متعلق روایتیں موضوع ہیں رہی تیسری وجہ ۔ یہ درایتاً و روایتاً درست معلوم ہوتی ہیں ۔ ابن منذر نے تفسیر میں ابوالشیخ نے عظمت میں ۔ ابن ابی حاتم نے تفسیر میں ۔ نسائی نے سنن میں ۔ حاکم نے مستدرک میں ابویعلی نے مسند میں سیدنا علیؑ سے روایت کی کہ دو مسلمان اپنے مشرک والدین کے لئے دعائے مغفرت کر رہے تھے میں نے حضور کو مطلع کیا اسکی تھوڑی دیر بعد یہ آیت نازل ہوئی اسکی تائید احادیث ابن عباس مردویہ طبرانی و بیہقی و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن جریر بھی کر رہی ہیں ۔ اس کو کھینچ تان کر حضرت آمنہ یا حضرت ابوطالب کی طرف پھیرنا بڑی گستاخی ہے ۔ علاوہ بریں یہ آیت مدنی اور سورۂ برات مدنی پھر اس کا نزول حضرت ابوطالب کے لئے کس طرح ہو سکتا ہے جو اس آیت کے نزول سے بارہ سال پہلے دنیا سے گزر گئے تھے ۔

ایک اور حدیث بھی پیش کی جاتی ہے جو بخاری میں تین جگہ مروی ہے اور جسکی امام احمد ۔ مسلم ۔ ابن ابی شیبہ ۔ نسائی و بیہقی نے بھی سعید بن المسیب عن ابیہ سے روایت کی ہے حدثنا اسحاق اخبرنا یعقوب بن ابراھیم قال حدثنی ابی عن صالح عن ابن شھاب قال اخبرنی سعید بن المسیب عن ابیہ انہ اخبرہ لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد عندہ ابا جھل وعبد اللہ بن ابی امیۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب یا عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ اشھد لک بھا عند اللہ فقال ابوجھل وعبد اللہ یا ابا طالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضھا علیہ ویعود ان تبلک المقالۃ حتی

قال ابو طالب اٰخر ما کلمہم ھو علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الٰہ الا اللہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما واللہ لاستغفرن لک مالم انہ عنک فانزل اللہ تعالیٰ فیہ ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ

(بخاری جلد اول ص۱۸۱ کتاب الجنائز) اسکی اسناد میں ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمن بن عوف ہیں جن کو یحییٰ بن سعید جیسے نقاد حدیث نے ضعیف لکھا ہے اور ابن عدی نے انھیں راوی المنکرات عن الزہری کہا ہے اور خود بخاری نے انکی ایک روایت پر ھذا الاسناد لا یصوف تحریر کیا ہے۔ دوسرے شخص صالح بن کثیر ہیں انکی ابو زرعہ اور ازدی نے تضعیف کی ہے۔ اس حدیث کی بخاری نے اور بھی دو طریق سے اور دیگر محدثین نے بھی اپنے اپنے اسناد سے روایت کی ہے مگر ساری روایتوں کا دار مدار سعید بن المسیب عن ابیہ پر ہے۔ سعید خیر التابعین۔ ثقہ۔ امام اور حجۃ ہیں۔ مگر اُن کے والد مسیب بن حزن اور مسیب کے بھائی حکیم بن حزن صغار صحابہ سے تھے۔ یہ دونوں بھائی اپنے والد حزن بن ابی وہب مخزومی کے ساتھ علی اکثر الروایات فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے اور بروایت محمد بن اسحٰق حکیم بن حُزن اور انکے باپ حزن جنگ یمامہ میں اور مسیب شام میں شہید ہوئے مسیب سے ان کے فرزند سعید کے سوا کسی اور نے نہ کچھ سنا نہ روایت کیا اور روایت بھی بس یہی ایک۔ یہ یقینی بات ہے کہ ابو طالب کی وفات کے وقت وہ مسلمان نہ تھے بلکہ حاضر بھی نہ تھے۔ شاید ابو طالب کو دیکھا بھی نہ ہوگا کیونکہ وہ صغیر السن صحابہ سے تھے۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی امیہ کا بحالت کفر وفات ابو طالب کے وقت موجود وحاضر رہنا مُسلّم ہے مگر مسیب بن حزن کا بحالت اسلام تو کجا بحالت کفر بھی وفات ابو طالب کے وقت وہاں حاضر رہنا نہ کسی صحیح روایت سے ثابت ہے نہ کسی ضعیف روایت سے منقول ہے (کتاب التفسیر عمدۃ القاری ص۱۸۲ جلد نہم)

کرمانی فرماتے ہیں یہ تینوں روایتیں شرح بخاری پر صحیح نہیں ہیں کیونکہ مسیب سے
اُن کے فرزند کے سوا کسی اور نے اسکی روایت نہ کی اور بخاری کی شرط ہے
کم ازکم دو شخصوں کا روایت کرنا ضروری ہے (عمدۃ القاری جلد تاسع ص ۴۸)

روایت کے سیاق و سباق سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی دیکھے ہوئے شخص
نے یہ سارا قصہ بیان کیا ہے ۔ چنانچہ حدیث کا آخر ٹکڑا حتی قال ابوطالب
آخر ما کلمهم هو علی ملة عبد المطلب وابی ان یقول لا اله الا الله فقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اما والله لاستغفرن لك ما لم انه عنك فانزل
الله تعالی فیه ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ خود شاہد
عینی کا بیان معلوم ہوتا ہے جو لازماً اُس وقت مسلمان رہا ہو کیونکہ کافر اگر ہوتا تو
کلمہ لا اله الا الله اپنی زبان سے نہ نکالا ہوتا اور قرآن کی آیت ما کان للنبی والذین
آمنوا ان یستغفروا للمشرکین کو جو بحیثیت اُس کے مشرک رہنے کے اوسکی ہی
توہین میں ہے اوس نے اپنی زبان سے نہ دہرایا ہوتا ۔ حالانکہ ضعیف سی روایت
بھی یہ نہ بتاتی ہے کہ مسیب بن حزن اوس وقت مسلمان تھے اور ضعیف سے ضعیف روایت
اسکی بھی نہ ملتی ہے کہ مسیب بن حزن جن کے نام سے اس روایت کا نشوونما ہوا ہی
اوس مجلس میں بحالت کفر ہی کیوں نہ شامل تھے ۔ سب سے بڑھکر اعجوبہ اسمیں یہ ہے
کہ جنگ تبوک میں جو آیت نازل ہوئی اوسکی خبر بارہ سال پہلے سے اس راوی کو
(جو مسیب بن حزن کے نام سے پیش کئے گئے ہیں) کس طرح اور کیونکر ہو گئی
تھی ! کیا ایسی ہی روایت کے برتے رسول اللہ صلعم کے فدائی چچا یعنی حضرت ابوطالب
کا عدم ایمان ثابت کیا جانا چاہیے ؟

روایات صحیحہ سے یہ ثابت کیا گیا کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں نازل نہ ہوئی اور
سعید بن المسیب عن ابیہ والی روایت خود کہے دیتی کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ
اُس سے نفی ایمان ابوطالب کی جاوے ۔ کیونکہ اس روایت سے بھی ادنی سا قرینہ اس کا نہیں

ملتا کہ بارہ سال قبلِ نزولِ آیت جس کا انتقال ہوا ہو اوسکے حق میں یہ نازل ہوئی ہوگی مگر صحیح بخاری والی روایت تو علانیہ کہہ رہی ہے کہ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ یہ فقرہ فانزل اللہ فیہ ما کان للنبی و الذین امنوا نہ صرف احتمال بلکہ اُسی وقت پر نزول آیت کا یقین دلا رہا ہے جو جملہ مفسرین تاریخ اور واقعہ کے خلاف ہے کیونکہ سورہ برأت مدنی ہے اور تبوک کے بعد اس کا نزول ہوا اوسی کی چالیس آیتوں کے ساتھ حضرت علیؑ کو حضور نے مکہ معظمہ روانہ فرمایا تھا اور یہ سال ۹ھ ہجری تھا۔ مگر حدیث صحیح بخاری سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ادھر رسول اللہؐ نے اما واللہ لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فرمایا اور اُدھر آیت ما کان للنبی نازل ہوئی اور یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ مزید براں اس روایت کے بالکل خلاف میں محمد بن اسحاق نے جنھیں شعبہ جیسی عظیم الشان ہستی امیر المومنین فی الحدیث مانتی ہے اور جس کو بخاری جیسے امام فن حدیث کا امام مانتے ہیں عباس بن عبدالمطلب سے ثبوت ایمان ابوطالب کی عینی شہادت ایسی پیش کی ہے کہ حضرت عباس اوسی محفل میں اور اُسی وقت عرض کرتے ہیں میں نے ابوطالب کو وہی کلمہ کہتے سُنا جو آپ نے ابھی اونھیں کہنے کو فرمایا تھا۔ آپ اس خبر سے مسرور ہو جاتے ہیں اور چچا کے جنازہ کے ساتھ ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں خدا تمہیں بخشے اور جزائے خیر دے تم نے میری محبت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی (مدارج النبوۃ جلد اول صـ۵۲۴)

اس روایت پر اعتراض یہ ہے کہ حضرت عباس اُس وقت مسلمان نہ تھے اونکی شہادت کیوں کر قبول ہو۔ جواب یہ ہے کہ خود رسول اللہؐ نے انکی شہادت قبول فرمائی اور مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ کافی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری والی روایتِ مسیب بن حزن پر بھی یہی اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھکر کہ وہ اوس جلسہ میں موجود بھی نہ تھے باوجود اون کے اوس محفل میں

میں حاضر نہ رہنے کے اور باوجود ان کے اوس وقت مسلمان نہ رہنے کے اونکی منسوبہ روایت سے نفی ایمان ابوطالب کا فیصلہ محض فرضی شہادت پر جیسے کردیا گیا ہے۔

اسی طرح سے ایمان حضرت ابوطالب بھی حضرت عباس کی شہادت سے قابل قبول ہے کیونکہ حضرت عباس برادر ابوطالب بھی تھے اور حاضر الوقت بھی تھے اور اپنے اسلام کے بعد بھی اسکی روایت کی ہے کیونکہ حضرت عباس سے جنہوں نے اُنکی..... روایت کی اونمیں حضرت عباس کے صاحبزادہ عبد اللہ بن عباس بھی ہیں۔

ثبوت ایمان ابوطالب کے بڑے حامی علمائے اہل سنت سے علی بن حمزہ نصری سہیلی۔ محمد بن اسحاق مسعودی۔ ابن سید الناس۔ شیخ عبدالحق دہلوی ہیں چنانچہ شیخ کے الفاظ یہ ہیں "ونیز می آرند کہ عباس سرخود را نزد او برد وشنید از دے کلمہ شہادت را وبحضرت برسانید وگفت اسلم عمک یارسول اللہ پس خوشحال شد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم" (مدارج جلد اول ص۲۹۹) نیز نجات ومغفرت حضرت ابوطالب کے قائلین میں امام ابومنصور ماتریدی۔ امام اشعری۔ غزالی۔ امام الحرمین سفاقسی امام نسفی۔ باقلانی اسفرائنی۔ قرطبی۔ تقی سبکی اور شعرانی اساطین علمائے اہل سنت ہیں بلکہ امام احمد بن حسین موصلی شرح شہاب الاخبار میں لکھتے ہیں کہ بغض ابوطالب کفر ہے۔ ان بغض ابی طالب کفر" ونص علیہ الشیخ علی الاجہوری من المالکیۃ والقاضی تلمسانی فی الحنفیہ۔ واللہ اعلم

**نوٹ از مدیر اصلاح** حضرت ابوطالب کے ایمان کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد جناب ابوطالب کی زوجہ تھیں اور آپنے ۴ھ میں بمقام مدینہ انتقال فرمایا۔ اور جناب ابوطالب نے ان سے بہت قبل ۱۰ بعثت میں انتقال کیا۔ پس اگر جناب ابوطالب ایمان نہ لائے ہوتے تو جناب رسالتمآب نے جناب فاطمہ بنت اسد کو انکی زوجیت سے الگ کردیا ہوتا۔ کیونکہ کوئی مومنہ کسی کافر کی زوجیت میں اسلام میں نہیں رہ سکتی تھی چنانچہ دوسری صحابیات کو جو ایمان لائیں اور اُنکے شوہر کافر ہے حضرت نے ان مردوں سے الگ کرادیا تھا۔

# مناظرہ ٹیکسلا کا نتیجہ

## مسیحی مشن اور قادیانی جماعت کا فیصلہ

اس مناظرہ میں دیگر مذاہب کی مشنیں بھی شریک تھیں جنہوں نے اس مناظرہ کو بغور سماعت فرمایا اور اپنی اپنی منصفانہ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے حسب ذیل بائیس "۲۲" اشخاص نے مذہب حقہ شیعہ قبول کیا ہے غیر مذاہب کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

## مسیحی مشن کا فیصلہ

اگرچہ ہمارے نزدیک مذہب مسیحی حق ہے اور اسی کو نجات کا راستہ سمجھتے ہیں لیکن ۳۰ جون سنہ ۱۹۳۴ء کے مناظرہ سنی و شیعہ میں چونکہ ہم بھی شریک ہوئے تھے اور ہم سے فریقین کی تقریروں کے متعلق رائے دریافت کی گئی ہے اسلئے ہم اظہار حق کرتے ہیں کہ مولانا چراغ دین سنی مناظر کی طرف سے جو مطالبات تھے اون کا جواب مناظر شیعہ کیطرف سے تسلی بخش عالمانہ دیا گیا لیکن مولانا محمد بشیر صاحب کیطرف سے جو مطالبات اہل سنت کی کتب سے قرآن موجود کے متعلق پیش کئے گئے جو شیعوں کے .... اشتہار میں نقل کئے گئے ہیں۔ ان مطالبات کے جوابات سنی مناظر نہ دے سکا۔ مسیحی انجمن ٹیکسلا ایس بی یسی

## قادیانی جماعت کا فیصلہ

مولوی چراغ دین صاحب سنی مناظر نے مناظرہ ٹیکسلا میں بڑی کمزوری دکھائی حتی کہ تمام اہلسنت و جماعت محسوس کر رہے تھے کہ ہمارے مولوی نے کچھ کر کے نہ دیا لہذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ سنی مولوی صاحب بمقابلہ مولانا محمد بشیر صاحب ہار گئے

اللہ دین احمدی بقلم خود

# جن لوگوں نے شیعہ مذہب اختیار کیا

شرف الدین صدیقی ۔ امام دین صدیقی ۔ عبدالمجید خاں ۔ فقیر محمد ۔ چراغ علی شاہ
فضل حسین شاہ ۔ عنایت شاہ ۔ مرید حسین ۔ محمد الدین ۔ محمد فضل ۔ حیات محمد ۔
غلام علی ۔ سید حسین شاہ ۔ امداد شاہ ۔ سید امیر شاہ ۔ سید گلزار حسین ۔ نواب شاہ
احمد شاہ ۔ غلام حسین شاہ ۔ دوست محمد ۔ فضل دین ۔ فضل حسین ۔

نوٹ ۔ تفصیلی مناظرہ زیر طبع ہے ۔ ۴ر قیمت پر طلب کر سکتے ہیں ۔

سید سجاد حسین انجمن حیدریہ ٹیکسلا (پنجاب)

# حدیث مدینۃ العلم اور اخبار اہلحدیث

فرقہ اہلحدیث کے معزز سردار اور ہمارے پیارے دوست جناب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر بڑے مزے کے آدمی ہیں کہ آج تک آپ نے اپنا کوئی اصول ہی نہیں معین کیا ۔ جس وقت آپکا ذہن جس بات کی طرف مائل ہو گیا آپ نے اسی کو قبول کر لیا ۔ اگر ضرورت ہوئی تو حضرت رسولخدا صلعم کے علم غیب کا انکار کر دیا ۔ اور اگر موقع آ گیا تو خود اپنے بارے میں بھی علم غیب کا دعویٰ کر بیٹھے چنانچہ کئی سال ہوئے ۲۸ اپریل ۱۹۱۲ء کو آپنے خود ہی بیٹھے بٹھائے لاہور کی انجمن نعمانیہ کو چیلنج دے دیا کہ حضرت رسولخدا صلعم کے علم غیب پر ہم سے مناظرہ کر لو ۔ وہاں کے حضرات علماء نے منظور کر کے آپ کو بلا لیا ۔ آپ مولوی محرم علی صاحب چشتی وکیل لاہور کے یہاں اُترے اور اُن سے کہا کہ "ہم مناظرہ کو آئے تو ہیں مگر یہ بھی پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ کوئی نتیجہ نہیں ہوگا" اسپر وکیل صاحب نے کس مزے سے آپ کو آڑے ہاتھوں لیا اور کیا برجستہ سوال کیا کہ "کیوں مولانا آپ آئے تو ہیں یہ ثابت کرنے کہ حضرت رسولخدا صلعم کو علم غیب نہیں تھا ۔ مگر خود اپنے بارے میں آپ کو علم غیب کا

دعوے ہے جب ہی تو مناظرہ سے پہلے ہی کہ دیا کہ "بلکہ یہ بھی پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا" اس جملہ پر حاجی صاحب اس قدر شرمائے کہ سوائے بغلیں جھانکنے کے کوئی جواب نہیں ہوسکا اور پھر جب حنفی علماء کے مجمع میں پہونچے تو میدان مناظرہ کے زبردست شیر جناب مولوی ولی محمد صاحب جالندھری نے آپ کو ایسا دبوچا کہ ہوش اڑ گئے۔ انھوں نے پوچھا کہ "آپ حضرت رسولخدا صلعم کے جس علم غیب سے انکار کرتے ہیں اس سے آپکی مراد کون علم غیب ہے؟ علم حضوری یا علم حصولی؟" بس اسی سوال نے پورا مناظرہ ختم کردیا۔ حاجی صاحب نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ علم حضوری مراد ہے۔ نہ یہ فرما سکتے تھے کہ علم حصولی مقصود ہے۔ کیونکہ دونوں شقوں میں آپ ہی کی شکست تھی۔ غرض دن بھر تقریباً اسی نکتہ پر بحث رہی۔ آپ خوب ہاتھ پاؤں مارتے تھے کہ کسی طرح اس سوال کا جواب دینے کے پہلے تقریر کی اجازت ملے مگر وہ شیر آپ کو اپنے پنجوں سے چھوڑتا ہی نہیں تھا۔ کہتے تھے کہ پہلے اسکو طے کرلیجئے تب آگے بڑھئے۔ غرض نہ آپ نے اس سوال کا جواب دیا نہ باقاعدہ مناظرہ ہوسکا اور حاجی صاحب لاہور سے بزبان حال یہ شعر پڑھتے ہوئے امرتسر واپس آئے ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا مقصود یہ ہے کہ حاجی صاحب کبھی ایک بات پر نہیں رہتے۔ اسی وجہ سے اکثر علماء اہلحدیث سے آپ سے سخت اختلاف رہا جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدرآبادی جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی علماء خاندان غزنویہ وغیرہ کی مخالفتیں تو بہت طشت ازبام ہوچکی ہیں۔

آپ اپنا یہ اصول بھی ظاہر کرتے ہیں کہ گزشتہ علماء کی پیروی کی ضرورت نہیں ہے بس قرآن و حدیث کافی ہے۔ اس غرض کے لئے آپ نے ایک مستقل کتاب "اتباع سلف" بھی لکھی ہے جس میں اس پر بہت زور دیا ہے کہ بزرگان دین کے اقوال و آراء کی پیروی

ہمیں نہیں کرنی چاہئے بلکہ جو کچھ قرآن وحدیث سے ثابت ہو اسی پر عمل مطلوب شارع ہے۔ مگر عملی دنیا میں جب آپ قدم رکھتے ہیں تو اپنے اس اصول کو بھول جاتے ہیں چنانچہ حال ہی میں آپ نے ایک فتویٰ کا جواب اسی مذاق پر دیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں "سوال نمبر ۱۷۴۱ ۔ خداوند تبارک وتعالیٰ عز اسمہ نے قرآن کریم میں اہل علم کی مدح خوانی کی ہے یعنی حضرات اہل علم کو دیگر لوگوں پر ترجیح دی ہے۔ ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا تو کیا اہل تشیع جو حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں ہوں شہر علم کا اور علی دروازہ ہے اس کا۔ کیا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اگر صحیح ہو تو خداوندی کے ماتحت کیوں نہیں ہوسکتی یعنی اگر حضرت عند المحدثین پایہ ثبوت کو پہونچ چکی ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت علے کرم اللہ وجہہ کو اولاد آدم پر ترجیح نہ دی جائے۔ جواب نمبر ۱۷۴۱ ۔ حدیث مدینۃ العلم غیر ثابت ہے (منہاج السنۃ)" (اہلحدیث ۲۴ ربیع الاول سنہ ۵۳ھ)

افسوس دعوے تو یہ کہ ہم اہلحدیث ہیں مگر نکلے یہ کہ اہل ابن تیمیہ ہیں۔ کیوں جناب علامہ ابن تیمیہ سے قبل جن سیکڑوں علماء ومحدثین نے اس حدیث کو ثابت کیا ان کا قول آپ نے کیوں ترک کیا اور صرف علامہ ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ کی تقلید کرکے اس حدیث کو کیوں غیر ثابت کہہ دیا؟ علامہ ابن تیمیہ نے ذیقعدہ سنہ ۷۲۸ھ میں وفات پائی ہے۔ کیا سات سو برس کے بعد بھی کسی عالم کو اس کا حق ہوسکتا ہے کہ حضرت رسولخدا کی کسی حدیث کو غیر ثابت کہہ سکے درصورتیکہ ہر صدی میں اس حدیث کے راوی کثرت سے ہوں کہ انکی فہرست ہی میں ایک کتاب طیار ہوجائے۔ حالانکہ ابن تیمیہ صاحب کی مذمت سے علماء اہلسنت کی کتابیں بھری ہوئی۔ علامہ ابن بطوطہ جن کا سفرنامہ مشہور عالم ہے اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ "دمشق میں علماء حنابلہ کے سرا مد اور سردار ابن تیمیہ تھے جو نہایت کبیر الشان ہیں اور بہت سے علوم جانتے ہیں مگر انکی عقل میں کچھ فتور ہے۔ ایک جمعہ کو ہم ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے تو ابن تیمیہ نے اثنائے وعظ

میں بیان کیا کہ خدا عرش سے آسمان دنیا پر اس طرح اترتا ہے جس طرح ہم اُترتے ہیں۔ یہ کہہ کر اوپر کے زینہ سے اُتر کر دوسرے زینے پر چلے آئے کہ اسی طرح خدا آسمان پر عرش سے اُترتا ہے" علامہ صفوی نے لکھا ہے "ابن تیمیہ کا علم بہت وسیع تھا مگر عقل ناقص تھی جس سے وہ برابر بحث سے سخت ٹھوکر کھاتے اور فاحش غلطیاں کرتے تھے" علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ جب ابن تیمیہ نے ترقی کی تو وہ کل علماء دین کی رد کرنے لگے۔ خواہ چھوٹے درجے کے علماء ہوں یا بڑے درجے کے۔ حال کے علماء ہوں یا سابق کے۔ حتی انتھی الی عمر فخطاء ہ۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کی غلطیاں آپ ثابت کرتے رہتے تھے .... بلکہ اس حد تک نوبت پہونچی کہ ابن تیمیہ صاحب نے امام غزالی کو بھی گالیاں دینا شروع کیں جس پر لوگ آمادہ ہوئے کہ ان کو قتل کر دیں"۔ علامہ ابن حجر آپ کے علم حدیث کے امیر المومنین مانے جاتے ہیں جب وہ ابن تیمیہ صاحب کی یہ حالت لکھیں تو پھر کوئی اہلحدیث انکی کسی بات کو کیونکر تسلیم کر سکتا ہے۔ یہی علامہ ابن حجر عسقلانی درر کامنہ میں لکھتے ہیں کہ" ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں شیعوں کی رد خوب لکھی ہے مگر بہت سے مقامات پر بہت زیادتی کی ہے کہ احادیث موجودہ کو رد کر دیا اور موضوع کہا۔ علامہ ابن تیمیہ کی یہ حالت ہے کہ جب اُن سے کسی بات کا جواب بن نہیں پڑتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ہی جھوٹی ہے یا موضوع ہے۔ کیا خوب ان کے بارے میں کہا گیا ہے علمہ اکبر من عقلہ کہ ان کا علم ان کی عقل سے زیادہ ہے"۔ آخر میں ہم دو عبارتیں اور نقل کر کے ابن تیمیہ صاحب کا ذکر ختم کرتے ہیں آپ کے علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب لسان المیزان میں لکھتے ہیں" میں نے ابن تیمیہ کی وہ رد دیکھی ہے جو ابن مطہر حلی کے جواب میں لکھی گئی۔ اس میں انھوں نے بہت سی مستند و معتمد حدیثوں کو رد کر دیا"۔ دوسری عبارت زمانہ حال کے نامور مورخ اور علامہ اہل سنت جناب شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی کی ہے۔ ممدوح نے امام ابوحنیفہ صاحب کے متعلق لکھا ہے" امام ابوحنیفہ صاحب نے اول (حضرت امام محمد باقر) کے فرزند

رشید حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اُٹھایا۔
جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے۔
اور اسکی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق کے معاصر اور ہمعصر
تھے اس لئے انکی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور
خیرہ چشمی ہے ۔امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں اُن کو حضرت
جعفر صادق سے کیا نسبت؟ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے
نکلے و صاحب البیت ادری بمافیہا" (سیرۃ النعمان صفحہ ۴۵) اس عبارت سے بھی
ثابت ہوگیا علامہ ابن تیمیہ میں اس قدر گستاخی اور خیرہ چشمی تھی کہ یقینی واقعات سے
انکار کر جاتے اور مسلم الثبوت حدیثوں کو رد کر دیتے ۔ان حالات کے بعد کوئی مسلمان
کیونکر انکی تحریروں کو قابل اعتناء سمجھ سکتا ہے ۔ اب آیئے اس حدیث مدینہ کو ملاحظہ
فرمائیے کہ امام بخاری کے شارح اور علم حدیث کے امام اعظم جناب علامہ ابن حجر عسقلانی کیا
تحریر فرماتے ہیں عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
یقول انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ۔ وھذا الحدیث لہ طرق کثیرۃ فی مستدرک
الحاکم اقل احوالہا ان یکون للحدیث اصل فلا ینبغی ان یطلق القول علیہ بالوضع
یعنی حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں علم
کا شہر اور علیؑ اس کے دروازہ ہیں اور امام حاکم کی کتاب مستدرک میں (جو صحیح بخاری
و مسلم کے بعد ہی ہے) اس حدیث کے بہت سے طریقے درج ہیں۔اس کے حالات سے
کم از کم یہ ہے کہ حضرتؐ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی ہے پس اس پر وضع کا اطلاق
کرنا (یعنی یہ کہنا کہ یہ موضوع ہے یا ثابت نہیں یا غیر ثابت ہے) کسی طرح مناسب نہیں
ہے (لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ حیدرآباد دکن) یہی علامہ ابن حجر عسقلانی
اپنی دوسری کتاب میں بھی لکھتے ہیں انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال انا مدینۃ
العلم وعلی بابہا یعنی حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی

اسکے دروازہ ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۷) یہ حدیث اس قدر مشہور بلکہ متواتر ہے کہ (الف) صحابہ میں (۱) حضرت امیر المومنینؑ (۲) حضرت امام حسنؑ (۳) حضرت امام حسینؑ (۴) حضرت عبد اللہ بن عباس (۵) جابر بن عبد اللہ انصاری (۶) عبد اللہ بن مسعود (۷) حذیفہ بن الیمان (۸) خود حضرت عمر صاحب نزادے عبد اللہ (۹) انس بن مالک (۱۰) عمرو عاص وغیرہ نے اور (ب) تابعین میں (۱) حضرت امام زین العابدینؑ (۲) حضرت امام محمد باقرؑ (۳) اصبغ بن نباتہ (۴) جریر ضبی (۵) حارث بن عبد اللہ (۶) سعد بن طریف (۷) سعید بن جبیر (۸) سلمہ بن کہیل (۹) سلیمان بن مہران (۱۰) عاصم بن حمزہ (۱۱) عبد اللہ بن عثمان (۱۲) عبد الرحمان بن عثمان (۱۳) عبد اللہ بن عسیلہ (۱۴) مجاہد بن جبر وغیرہ نے اور (ج) علماء و محدثین میں تو سیکڑوں حضرات نے اسکی روایت کی ہے جیسے امام احمد بن حنبل ۔ امام ترمذی ۔ بزاز ۔ علامہ طبری طبرانی ۔ امام حاکم نیشاپوری ابن مردویہ ۔ ابونعیم ۔ بیہقی ۔ خطیب بغدادی ۔ ابن عبد البر ۔ ابن مغازلی ۔ سمعانی اخطب خوارزم ۔ ابن عساکر ۔ ابن اثیر جزری ۔ سبط ابن جوزی ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی ۔ ابن صباغ مالکی ۔ جلال الدین سیوطی ۔ سمہودی ۔ قسطلانی شارح صحیح بخاری ابن حجر مکی ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ علامہ محمد مبین ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۔ شاہ عبد العزیز دہلوی ۔ علامہ شوکانی ۔ مولوی محمد رشید الدین خاں دہلوی وغیرہ ۔

آپ کے امام حدیث امام حاکم صاحب نے لکھا ہے قال رسول اللہؐ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا فمن اراد المدینۃ فلیات الباب ھذا حدیث صحیح الاسناد یعنی حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکے دروازے ہیں جو شخص شہر میں آنا چاہے اس کو دروازے پر آنا چاہئے (مستدرک مطبوعہ حیدر آباد دکن) اور علامہ دمیری نے لکھا ہے ومناقبہ کثیرۃ جدا ویکفی منہا قولہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا یعنی حضرت علیؑ کے فضائل بہت

کثرت سے ہیں جن سے صرف یہی کافی ہے کہ آنحضرت صلیعم نے فرمادیا ہے میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکے دروازے ہیں (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۹۹ ) ہندوستان میں حضرت اہلحدیث کے جو امام اعظم شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی گزرے ہیں انہوں نے بھی اس حدیث کو لکھا ہے فرماتے ہیں "وآنحضرتؐ ادرا العلم گواہی داد کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" یعنی آنحضرت صلیعم نے حضرت علیؑ کے علم کی گواہی دی ہے کہ فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکے دروازہ ہیں (قرۃ العینین صفحہ ۱۵۵ ) دوسری کتاب میں لکھا ہے عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلعم یقول انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ومن اراد العلم فلیات الباب یعنی جابر بن عبد اللہ نے حضرت رسولخداؐ سے سنا کہ فرماتے تھے میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکے دروازہ ہیں۔ جو شخص علم میں آنا چاہے اُس کو دروازے پر آنا چاہئے (ازالۃ الخفاء صفحہ ۔ ) اور جناب شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی صاحب تحفۂ اثنا عشریہ نے لکھا ہے "ودر روایۃ مشہور انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" یعنی مشہور حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکے دروازہ ہیں (فتاوی عزیزی جلد صفحہ ۔ )

## اسلامی شاعروں کی آیۃ مدینۃ العلم

حاجی ثناء اللہ صاحب کو شعر اور شاعری سے بہت دلچسپی ہے اس وجہ سے چند اسلامی شاعروں کا نام بھی بتایا جاتا ہے جنہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ مشہور ایرانی شاعر فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں لکھا ہے ؎

چہارم علی بود جفت بتولؑ | کہ اورا بخوبی ستاید رسولؐ
کہ من شہر علمم علیم دراست | درست این سخن قول پیغمبر است

یعنی چوتھے حضرت علیؑ ہیں جو جناب بتولؑ کے شوہر تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے آپکی بڑی مدح کی ہے کہ فرمایا ہے میں علم کا شہر اور علیؑ اسکے در ہیں حضرت رسولخداؐ کا یہ قول بہت درست ہے۔ اور جناب شیخ فرید الدین عطار نے

لکھا ہے ؎

نہ محمد صلعم گفت باب علم اوست — انما در شان حیدر خود نکوست

یعنی کیا حضرت رسولخدا صلعم نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت کے علم کا دروازہ حضرت علی ہیں اور آیہ انما ولیکم اللہ حضرت علیؑ کی شان میں اعلی درجہ کی فضیلت ہے (مظہر العجائب) ممدوح ہی نے یہ بھی لکھا ہے ؎

تو باب اللہ می داں مرتضیٰ را — زخود آگاہ می داں مرتضیٰ را

مراد از باب او در شہر علمش — کہ تا بینی تو خود آثار حلمش

کہ باب شہر علم و حلم و فتوے — امیر المومنین باشد بتقوے

یعنی تو حضرت علی مرتضیؑ کو اللہ تک پہونچنے کا دروازہ جان اور اپنے حال سے باخبر بھی حضرت کو سمجھتا رہ۔ حضرت علیؑ ہی کے واسطے سے حضرت رسولخدا صلعم کے علم کو حاصل کر کہ وہی حضرت اسکے دروازہ ہیں تاکہ تو حضرتؑ کے علم حلم کے آثار دیکھ سکے کیونکہ حضرت امیر المومنین علم و حلم و فتوے و تقوی کے دروازہ ہیں (اسرارنامہ) اور مولانا روم لکھتے ہیں ؎

چوں تو بابے آں مدینہ علم را — چوں شعاعے آفتاب حلم را

یعنی اے مولا علی آپ اس مدینہ علم (حضرت رسولخدا صلعم) کے در ہیں جس طرح آفتاب حلم کے شعاع ہیں (مثنوی مولانا روم) اسکی شرح میں لکھا ہے قولہ چوں تو بابے آں مدینہ علم را اشارہ است بایں حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا ما مدینہ علم ہستیم و علے باب آں مدینہ اند وایں حدیث را ترمذی و حاکم روایت کردہ یعنی مولانا روم نے اس شعر میں اس حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابہا کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کی ہے۔ (شرح مثنوی مولانا روم از مولوی عبد العلے انصاری) اور جناب شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے ؎

کہ بعد از مصطفیٰ در جملہ عالم نہ بد فاضل تر و بہتر از حیدر
مسلم بد سلونی گفتن او را کہ علم مصطفیٰ را بود او در
یقین اندر سخا و علم و عصمت ز پیغمبر نبود او ہیچ کمتر

یعنی حضرت رسولخدا صلعم کے بعد تمام عالم میں حضرت علیؑ سے بہتر اور فاضل تر کوئی بھی نہیں تھا۔ یہ مسلم الثبوت واقعہ ہے کہ آپ سلونی قبل ان تفقدونی (مسلمانو! جو پوچھنا ہے مجھ سے میرے مرنے کے پہلے پوچھ لو) فرمایا کرتے تھے (اور کیوں نہ فرماتے) کہ حضرت رسولخدا صلعم کے (شہر) علم کے حضرت ہی دروازہ تھے۔ یہ یقینی بات ہے کہ سخاوت، علم اور عصمت میں حضرت علی کسی طرح بھی حضرت رسولخداؐ سے کم نہیں تھے (خلاصۃ المناقب از نور الدین جعفر مشہور بہ میر ملا بن سالار بدخشی) اگر اس پر تشفی نہ ہو تو حضرت حجۃ الاسلام آیۃ اللہ الملک العلام اعلم العلماء المحققین مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی کتاب مستطاب عبقات الانوار حدیث مدینہ کو ملاحظہ فرمائیں جو اس بحث کے متعلق ایک بحر زخار ہے۔

## کیا ائمہ طاہرین اور صحابہ و تابعین برابر ہیں؟

ہمارے معزز دوست حاجی مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ بھی سوال کیا گیا "کیا ائمہ اہلبیت کے قول و فعل مثل انبیاء کرام کے ہیں۔ اگر نہیں تو ان کی معصومیت کیسی ہے۔ ہر دو مسائل پر پوری روشنی ڈالی جائے"۔ اس کا جواب ممدوح نے یہ دیا ہے" ائمہ اہلبیت جو صحابی تھے وہ اپنے اقوال و افعال میں مثل دیگر اصحاب کے تھے۔ ان میں سے جو تابعی تھے وہ اپنے اقوال و افعال کی حیثیت سے اپنے معاصرین کے مثل تھے مگر شیعہ حضرات کے اعتقاد کے ماتحت تو ائمہ اہلبیت پر سخت بدگمانی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مخلوق سے ڈرتے

ہوئے اظہار حق کرتے تھے جو آیت لم یمسسہ الا اللہ کے خلاف ہے" (اہلحدیث ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ ہجری)

شاعر نے خوب کہا ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

آپ ہر ضروری اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی رد کرتے کرتے آپ میں انکار بدیہیات و مخالفہ مسلمات کی عادۃ پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اے جناب جب آپ کے صحابہ کرام ہی ایک دوسرے کے مثل نہیں تھے تو ائمہ طاہرین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ عام صحابہ کو عشرہ مبشرہ کے برابر کہہ سکتے ہیں؟ کیا آپ عشرہ مبشرہ کو خلفاء اربعہ کے مثل بنا سکتے ہیں؟ کیا آپ حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے مساوی فرما سکتے ہیں؟ اگر آپ کا اصول تسلیم کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ خالد بن ولید۔ مغیرہ۔ اور مروان کو آپ خلفاء ثلثہ کے برابر کہتے ہیں۔ خالد بن ولید وہ ہیں جنہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کرکے انکی خوبصورت بی بی ام متمم سے اسی رات میں زنا کیا (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ وغیرہ) مغیرہ وہ ہیں جنہوں نے بصرہ میں ایک شوہردار عورت ام جمیل سے زنا کیا تھا جسکی سزا میں آپکے حضرت عمر نے مغیرہ کو بصرہ کی گورنری سے موقوف کردیا (تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۲۰۹) اور مروان وہ ہیں جن پر حضرت رسولخدا صلعم نے لعنت کرکے ان کو مدینہ سے جلاوطن کردیا تھا (اصابہ جلد ۶ صفحہ ۱۵۶ وغیرہ)۔ رہے حضرات ائمہ طاہرین علیہم الصلوۃ والسلام تو صحابہ کو ان سے کیا نسبت ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ یہ ذہن کہ مجتہدین اسلام اور ان حضرات کے بارے میں شمس العلماء مولوی شبلی صاحب کا قول او پر سن چکے کہ "فضل و کمال میں ان کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت؟ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے وصاحب البیت ادری بما فیہا" (سیرۃ النعمان صفحہ ۴۵) اور فرقہ اہلحدیث

کے پیشوائے اعظم جناب مولوی وحید الزماں خاں صاحب حیدر آبادی نے لکھا ہے "یکون فی امتی اثنا عشر امیرا کلھم من قریش میری امت میں بارہ امیر ہونگے جو سب قریش میں سے ہوں گے۔ مراد ان بارہ امیروں سے وہ امرار ہیں جو امام مہدی کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد سے ریاست کرینگے جیسے حضرت دانیال پیغمبر کی کتاب میں ہے اور جن لوگوں نے مصداق اس حدیث کا خلفاء بنی امیہ اور عباسیہ کو ٹھہرایا ہے انھوں نے غلطی کی ہے چونکہ بنی امیہ اکثر ظالم اور غاصب اور جابر تھے اور عباسیہ کا عدد بارہ سے زیادہ تھا اہلسنت کے علماء انمیں تراش خراش کرتے ہیں" (انوار اللغۃ پارہ ۱ ص۴۶) آپ صحابہ کو ائمہ اطہار کے برابر فرماتے ہیں مگر حضرت رسولخدا صلعم نے صحابہ کو اپنے سے الگ کرکے ائمہ کو قریب قریب اپنے درجہ کا فرمادیا ہے ارشاد ہوتا ہے اما السماء فانا و اما البروج فالائمۃ بعدی اولھم علی و آخرھم المھدی۔ والسماء ذات البروج میں سمار سے مراد میں ہوں یعنی آنحضرت صلعم اور بروج سے بارہ امام مراد ہیں۔ پہلے امام علیؑ ہیں اور آخیر امام مہدی علیہ السلام (انوار اللغۃ پارہ ۲ ص۲) ۔ اور ملاحظہ ہو ہمارے ائمہ طاہرینؑ وہ ہیں جن کے اول بزرگ کے چہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے مشہور حدیث رسول صلعم ہے النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنی حضرت علی کے چہرہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے (کنز العمال وغیرہ) اگر آپ کے صحابہ کرام میں بھی کوئی بزرگ ایسے ہوں تو ارشاد فرمایئے۔ رہا ان حضرات کا معصوم ہونا تو مولوی صاحب موصوف ہی یہ بھی لکھتے ہیں" الامام منا لا یکون الا معصوما امام زین العابدین نے فرمایا امام ہم اہل بیت میں سے معصوم ہوگا۔ مجمع البحرین میں ہے معصوم وہ ہے جو حرام کاموں سے بچا رہے اور اللہ کی رسی یعنی قرآن کو تھامے رہے کیونکہ قرآن اور امام قیامۃ تک جدا نہ ہونگے۔ جیسے دوسری حدیث میں ہے انھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض۔ صاحب دراسات اللبیب جو علماء اہل حدیث میں سے ہیں ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا معصوم ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور جمہور اہلسنت کا

یہ قول ہے کہ پیغمبروں کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ مترجم کہتا ہے صحیح یہ ہے کہ معصوم کے کئی معنی ہیں۔ ایک یہ کہ جس سے دین کے مسائل میں خطا نہ ہوتی ہو۔ اگر خطا ہو جائے تو فی الفور اللہ تعالیٰ اُس کو مطلع کر دے۔ اس معنے کر عصمت انبیاء کا خاصہ ہے کیونکہ غیر نبی پر وحی نہیں اُترتی۔ دوسرے یہ کہ حرام اور فحش کاموں سے بچا رہے اس معنے کر ائمہ اثنا عشر علیہم السلام بے شک معصوم تھے۔ اب رہے عام صحابہ تو وہ معصوم نہ تھے۔ ان میں بعضوں سے کبیرہ گناہ جیسے زنا۔ خون ناحق۔ شرب خمر وغیرہ صادر ہوئے ہیں اور اہلسنت جو کہتے ہیں الصحابۃ کلہم عدول۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ صحابہ سب معصوم تھے بلکہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے روایت کرنے میں وہ سچے تھے۔ اگر صحابہ سب معصوم ہوں تو پھر اہلبیت علیہم السلام کو تو ضرور معصوم سمجھنا چاہیئے۔ حالانکہ اہلسنت اسکے قائل نہیں ہیں۔ تاریخ ابن جریر کو ملاحظہ کرو تو معلوم ہوگا کہ مغیرہ اور معاویہ اور عمرو عاص نے کیا کیا گناہ کئے ہیں جنکی وجہ سے اُن کو ہرگز معصوم نہیں کہہ سکتے۔ (انوار اللغۃ پارہ ۱۸ صـ ۱۲۹)

اب ذرہ ہمارے ائمہ طاہرینؑ کی شان ملاحظہ ہو۔ جناب مولوی صاحب ممدوح لکھتے ہیں "تقی لقب ہے امام محمد بن علی جواد کا آپ رات کو مامون رشید پاس تشریف لے گئے وہ نشہ میں تھا اس نے تلوار سے آپ کو مارا لیکن اللہ نے آپ کے تقوے اور پرہیز گاری کی وجہ سے آپ کو بچا لیا اس لئے آپ کا لقب تقی ہو گیا" (انوار اللغۃ جلد ۲۶ صـ ۸۵) کیا آپ اپنے صحابہ کرام میں بھی کسی بزرگ کو اس فضیلت کا بتا سکتے ہیں؟ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا الآیہ۔ اور ملاحظہ ہو" امام جواد محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام کا لقب ہے جو بارہ اماموں میں سے ہیں ۱۹۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی عمر شریف کل پچیس برس دو مہینہ اٹھارہ دن کی ہوئی اور اپنے جد امجد امام موسیٰ کاظم کے پاس دفن ہوئے۔ کہتے ہیں جب آپکی عمر دس سال کی تھی اس وقت تیس ہزار مسئلے آپ سے پوچھے گئے آپ نے سب کا برابر جواب دیا"

(انوار اللغۃ پارہ ۵ ص۱۳۹) کیا آپ بھی اپنے صحابہ میں کسی بزرگ کو اس مرتبہ کا بتا سکتے ہیں کہ انھوں نے دس برس کی عمر میں تینتیس ہزار نہیں صرف تیس سو نہیں صرف تین سو نہیں صرف تیس ۔ نہیں صرف تین مسئلہ کا جواب دیا ہو۔ اچھا۔ ۹ ۔ ۵ ۶ ہی سال کے کسی صحابی کو بتائیں جنھوں نے تیس ہزار ۔ نہیں صرف تیس سو نہیں صرف تین سو ہی مسئلہ کا جواب دیا ہو ۔ اگر آپ کے تمام صحابہ میں ایسا کوئی نہ ملے اور قیامت تک نہیں مل سکتا تو ہمیں کہنے کا حق ہے ؎

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(اے حضرات اہلحدیث ہم شیعوں کے ائمہ طاہرین تو اس فضل و کمال کے تھے۔ اگر آپ کے صحابہ کرام بھی ایسے ہوں تو میدان میں آکر کسی کا نام بتایئے) حاجی صاحب نے آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے "شیعہ حضرات کے اعتقاد کے ماتحت تو ائمہ اہلبیت پر سخت بدگمانی ہوجاتی ہے کیونکہ مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرتے تھے جو آیۃ لم یخشوا الا اللہ کے خلاف ہے"۔ مگر آپ نے کوئی واقعہ نہیں بیان کیا کہ کب یہ حضرات اظہار حق نہ کرتے تھے۔ اگر ایسا ہو بھی تو حضرت رسول خدا صلعم ہی کی مشابہت ہے کیونکہ حضرت بھی مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کر سکے ۔ پوشیدہ طور پر لوگوں کو مسلمان کرتے تھے ۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر مسلمان ہوئے تو رسول اللہ صلعم سے کہا ہمیں لائق نہیں کہ اپنے دین کو چھپائیں اور چھپتے پھریں ۔ حضرت نے فرمایا ہم تھوڑے ہیں اور جو کچھ ہم پر گزر چکی ہے وہ تو دیکھ چکا ہے مگر وہ اصرار کر کے آنحضرت کو خانہ کعبہ کیطرف لے گئے ۔ اس سے قریش کی عداوت اور بھی بھڑکی اور اس کا خمیازہ تین برس تک بھگتنا پڑا ۔ چنانچہ آنحضرت مع تمام بنی ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے (تاریخ خمیس جلد اص۳۴۴) بلکہ آنحضرت تو اس درجہ کفار سے ڈرتے تھے کہ ان کے بتوں کی مدح کی ہے ۔ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب کے الفاظ میں سنیے "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حرم میں ایک دفعہ نماز ادا کی ۔ کفار بھی موجود تھے ۔ جب آپ نے یہ آیت پڑھی ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ

تو شیطان نے آپکی زبان سے یہ الفاظ نکلوا دیئے تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی یعنی یہ بت معظم و محترم ہیں اور انکی شفاعت مقبول ہے۔ بہت سے محدثین نے اس روایۃ کو بہ سند نقل کیا ہے۔ ان میں طبری۔ ابن ابی حاتم۔ ابن المنذر۔ ابن مردویہ۔ ابن اسحاق۔ موسی بن عقبہ۔ ابو معشر۔ شہرت عام رکھتے ہیں۔ اس سے بڑھکر تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر کو جن کے کمال فن حدیث پر زمانہ کا اتفاق ہے اس روایۃ کی صحت پر اصرار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں وقد ذکرنا ان ثلاثۃ اسانیدہا منہا علی شرط الصحیح ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ اس روایۃ کی تین سندیں صحیح کی شرط کے موافق ہیں (سیرۃ النبی جلد ا صـ۱۲۶) جناب حاجی صاحب! جب آپ حضرات نے حضرت رسولخدا صلعم کو مبعوث ہونے کے بعد بت پرست ثابت کردیا تو حضرت کو معصوم کس منھ سے کہہ سکتے ہیں۔

**کیا ائمہ طاہرین مخلوق سے ڈرتے رہتے تھے؟** اب آیئے ذرہ واقعات سے بھی جانچیں کہ حاجی ثناء اللہ صاحب کا یہ ارشاد "ائمہ اہلبیتؑ مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرتے تھے جو آیۃ لم یخش الا اللہ کے خلاف ہے"۔ کہاں تک مصدق کا پہلو رکھتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ جو بزرگ مخلوق سے ڈرینگے وہ ان کے سرداروں (حکام وقت۔ بادشاہان عصر۔ خلفاء زمانہ) سے بہت زیادہ خوف کرینگے۔ کیونکہ یہ لوگ قید بھی کر سکتے ہیں گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔ آگ لکڑی لاکر مکان بھی جلا سکتے ہیں۔ اپنے غلاموں کے ذریعہ سے دُرّے بازی بھی کر سکتے ہیں۔ گلے میں طوق بھی پہنا سکتے ہیں۔ قتل بھی کر سکتے ہیں۔ قیدی بھی بنا سکتے ہیں پس اگر حضرات ائمہ طاہرین مخلوق سے ڈرے ہونگے تو خلفاء ثلثہ و خلفاء بنی امیہ و خلفاء بنی عباس سے بہت زیادہ ان کو ڈرنا چاہئے۔ مگر ناظرین کیا کہتی ہیں۔ پہلے امام حضرت امیرالمومنینؑ خلفاء ثلثہ کے بارے میں یہ فرماتے ہیں اما واللہ لقد تقمصہا ابن ابی قحافہ خدا کی قسم ابو قحافہ کے فرزند (ابوبکر) نے خلافۃ کا لباس زبردستی اپنے

بدن پر پہن لیا ہے (نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۳۱) اور حضرت ثانی کے بارے میں فرماتے ہیں فادنی بہا الی ابن الخطاب بعدہ یعنی کہ خلیفہ اول نے اس خلافۃ کو بطور شوق کے خطاب کے فرزند کے حوالہ کر دیا فمنی الناس بخبط و شماس یعنی خدا کی قسم خلیفہ ثانی کے خلیفہ ہونے سے لوگ گمراہی اور جہالت سرکشی میں مبتلا ہو گئے (نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۳۲) اور خلیفہ ثالث کے بارے میں فرماتے ہیں الی ان قام ثالث القوم نافجا حضنیہ یعنی یہاں تک کہ تیسرے خلیفہ اپنا پیٹ پھلائے ہوئے تخت خلافت پر تشریف لائے (نہج البلاغۃ جلد ۱ ص ۳۹) اگر آپ کہیں کہ حضرت علیؑ نے یہ باتیں تینوں خلفاء کے بعد کہی تھیں تو درست ہے مگر اس وقت بھی خلفاء ثلثہ ہی کے ماننے والے لوگ بھرے تھے یعنی حضرت امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ شقشقیہ خلفاء ثلثہ کے ماننے والے اور انکی سنت پر عمل کرنے والے مخلوق ہی کے سامنے فرمایا تھا پس اگر یہ حضرات مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرتے تھے تو حضرت یہ خطبہ شقشقیہ کیوں ارشاد فرمایا؟ اب خلفاء کی زندگی کا واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔ علامہ ابن قتیبہ دینوری نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ حضرت علیؑ کو گرفتار کیوں نہیں کرتے جو تمہاری بیعۃ نہیں کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے غلام کو بھیجا کہ علیؑ کو میرے پاس لے آ۔ قنفذ نے جاکر حضرت علیؑ سے کہا کہ تم کو خلیفہ رسول اللہ بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ بہت جلد تم لوگوں نے رسول اللہ پر افترا پردازی کی قنفذ واپس گیا اور حضرت علیؑ کا ارشاد سنا دیا تو حضرت ابوبکر رونے لگے۔ حضرت عمر نے دوبارہ حضرت ابوبکر سے کہا کہ حضرت علیؑ کو مہلت نہ دو جو تمہاری بیعۃ سے کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے پھر قنفذ کو حکم دیا کہ جاکر حضرت علیؑ سے کہہ کہ آپ کو امیر المومنین بیعۃ کے لئے بلاتے ہیں۔ قنفذ نے حاضر ہو کر حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر کا پیام پہنچایا۔ حضرت علیؑ نے بلند آواز سے فرمایا کہ سبحان اللہ تیرے آقا نے اس لفظ کا غلط دعویٰ کیا جس سے اُن کو کچھ بھی تعلق نہیں ہے

قنفذ نے جا کر یہ بھی کہدیا حضرت ابوبکر سنکر پھر رونے لگے (کتاب الامۃ والسیاسۃ مطبوعہ مصر جلد ۱ صـــ) کیوں حاجی صاحب! اسی کو مخلوق سے ڈرنا اور اظہار حق نہ کرنا کہتے ہیں؟ کیا آپکی زبان میں آسمان کا نام زمین اور حق کا نام باطل اور اظہار کا نام اخفا رہے۔ مولوی فاضل ہونے پر آپ کو اس قدر فخر رہتا ہے۔ کچھ تو اس ڈگری کی شرم کیا کیجئے۔ اب دوسرے امام حضرت حسن علیہ السلام کا مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرنا ملاحظہ ہو۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسنؑ حضرت ابوبکر کی طرف آئے تو دیکھا کہ یہ حضرت رسول خدا صلعم کے منبر پر تشریف رکھتے ہیں۔ حضرتؑ نے فوراً اُن سے فرمایا انزل عن مجلس ابی یعنی اے جناب آپ میرے پدر بزرگوار کے بیٹھنے کی جگہ سے اتر آئیں (کر آپکو اس پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے) فقال صدقت انہ مجلس ابیک حضرت ابوبکر بولے آپ سچ کہتے ہیں بے شک یہ آپ کے پدر بزرگوار ہی کے بیٹھنے کی جگہ ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۰) اس تذکرہ کا بھی پورا فیصلہ ہو گیا کہ حضرت امام حسنؑ نے جناب خلیفہ اولؓ سے فرمایا کہ منبر میرے اباجان کا حق ہے انکو ہی اس پر بیٹھنا چاہئے آپ کیوں بیٹھے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول نے بھی حضرت امام حسنؑ کے اس اعتراض کو صحیح تسلیم کر کے کہا بے شک یہ آپ کے اباجان ہی کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اب حضرت امام حسین علیہ السلام کا مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرنا ملاحظہ ہو۔ علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں حدثنی الحسین بن علی قال اتیت عمر وھو یخطب علی المنبر فصعدت الیہ فقلت انزل عن منبر ابی واذھب الی منبر ابیک فقال عمر لم یکن لابی منبر یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں حضرت عمر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ منبر پر بیٹھکر خطبہ پڑھ رہے ہیں میں اس منبر پر چڑھ گیا اور ان سے کہا میرے اباجان کے منبر سے اتر آیئے

اور اپنے ابا جان کے منبر پر جاکر بیٹھئے۔ حضرت عمر نے کہا میرے ابا جان کا تو کوئی منبر ہی نہیں تھا (اصابہ جلد ۲ صہ ۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بھی خلیفہ ثانی صاحب کو خلیفہ برحق نہیں جانتے تھے اور نہ منبر رسولؐ پر ان کا بیٹھنا جائز سمجھتے تھے بلکہ اس کو حضرت امیر المومنین کا حق جانتے تھے اور یہی خلیفہ صاحب سے فرما بھی دیا کہ یہ منبر اب میرے والد ماجد حضرت امیر المومنینؑ کے بیٹھنے کی جگہ ہے آپ کو اس پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں ہے اس سے اُتر آیئے اور اپنے ابا جان کے منبر پر جایئے۔ اس قسم کے واقعات ہزاروں ہیں۔ ہم کہاں تک اور کس کس بزرگ کے حالات نقل کریں۔ دو تین واقعہ اور لکھکر اس مضمون کو تمام کرتے ہیں۔ ہر بزرگ کے حالات لکھے جائیں تو پوری کتاب طیار ہو جائے۔ ساتویں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے زمانہ میں بنی عباس کا زبردست خلیفہ ہارون الرشید تھا۔ حضرت کے اس سے بھی ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرنے کا مختصر واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ جب ہارون رشید حج کو گیا تو لوگوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ کی چغلی کھائی کہ ان کے پاس ہر طرف سے مال چلا آتا ہے۔ ہارون نے حضرت سے پوچھا کہ تمہیں ہو جن سے لوگ چھپکر بیعت کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا انا امام القلوب وانت امام الجسوم یعنی ہم دلوں کے امام ہیں اور تم صرف جسموں کے امام ہو۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب ہارون الرشید حضرت رسولخدا صلعم کے روضہ کی زیارت کو بہت بڑی جماعۃ کے ساتھ حاضر ہوا۔ تو وہاں پہونچکر بہت فخر کے ساتھ مسلمانوں کو سُنانے کے لئے کہا السلام علیک یا ابن عم سمعھا من حولہ فقال الکاظم السلام علیک یا ابت فلم یحتملھا وکانت سببا لا مساکہ وحملہ معہ الی بغداد وحبسہ فلم یخرج من حبسہ الا میتا مقیدا یعنی اے میرے چچا کے فرزند آپ پر میرا سلام ہو۔ یہ اس نے دوسروں کو

سُنانے کے لئے کہا کہ میرا یہ درجہ ہے کہ میں حضرت رسولخدا صلعم کے چچا کی اولاد سے ہوں۔ وہاں حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔ اب حضرتؑ نے زیارت پڑھی اور فرمایا اے ابا جان آپ پر میرا سلام ہو۔ اس کا سننا تھا کہ ہارون کا سارا فخر جاتا رہا مگر وہ اس ذلت کو برداشت نہیں کرسکا اور اسی غصہ میں حضرتؑ کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ وہاں قید کر دیا جس سے حضرت مر کر ہی نکلے اس وقت بھی آپ کے نعش مبارک میں زنجیر اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۲) اور آپ کے پوتے حضرت امام محمد تقیؑ کے مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہ کرنے کا واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔ علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقیؑ بغداد کی کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے بھی وہاں کھیل رہے تھے ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی۔ سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے۔ مگر حضرت امام محمد تقیؑ کھڑے رہے حضرت کی عمر اس وقت صرف نو برس کی تھی۔ جب مامون کی سواری وہاں پہونچی تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے خطاب کر کے کہا کہ صاحب زادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ حضرتؑ نے برجستہ جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ ڈرتا۔ مامون کو اس جواب سننے بڑا تعجب ہوا کہ اتنا کمسن لڑکا ذرہ ڈرتا نہیں اور اطمینان سے ہر بات کا معقول جواب دیتا ہے۔ پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ فرمایا محمد بن علی رضا۔ اسکے بعد مامون آگے بڑھ گیا پھر تھوڑی دیر میں پلٹا تو حضرت امام محمد تقیؑ کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں پہلے دیکھا تھا اور لڑکے مامون کی سواری دیکھکر بھاگے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق کھڑے رہے۔ مامون نے قریب آکر کہا صاحب زادے بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا اللہ نے اپنے دریائے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین زمانہ اپنے بازوں سے اُن مچھلیوں

کا شکار کر کے اہلبیتِ رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سنکر ماموں بولا کہ
بے شک تم حضرت علی بن موسیٰ الرضا کے فرزند ہو پھر ان کو اپنے ساتھ لیتا گیا۔
اور انکی بہت عزت کر کے اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح ان سے کر دیا (صواعق محرقہ
صفحہ ۱۲۳) حضرت کے فرزند امام علی نقی علیہ السلام کا واقعہ بھی ملاحظہ ہو کہ خلیفہ متوکل
سے حضرتؑ کی شکایت کی گئی کہ حضرت کے شیعوں کے پاس سے آپ کے پاس
خطوط اور سلاح آتے رہتے ہیں۔ متوکل نے لوگوں کو بھیجا کہ حضرت کو گرفتار
کر لائیں۔ وہ سب حضرت کے جائے قیام میں گھس پڑے (فوجدوه على
الارض مستقبل القبلة يقرء القرآن فحملوه على حاله الى المتوكل والمتوكل
يشرب فاعظمه واجلسه وقال انشدني فقال اني قليل الرواية للشعر فقال لا
بد فانشده باتوا على قلل الاجبال تحرسهم غلب الرجال فلم تنفعهم القلل
واستنزلوا بعد عز من معاقلهم واودعوا حفرا يا بئسما نزلوا ناداهم
صارخ من بعد ما دفنوا اين الاسرة والتيجان والحلل فافصح القبر عنهم
حين سائلهم تلك الوجوه عليها الدود يقتتل يا طال ما اكلوا دهرا وما
شربوا فاصبحوا بعد طول الاكل قد اكلوا فبكى المتوكل والحاضرون) یعنی متوکل
کی بھیجی ہوئی جماعت حضرت کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ حضرت زمین پر پڑے ہوئے
قبلہ کی طرف رخ کئے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت
کو اسی حالت میں گرفتار کر کے متوکل کے پاس پہونچایا۔ متوکل اس وقت شراب خواری
میں مشغول تھا۔ حضرت کو دیکھ کر اس نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کہا کچھ شعر پڑھئے حضرت
نے فرمایا مجھے شعر سے دلچسپی بہت کم ہے۔ اس نے کہا نہیں کچھ تو ضرور پڑھئے تب
حضرت نے چند شعر پڑھے جس کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہان دنیا پہاڑوں کی چوٹیوں
پر قلعے بنا کر آرام سے بسر کرتے تھے۔ اس شان سے کہ قوی ہیکل لوگ اندر باہر
فوجیں پہرہ دیتی تھیں مگر افسوس وہ اونچی چوٹیاں ان کا کچھ نہ بنا سکیں وہ سب

بادشاہ عزت وشان کے بعد اپنے بلند محلوں سے اتار لئے گئے اور قبر کے اندر مٹی کے ڈھیر میں چھپا دیئے گئے۔ ہائے کیسی بری جگہ اب پہونچ گئے۔ انکے مرنے کے بعد ہاتف غیبی نے ان سے پکار کرکہا وہ تخت، وہ تاج، وہ حلے سب کیا ہوئے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا تو انکی قبر نے جواب دیا کہ اب ان چہروں پر (بجائے تاج اور حلوں کے) کیڑے مسلط ہوگئے ہیں۔ افسوس لوگ دنیا میں کیا کیا کھاتے اور پیتے رہے مگر اب ان سب کھانے پینے کے بعد یہ بادشاہان دنیا خود ہی کھائے جاتے اور کیڑوں کی غذا بن گئے ہیں۔ ان حسب حال شعروں کو منکر متوکل پر ایسا اثر ہوا کہ رونے لگا اور حاضرین دربار بھی سب رو پڑے (نور الابصار مطبوعہ مصر ص ۱۶۶ وغیرہ)۔ کیوں جناب انھیں خدمات جلیلہ کی وجہ سے آپ فرماتے ہیں کہ ائمہ طاہرین مخلوق سے ڈرتے ہوئے اظہار حق نہیں کرتے تھے۔

## مولوی ثناء اللہ صاحب کو دوستانہ مشورہ

جناب حاجی صاحب! عیسائیوں اور آریوں کے مقابلہ میں مذہب اسلام حق ہے اس وجہ سے آپ انکے مناظروں میں کامیاب ہوتے ہیں۔ قادیانیوں کے مقابلہ میں الحدیث قریب بحق ہیں اسوجہ سے آپ ان پر بھی غالب آتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ شیعوں کے مقابلہ میں آپ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ مذہب شیعہ حق اور خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ والحق یعلوا اسی وجہ سے آپ جب شیعوں پر اعتراض کرنے کی ہمت کرتے ہیں ایسا جواب پاتے ہیں کہ پھر اسکے بارے میں کچھ بولنے کی آپ کو جرات نہیں ہوتی۔ انشاء اللہ اس مضمون کا جواب بھی آپ سے کبھی نہیں ہوسکیگا لہذا کیوں اس ذلت کو گوارا کرتے ہیں۔ شروع ہی میں اپنی عزت کا پاس کرلیا کریں اور خاموشی سے آریوں۔ عیسائیوں۔ قادیانیوں ہی کی رد میں مشغول رہیں

## ایک قابل تقلید مجلس

ہر سال جناب مولوی حاجی حکیم سید محمد صالح صاحب عرشی مالک کموڈٹی فیکٹری بنارس اپنے وطن کجھوا میں تشریف لاکر شب ۱۱ ربیع الاول کو حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی تقریب میں مجلس میلاد بہت بڑے پیمانہ پر کرتے اور کل مومنین نیز اہلسنت و ہنود رجال و نساء کو شریک کرتے اور بہت حوصلہ سے اس جشن مسرت کو انجام دیتے ہیں خدا ممدوح کو جزائے خیر دے۔ دوسرے مومنین کو بھی مناسب ہے کہ گو مجلس کم کریں مگر جو کریں پوری عظمت و شان کے ساتھ اور اغیار کو بھی ضرور شریک کریں تاکہ فرض تبلیغ بھی ادا ہوتے رہے۔

## کافوری منجن

ایک بہت تجربہ کار اور مقبول طبیب جناب حکیم سید باقر رضا صاحب دام مجدہٗ نے ایک ڈبیہ کافوری منجن ہمارے پاس بغرض ریویو بھیجا ہے جو مرض پائریا کے لئے بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ خصوصاً مسوڑھوں سے خون ریم آنے انھیں ورم ہونے پانی لگنے۔ ان کے خفیف خفیف ہلنے میں نفع کرتا ہے۔ جناب حکیم صاحب اشتہاری طبیب نہیں مگر اس دوا کی خوبی اور مرض پائریا کی روز بروز زیادتی نے ممدوح کو آمادہ کیا کہ اسکی خبر مومنین کو کیجائے۔ قیمت فی ڈبیہ صرف ۱۴ دانتوں کی شکایت رکھنے والے حضرات ضرور طلب کر کے استعمال کریں کہ خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ اچھا نفع حاصل کرینگے

## رہبر راہ نجات

عالیجناب جامع میر سید محمد صاحب دہلوی مہندس ہندی سجاد کربلا معلےٰ نے پوسٹ کارڈ کی بہت خوبصورت چھوٹی تقطیع پر ۴۰ صفحہ کا یہ رسالہ چھپوا کر شایع کیا ہے جس میں مسافرین عتبات عالیات کے لئے کل ضروری باتوں کی ہدایتیں اور ایران و عراق و شام کا سفرنامہ درج کر کے کل عازمان زیارت پر احسان عظیم کیا ہے یہ چھوٹا سا رہبر جس وقت تک آپ کے جیب میں رہیگا کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ ان مقامات کے سفر کے لئے ہر بات کی کیفیت و ہدایت و ضرورت اور زیارت گاہوں کے حالات درج کر دیئے ہیں تمام کی زیارت گاہوں کے حالات بھی جمع کر دیئے ہیں۔ غرض دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ہم کل عازمان

زیارت سے سفارش کرتے ہیں کہ اس کا ایک ایک نسخہ صرف ۲ر میں ضرور منگالیں۔ حسب ذیل پتہ سے طلب کریں۔ — یوسفی پریس دہلی۔

# ایک ہزار روپیہ کا تعویذ ایک سو روپیہ میں

یہ حقیر گزشتہ ماہ رجب میں زیارت کے واسطے عتبات عالیات گیا تھا وہاں کربلائے معلےٰ میں ایک بہت بڑا عظیم الشان پوست آہو پر مشک ملی ہوئی سیاہی سے لکھا ہوا تعویذ فروش کے پاس دیکھا اس نے کہا یہ تعویذ پہلے بڑے بڑے امیر جاگیردار سلطان اور بادشاہ زر کثیر صرف کرکے لکھوا کے اپنے محل میں رکھتے تھے اور جنگ اور سفر میں ساتھ لے جاتے تھے اس کی برکت سے فتح ہوتی تھی اور صحیح و سالم بامراد سفر سے واپس آتے تھے اس کے لکھنے میں کم سے کم دو مہینہ لگتے ہیں) اور اس زمانہ میں اس کی قیمت ایک ہزار روپیہ ملتی تھی۔ اور اس تعویذ میں اسم اعظم اور بڑے سورے اور دعاؤں کے عدد بطور نقوش لکھے ہیں اور بہت سی دعائیں وغیرہ بھی لکھی ہیں اور سونہری خانے بنائے ہیں اور یہ تعویذ دس بیس سطر کا نہیں ہے بلکہ جیبی رومال سے چوگن بڑا ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں مختصر یہ کہ حاجتیں بر آتی ہیں بیماری سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ دشمنوں کے شر سے نجات ملتی ہے عزت اور دولت وغیرہ میں ترقی ہوتی ہے۔ یہ تعویذ بہت بڑا ہونے سے اگر بازو پر باندھنا منظور نہ ہو تو فریم میں جڑا کر مکان یا آفس میں رکھا جائے اور سفر میں ساتھ رہے۔ اگرچہ یہ زمانہ مکر و فریب کا ہے اور بدمعاش لوگ تعویذ وغیرہ کے ذریعہ سے خلق خدا کے ہزاروں روپیہ لوٹ رہے ہیں اس سے لوگوں کو کسی پر اعتماد نہیں رہا ہے پھر بھی مثل ہے کہ

نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد        خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

اور حقیر چونکہ پچاس برس سے قوم کی خدمت کرتا ہے اور ذاکری و وعظ سے کبھی پیسہ نہیں لیتا۔ امید کہ بھروسہ آئے گا لہذا جس کا دل چاہے منگوا لے۔ میرے پاس صرف ایک عدد ہے جو سو روپیہ کا منی آرڈر آنے پر رجسٹری سے روانہ کیا جائے گا۔

المشتہر۔ حاجی غلام علی ابن حاجی اسماعیل مدیر راہ نجات۔ بھاؤنگر۔ کاٹھیاواڑ

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کھجوا میں چھپوا کر شائع کیا)

باسمہ سبحانہ

ماہوار رسالہ

# اصلاح

نمبر ۶ | ماہ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۳ ہجری | جلد ۲۸

فہرست مضامین



(مقام اشاعت)

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ خاص بمد معدودے پانچ روپیہ سالانہ

چندہ عام خریداروں سے تین روپیہ سالانہ

**مطبع اصلاح (مشین پریس) کی شاندار کامیابی** ایک معزز جدید تعلیم یافتہ جناب سید حامد حسین صاحب (علیگ

ایم۔ اے۔ ایس بی و ایم۔ آر۔ اے۔ ایس ساکن جھالرا پاٹن (راجپوتانہ) ایک قابل قدر کتاب اسلامی لغتہ لکھ رہے ہیں جسکی دوسری جلد شمس العلماء مولوی شبلی صاحب کے مشہور معارف پریس اعظم گڈھ میں طبع کرائی۔ اب تیسری جلد کو مطبع اصلاح کجھوا میں طبع کرایا ہے۔ اسکی جلدیں ممدوح کے پاس پہونچیں تو نہایت خوشی ہوئی اور لکھا کہ "اسلامی لغتہ کی کتابت و طباعت معارف پریس سے ذرہ بکر نہیں ہے بلکہ بعض خصوصیات میں ترجیح کی مستحق ہے"۔ اس کامیابی پر جس قدر شکر خدا بجالایا جائے کم ہے۔ اب شدید ضرورت ہے کہ دوسرے ہمدرد حضرات بھی اپنی کتابیں۔ رسالے رجسٹر۔ رسید بہیاں۔ نقشے۔ اشتہارات۔ کچہری اور زمینداری کے کاغذ۔ نوید۔ رقعے۔ خطوط۔ پوسٹر وغیرہ یہاں چھپنے کو بھیجیں۔ اسکولوں سے امتحان کے پرچہا ئے سوالات بھی یہاں بھجوائیں کہ نہایت احتیاط سے چھاپکر روانہ کئے جائیں گے ہر چیز کی چھپائی عمدہ اور ارزاں ہوگی۔ اور وقت کی پابندی سے کام انجام دیا جائیگا۔

**انصار اصلاح** حسب ذیل حضرات کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جاتا ہی کہ جدید خریدار عنایت فرماکر شکر گزار کیا (۳۹) جناب چودھری سید احمد عباس صاحب تعلقدار اناؤ ا (۴۰) جناب منشی سید راحت حسین صاحب فتحپور ا (۴۱) جناب سید مظہر الحسن صاحب فتحپور ۲ (۴۲) جناب سید اشتفاق حسین صاحب اگیونا ضلع الہ آباد ا (۴۳) جناب سید ابوالحسن صاحب ہڈ کنسٹبل کانپور ۲ (۴۴) جناب ماسٹر سید اشفاق علی صاحب مظفر نگر ۲ (۴۵) جناب سید باقر حسین صاحب تحصیلدار نگرہ ا (۴۶) جناب منشی غلام علی خانصاحب اوورسیر آنڈلو ا (۴۷) جناب سید محمد رضی صاحب بلاسپور ۳ (۴۸) جناب آغا محمد اکرم صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ناگپور ا (باقی آیندہ)

**مناظرہ ٹیکسلا ضلع راولپنڈی** کی روئداد کے لئے کسی صاحب نے بعمر جناب مولانا محمد بشیر صاحب کے پاس روانہ کیا تھا مگر نام صرف ہاشمی لکھا اور پتا بھی نہیں لکھا۔ اب اپنا پورا نام اور پتا ممدوح کو لکھدیں کہ روئداد آجائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

# رسالہ اصلاح

نمبر ۶ | ماہ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۳ ہجری | جلد ۳۸

## خدا نے ہمیں کسطرح بچایا

وفات حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کے بعد ہم پریشانیوں میں بسر کر رہے ہیں۔ ۲۸ ماہ رمضان المبارک کو اس صوبہ کے زلزلہ نے شدید نقصانات پہونچائے کہ امام بارہ چور ہو گیا مکان کے اکثر حصے مخدوش ہو گئے۔ پھر برسات آئی تو اوپر کی شدید بارش اور نیچے کے سیلاب سے مکانات جو مخدوش ہو گئے تھے گرنا شروع ہو گئے تو کسی طرف کا کوئی حصہ قابل اطمینان نہیں رہا پختہ چھتیں بھی گریں۔ کھپریل کے حصے بھی منہدم ہوئے۔ برسات کے قبل بمشکل ایک کمرا درست کرا لیا گیا تھا۔ اس پوری فصل میں تقریباً وہی کمرا سب کا ملجا و ماویٰ تھا۔ کتبخانہ کی کتابیں بھی بہت کثرت سے خراب ہوئیں۔ غرض ان مصائب کی داستان طویل ہے مگر ان سب کے ساتھ ہم الفاظ نہیں پاتے کہ کیونکر خدا کا شکریہ ادا کریں اسلئے کہ مکانوں کے گرنے اور بارش و سیلاب کی زیادتی سے ہر وقت کل النفس کی زندگی بھی خطرے میں تھی لیکن خدا نے برابر سب کی حفاظت کی۔ پھر ۲۸ ستمبر مطابق ۱۸ جمادی الاخریٰ کی شب میں تو اتنا بڑا فضل خدا ہوا کہ گویا ہم موت کے قبضہ سے بچ گئے۔ گرمی کی شدت اور مچھروں کی زیادتی سے اس شب میں ہم ایک چھت پر جو گرنے سے بچ گئی تھی جا کر سو رہے تھے اور موسم

بالکل معتدل تھا نہ بارش تھی نہ تیز ہوا نہ زلزلہ نہ کوئی تردد کہ دفعتہً قریب ۱۰ بجے صبح کے اس جگہ کے بیچ کی بڑی لمبی چوڑی پوری چھت زمین پر آرہی مگر جس جگہ ہمارا سر تھا، اس جگہ سے شاید نصف بالشت کی جگہ چھوڑ کر چھت گری سبحان اللہ اگر اس نصف بالشت کی چھت بھی گرتی تو ہم نیچے آکر ختم ہو گئے ہوتے۔ غرض شکر خدا نہیں ہو سکتا۔

**رسالہ تقیہ** | الحمد للہ کہ رسالہ الشمس جلد ۷ کے ساتھ جن تین عظیم الشان کتابوں کی اشاعت کا ارادہ کیا گیا تھا ان سے پہلی کتاب رسالہ تقیہ کا اردو ترجمہ بفضلہ تعالیٰ الشمس نمبر ۲ و ۳ و ۴ کے ہمراہ ایک ساتھ مکمل چھپکر شایع ہو گیا۔ یہ کتاب حضرت حجۃ الاسلام سید المحققین العظام آیۃ اللہ العلام شمس العلماء مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی تصنیف اور تحقیقات علمیہ و دینیہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے جو مدت دراز سے نایاب ہے چونکہ مسئلہ تقیہ پر حضرات اہلسنت کثرت سے اور دن رات اعتراضات کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے شدید ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ شایع کیا جائے۔ اب بفضلہ جناب مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم کی کتاب "اولیٰ" کی اشاعت بھی شروع ہو گئی ہے۔ ناظرین اصلاح سے جو حضرات الشمس جلد ۱ کے خریدار نہیں ہیں وہ جلد عہ منیجر صاحب دائرہ تحقیق کھجوا کو لکھکر یہ رسالہ اپنے نام جاری کرالیں تاکہ یہ قیمتی جواہر انکے پاس پہونچ جائیں۔

**مناظرہ مامون** | جن حضرات نے یہ دلچسپ رسالہ ابتک نہیں منگایا وہ کچھ دنوں کے بعد بہت پچھتائیںگے صرف دو جدید خریدار اصلاح عنایت فرمائیں کہ فوراً یہ نعمت آپ تک پہونچ جائے۔

**سوانح عمری خلیفہ اول** | کا سامان شروع کر دیا گیا ہے اور انشاء اللہ محرم ۵۴ھ سے اسکے ۱۶ صفحے اصلاح کے ساتھ حاضر ہونے لگینگے مگر اسکے لئے طبقات ابن سعد کی شدید ضرورت ہے جو افسوس ابتک دفتر اصلاح میں نہیں آسکی۔ اگر کوئی صاحب ایکسال کیلئے عاریتہً بھی عنایت فرمائیں تو ضرورت رفع ہو جائے۔

**چندہ ۵۳ھ** | جن حضرات کا چندہ اصلاح سال رواں ۵۳ھ کا ابتک نہیں آیا وہ جلد بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما کر شکر گزار کریں۔ وی پی کا انتظار نہ کریں۔

# پیغامِ شہید

شہادت جس کے متعلق مدینہ کی دعوت حق کی یہ خداداد اور خداساز کامیابی کی دلیل ہے کہ اُس نے ہندوستان کے مایہ ناز شعراء کی زبانوں کو بھی اعلان و اظہار کے لئے منتخب کر دیا ہے حضرت جوشؔ ملیح آبادی نے ماتم و سوگواری کی رواجی اور مصنوعی رسموں کی مخالفت میں اپنی الہامی صدا بلند کی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا سیمابؔ اکبرآبادی نے بھی براہ راست اور زیادہ موثر طریقہ تعلیم و تبلیغ اختیار کیا ہے حضرت سیمابؔ نے ذیل کی نظم آگرہ کی سیماب لٹریری سوسائٹی میں پڑھی تھی اور یہ اُن کا کرم خاص ہے کہ اس کی اشاعت کے لئے اونھوں نے مدینہ کا انتخاب فرمایا ہم اس پاکیزہ اور بلند پایہ اور لطیف نظم کو دلی شکریہ کے ساتھ مدینہ میں درج کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں ۔ مدیر

اے عزادارانِ ہند اے دردمندانِ شہید ‏ اے وفا کیشانِ محفلِ غمگسارانِ شہید

ہاں تمہاری سرخ آنکھوں سے سمندر ہے رواں ‏ ہاں تمہارے جسم پر ہیں سینہ کوبی کے نشاں

ہاں تمہارے دل ہماری یاد سے صد پارہ ہیں ‏ خونچکاں آنکھیں دلِ صد پارہ کا گہوارہ ہیں

ہاں خیالوں میں تمہارے راسخ الایمان ہیں ہم ‏ ہاں عقیدت میں تمہاری افضل الانسان ہیں ہم

لیکن اس ماتم گساری سے ہمیں کیا فائدہ ‏ اس تمہاری آہ و زاری سے ہمیں کیا فائدہ

رسم عالم ہے کہ جب دنیا میں مرتا ہے کوئی ‏ سینہ زن ہوتے ہیں اُسکی موت پر کچھ آدمی

کیا یوں ہی ہم پر بھی سما نوحہ خواں ہوتے ہو تم ‏ جب سمجھتے ہو ہمیں زندہ تو کیوں روتے ہو تم

کیوں نظر قرآن کے اعلان پر جاتی نہیں ‏ واقعہ یہ ہے شہیدوں کو تو موت آتی نہیں

اب یہی مظلومی و بیچارگی و بے کسی ‏ اس پہ کیا رونا شہیدوں کو گوارا ہے یہی

خاک و خوں سے کھیلتے ہیں جنگ کے میدان میں ‏ زندگی کو ڈھونڈتے ہیں موت کے طوفان میں

حق و باطل میں جو ہوتا ہے خیالِ امتیاز — گھاٹ پر تلوار کے پڑھتے ہیں دو رکعت نماز
سجدہ کیسا رشتۂ آدابِ دنیا کاٹ کر — سجدہ گہ میں پھینک دیتے ہیں سر اپنا کاٹ کر
ہم سے احسانِ حیات و موت اٹھتا ہی نہیں — بارِ احساں کیا اٹھائیں دوش پر سر ہی نہیں
بھوک سے اور پیاس سے ہمکو غرض ہوتی نہیں — زندگی اپنی مصیبت یا مرض ہوتی نہیں
بندشِ آب و غذا سے ہم نہیں ہوتے اداس — جرعۂ کوثر سے بجھتی ہے ہمارے دل کی پیاس
اہلِ دنیا جن لذائذ سے یہاں سرشار ہیں — فطرتاً ہم اُن سے بے پروا ہیں یا بیزار ہیں
اپنی نظروں میں جہاں فی نفسہٖ ناچیز ہے — یہ حقیقت ہے تو پھر مظلومیت کیا چیز ہے
عاملِ باطل ہو تم تردید باطل چھوڑ کر — کارِ آساں لے لیا ہے کارِ مشکل چھوڑ کر
موت پر گریہ شہادت پر بھی گریہ مرحبا — پھر سمجھتے ہو اسی کو حاصلِ ذوقِ عزا
گود کے بچے بھی رو لیتے ہیں اکثر پھوٹ کر — عورتیں بھی نوحہ کر لیتی ہیں سینہ کوٹ کر
مرد میں ذہنیت مردانہ ہونی چاہیے — ہر نفس میں جرأت مردانہ ہونی چاہیے
جب جفاؤں کی گھٹائیں ہم پہ گھر کر چھائی ہوئی — کیا ہماری آنکھ سے قطرہ بھی ٹپکا تھا کوئی
آئیں فرزندوں کی جب لاشیں ہمارے سامنے — مسکرا کر ہم نے کیا کیا شکر کے سجدے کئے
جب ہمیں نرغے میں لیکر تیر برسائے گئے — دوست کا تحفہ سمجھکر ہم اُنھیں کھائے گئے
مشربِ صبر و رضا کی پاسداری ہم نے کی — دہر میں رسم و رہِ تسلیم جاری ہم نے کی
یوں جواب صاف ملت کے منافق کو دیا — سر دیا لیکن نہ اپنا ہاتھ فاسق کو دیا
ہے کوئی جس نے یہ درسِ حریت ہم سے لیا — ہے کوئی جس نے یہ ذوقِ معرفت ہم سے لیا
ہے کوئی جس نے ریاؤ کبر کی تردید کی — ہے کوئی جس نے ہماری کی حقیقی پیروی
ہے کوئی اتنا غیور و باحمیت ہے کوئی — جیتے جی واپس خدا کو جس نے کر دی زندگی
ہے کوئی جس نے ریاؤ کبر کی تردید کی — ہے کوئی جس نے ہمارے کام کی تجدید کی
ہے کوئی قاتل کو دی ہو جس نے خود بڑھکر صدا — ہے کوئی جو کٹ گیا لیکن نہ سجدے سے اٹھا

یہ نمائش یہ تماشے یہ تنوع کاریاں
یہ شمارِ ناروا یہ ساز یہ تیاریاں

یہ لباس نو میں اپنی شان و عظمت کی نمود
یہ نئے پردوں میں اوہام قدامت کی نمود

یہ رنگیلے پیرہن آنکھیں نشیلی ہونٹھ لال
پان کلّے میں جبیں پر مغربی فیشن کے بال

عورتوں کی بھیڑ مردوں کا ہجوم و اژدہام
یہ محرم کا مہینہ عید کی سی دھوم دھام

عارضِ گلگوں یہ کاکل کی لٹیں لٹکی ہوئی
پُر ہوس دل چال آوارہ۔ نظر بھٹکی ہوئی

یہ فریبِ نفس جھوٹا بانکپن بازار میں
گھر میں فاقے دعوتِ کام و دہن بازار میں

ڈھول اور تاشوں کا یہ ہنگامۂ حشر آفریں
تال سُر کے ساتھ نوحوں کی صدائے نازنیں

یہ زیارت کے بہانے یہ نظارہ بازیاں
قومیت سازی کے پردے میں زمانہ سازیاں

یہ غلط اسراف اسلاف کی رسوائیاں
رہگذاروں میں یہ بے معنی جلوہ فرمائیاں

مدعا اس سے بجز عرض ریاکاری نہیں
اور یہ کیا ہے جو تو ہین عزاداری نہیں

سیماب اکبر آبادی (منقول از اخبار مدینہ بجنور یکم مئی ۱۹۳۴ء)

# پیغام شہید کا جواب

ہاں سنا بھی اور دیکھا بھی ہے "پیغام شہید"
کچھ نیا پیغام ہی یہ اور نہ ہے امر جدید

نظم سیمابی نہیں غافل کی یہ بکواس ہے
عترتِ اطہار کا مطلق نہ جس کو پاس ہے

امتناعِ گریۂ شبیرؑ پر یہ ردّ و کد
ہے عبث سیماب کا یہ اضطراب جذر و مد

خونِ ناحق کو چھپاؤ لاکھ چھپ سکتا نہیں
اس شہیدِ ظلم پر اب اشک رک سکتا نہیں

ہم اگر روتے نہیں مجلس کرتے گر مدام
مٹ گیا ہوتا حسینِ پاک کا دنیا سے نام

قتل کر کے گھر جلا کے تم نے کیا باقی رکھا
نہر کھودی۔ ہل چلایا۔ قبر پر یہ کی جفا

اب شہیدِ کربلا کے ذکر سے جلتے ہو تم
نام زندہ رہ گیا اب ہاتھ کیا ملتے ہو تم

عاملِ باطل نہیں ہم ہی قرآں میں یہ لکھا
ہنس لو تم تھوڑا مگر گریہ کرو اس سے سوا

عمر بھر روتے رہے یعقوبؑ دلبر کیلئے ۔ سچ بتاؤ سچ یہ تھی بدعت پیمبر کیلئے

حضرت یوسفؑ تھے زندہ اور تھی ملنے کی آس ۔ کثرتِ گریہ سے پر یعقوبؑ رہتے بے حواس

گریۂ یوسفؑ پہ ہو قرآن میں صبرٌ جمیل ۔ گریۂ شبیرؑ پر لیکن ہے اتنی قال و قیل

جب تلک زندہ رہے زین العباؑ روتے رہے ۔ آہ پانی کے عوض اشکوں سے منہ دھوتے رہے

جانتے ہو کیا تھے وہ فرزندِ شہیدِ کربلا ۔ صرف رونا رہ گیا تھا زندگی کا مدعا

حشر تک زین العباؑ کی ہم کرینگے پیروی ۔ وہ تأسی کیا کرے جس کو ہے اُن سے دشمنی

ہاں وہی قوم یزیدی آج بھی ہے مردوزن ۔ دکھ لیے جن کے دلوں میں اور مسرت موجزن

عید سے بڑھکر محرم میں وہ کرتے ہیں سنگار ۔ مرد ہیں صد تو عورتیں ہیں یک ہزار

سُرخ اودی ساریاں اور نیلگوں وہ چولیاں ۔ اور ہنس ہنس کر وہ انکی مرد سے اٹکھیلیاں

اک نظر دیکھا جسے اوسکو اشارہ کر دیا ۔ مسکرا کر دل کسی کا پارہ پارہ کر دیا

ہم تو ہیں مصروفِ ماتم محوِ نظارہ ہیں وہ ۔ دیکھنے والے جبھی کہتے ہیں آوارہ ہیں وہ

قوم کی سیماب نے اپنی یہی دیکھی ادا ۔ جوش میں آکر ہمیں بھی ہے مخاطب کر دیا

شرم بادت شرم اے سیماب تیرا یہ خیال ۔ رہ کے بزمِ علم میں اور جاہلوں کے سے مقال

تو غزل گوئی میں ہاں اک شہرۂ آفاق ہے ۔ شاعروں کی بزم میں تو فرد ہے اور طاق ہے

یہ کیا ہے منہ آگئے اہلِ عزا پر بیدریغ ۔ کیا نہیں تو جانتا؟ وہ حیدری رکھتے ہیں تیغ

اب نہ منہ آنا کبھی غافل تھا اب ہوشیار ہو ۔ سُن کے اٹھو کی صدا سوتے سے اب بیدار ہو

## پیغامِ پیغمبرؐ

اے ہوا خواہانِ ظاہر دشمنانِ باطنی ۔ اے جفا کارانِ ملت ناصحانِ ناصبی

ہاں زباں پر تمہارے لئیے دعوٰئے محبت ہی مری ۔ ہاں تمہاری جھوٹی باتوں میں مودت ہی مری

ہاں نہ ہونٹوں پر کبھی آتا ہے نام حسنینؑ کا ۔ ہاں کبھی دم بھرتے ہو ظاہر میں تم ثقلین کا

تمکو مطلب ہے نہ اہل البیتؑ اور قرآن سے — تم یزیدی ہو علاقہ ہے کسی شیطان سے

ظاہری دعوائے ایماں ہے اسمیں کیا فائدہ — مٹ نہیں سکتا منافق کا نشان وقاعدہ

کلمہ گویوں نے تو میرے گھر کو ویراں کر دیا — اور جلوائے آگ کے صد حیف قرآں کر دیا

پڑھتے تھے کلمہ مرا اور کرتے تھے ہم کو شہید — قتل سے سیری نہیں تھی کہتی تھی ھل من مزید

تم بھی ہو ایسے ہی کلمہ گو نہیں اسمیں کلام — جب تو ایسی نظم لکھدی ہے عزاداروں کے نام

بغض کا ہی نام رکھا تم نے پیغام شہید — ہے غلط نام۔ لکھو اس کو پیغام یزید

جو لکھا تم نے وہ باطل ہے غلط ہی جان لو — میں جو کہتا ہوں مجھے گر مانتے ہو مان لو

کربلا والوں پہ میں خود رو رہا ہوں آجتک — گنبد خضرا میں بیکل ہو رہا ہوں آجتک

میری بی بی ام سلمہؓ کی روایت ہے صحیح — پیروی کو میری بدعت کہتے ہو یہ ہے قبیح

ماتم شبیرؑ میں ہی نے اڑائی خاک بھی — کر دیا اپنا گریباں اسکے غم میں چاک بھی

روئے ہیں جبرئیل بھی دیکھ شہادت کی خبر — اے عزاداری کے دشمن دیکھ تو تاریخ و سیر

کھول دو آنکھوں سے پٹی اپنی عصبیت کی تم — دیکھ لو سچی حدیثیں لو خبر سیرت کی تم

جب ہوئے عم معظم حضرت حمزہ شہید — جو تھے ایمان مجسم اور شجاعت میں وحید

بیکسی انکی سنی تو درد دل ہونے لگا — انکی میت پر نہ تھا ماتم تو میں رونے لگا

میرے مخلص میری حسرت دیکھکر مضطر ہوئے — اور وہ آخر روانہ اپنے اپنے گھر ہوئے

لاش حمزہ پر روانہ کر دیئے اپنے حرم — تھا بپا ماتم شہید باوفا پر باالم

رونے والی بی بیوں کے حق میں کی میں نے دعا — واقعہ ہے یہ نہیں گنجائش چون و چرا

الحذر اے دشمن شبیرؑ و شبرؑ الحذر — ان شہیدوں پر جو روتے ہیں ہجو انکی نہ کر

ورنہ تیرا حشر ہوگا شمر ذی الجوشن کے ساتھ — اس جگہ ہنستا ہے تو واں روئیگا شیون کے ساتھ

دوسرے فرقے کی آنکھ کا تنکا تو آیا ہے نظر — اپنی آنکھوں کا نہیں شہتیر سوجھا ہے مگر

جوش ہے میری حسد میں اور پیچ و تاب ہے ۔ بغض سے وہ بیقراری جسطرح سیماب ہے
جسکو صدیقہ کہا کرتے ہو با صد احترام ۔ کیوں نہیں اخبار میں لکھتے ہو انکا یہ پیام
میری محفل کیوں نکالی ہو گئے مجنون تم ۔ یہ تو ہی بدعت کھلی ہو گئے نہ کیوں مطعون تم
آہ اے اسلام تجھ میں ہو گئی عبرت کی بات ۔ عار کی یہ بات ہے اور ہے بڑی غیرت کی بات
دف و چنگ و نئے کی لے کیسا تھا میری منقبت ۔ منقبت کی آڑ میں کرتے ہو میری منقصت
عرس کے میلوں کے ریلے اور پریوں کا ہجوم ۔ وہ حسینیں جو نکی رقص میں تھی ہر سو دھوم
وہ نمائش وہ تماشے اور وہ رنگینیاں ۔ نازک اندامونکا جھرمٹ اور وہ خوش فعلیاں
عرس کے میلوں میں وہ وعدوں کے ایفا کی گھڑی ۔ ہے کسی پر جو آیا ہے کہیں آنکھیں لڑی
ہے زیارت کا بہانہ اور قُل کی اوٹ ہے ۔ زخم دل پر ہے کہیں چھایا کہیں پر چوٹ ہے
اللہ اللہ حرکتیں ایسی کہ کانپ اُٹھے زمیں ۔ توبہ توبہ بدعتیں ایسی کہ ہو توہین دیں
ایسے افعال شنیعہ پر نہیں تمکو ہی شرم ۔ پر عزاداری کو تم کرتے ہو ہر دم متہم
جو مناتی ہے محرم میں رنگیلے پن سے عید ۔ وہ نہیں ہے قوم میری بلکہ ہے قوم یزید
شادیاں کرتی ہے وہ ماہ عزا میں حیف ہے ۔ اُسکے ہونٹوں پر مسرت اور رخ پر کیف ہے
زیوروں سے ہوتے ہیں آراستہ اُسکے حرم ۔ الغرض کیا کیا کہوں ہوتے ہیں کیا جور و ستم
اُسکے دل میں ہے عزا کے دن کی کچھ وقعت نہیں ۔ کرتی میرے جنازے کی بھی کچھ حرمت نہیں
اُسپہ طرفہ بے حیائی واہ رے اسلام واہ ۔ سوگواروں کو ہنسو کیسا ہے یہ الزام و اتہام
مدعی اس سے بتاؤ کیا دل آزاری نہیں ۔ یہ شقاوت ہے تمہاری کیا سدا جاری نہیں
دوستوں کی تم مرے کرتے شکایت ہو مدام ۔ میں بہت بیزار ہوں تم سے سنو میرا پیام

اے حفاظت کہہ دے اس پیغام سے جو جل مرے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

حفاظت بھیکپوری

الحمد للہ کہ

رسالہ

# سرِ مکتوم

فی

# عقد حضرت ام کلثوم

از

جناب مجاہد نصاب منشی غلام علی خاں صاحب اورسیر پنشنر دام عزہ

ساکن آنڈلو ضلع لدھیانہ (پنجاب)

در مطبع اصلاح کجھوا (بہار)
طبع گردید

## فہرست مضامین رسالہ سرّ مکتوم

# سِرِّ مکتوم
## فی
# عقد حضرت اُمِّ کلثوم

حامداً و مصلیاً

نوکِ زباں نے تیری سینوں کو چھید ڈالا
ترکش میں ہے یہ پیکاں۔ یا ہے زباں دہاں میں

گزشتہ موسم برسات میں ہم ہردوئی گئے وہاں حبیب محترم نواب مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر ڈپٹی کلکٹر کے کتب خانہ سے دو کتابیں یعنی "سیر المصنفین" مرتبہ جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی اور "سیرۃ النبیؐ" از مولوی شبلی صاحب نعمانی دیکھنے میں آئیں۔ جو باتیں مذہب حق امامیہ اثنا عشریہ کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ بالکل بیجا تعصب اور کذب صریح پر مبنی ہیں اور اہل علم و محقق کی شان سے ارفع و اجل ہے کہ ایسے بے سر و پا اور غلط واقعات کو اپنے زور قلم سے خار کو گلزار اور گلزار کو خار کر دکھائے ع گلست سعدی در چشم دشمناں خار است راقم نے ان دونوں کتابوں کے "اقتباس" لکھ لئے ہیں انشاءاللہ انکی حقیقت ظاہر کی جائیگی۔ (۱) آج ہم "سیر المصنفین" سے واقعہ "عقد حضرت ام کلثوم" کا اقتباس نقل کر کے اس کو تنقید اور تصحیح کے معیار پر کستے ہیں۔ ہم کو راستی اور صداقت منظور ہے۔ مناظرہ و مجادلہ منظور نہیں ہے ؎

"راست میگویم و یزداں نہ پسندد جز راست
حرف ناراست سر و دن ز دش آسر من است

"مولف سیر المصنفین" نے شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے :-

"ایک روز آپ نے فرمایا کہ کیمبرج یونیورسٹی میں ایک ایرانی سے ملاقات ہوئی جو پڑھا لکھا اور عالم شخص تھا۔ میں نے پوچھا تم حضرت عمر سے کیوں عداوت رکھتے ہو؟ ایرانی عالم نے جواب دیا کہ ہم حضرت علیؑ کی پیروی کرتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت علیؑ میں کوئی عداوت نہ تھی اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو وہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے کبھی نہ کرتے۔ اُنھوں نے تعجب سے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ مرحوم نے اپنے کتب خانہ سے فوراً تاریخ یعقوبی مصنفہ ابن واضح کاتب عباسی۔ جو کہ شیعہ مذہب کا عالم ہے لاکر دکھائی۔ یہ کتاب یورپ میں چھپی ہے اور جس کے دیباچہ میں مصنف کے شیعہ ہونے کی تصدیق کی گئی ہے اسکے بعد وہ ایرانی عالم اس کتاب اور واقعہ کو دیکھ کر تائب ہو گیا اور عہد کیا کہ آیندہ کبھی حضرت عمر کو بُرا نہ کہونگا اور تعجب کیا کہ ہم لوگ ان باتوں کو کیوں چھپاتے ہیں"

(۲) قیام بلدہ حیدر آباد میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ایک روز ایک بڈھے شیعہ مولوی صاحب تشریف لائے آپ نے یعقوبی کی تاریخ جلد دوم پڑھکر سنانی شروع کی یہ وہی مقام تھا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اسکے بعد شیعہ عالم سے کہا کہ آج کئی روز سے ہم میں اور ہماری بیوی میں بحث ہو رہی ہے وہ میری اس بات کو قبول نہیں کرتیں کہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر سے ہوا اور اس قدر مہر مقرر ہوا تھا اور اُن سے ایک بیٹا زید پیدا ہوا تھا۔ اسپر حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ علمائے شیعہ اس واقعہ کے منکر نہیں ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ خیال نہایت جاہلانہ اور ذلیل ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت تھی کہ وہ فاطمہ کی لڑکی کو علیؑ سے چھین لے اور زبردستی نکاح کرے۔ آخر مولوی صاحب خفیف سے ہو کر رہ گئے۔

مولف "سیر المصنفین" مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ صرف وکیل ہی نہیں بلکہ آپ شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں۔ آپکی تحقیق انیق کا کیا کہنا۔ ع

وکیلان طریق جدل ساختند لم لانسلم درانداختند

شمس العلماء بلگرامی مرحوم ہوگئے ہیں ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مداح عمر صاحب تھے۔ کیونکہ انکے تحریری بیانات نہیں ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "تنہا صاحب" نے سید صاحب مرحوم کے کندھے پر بندوق رکھ کر فیر کیا ہے۔ ہمارے ہاں مثل مشہور ہے "سید سنی نہیں کاٹھ کی کنی (ہانڈی) نہیں"۔ فن وکالت میں زبانی اول قول قابل قبول نہیں ہوتے اگر تحریری ثبوت نہ ہو تو مقدمہ خارج ہوجاتا ہے۔ لہذا "تنہا صاحب" بمقتضائے "تنہا پیش قاضی روی وراضی آئی" قابل فخر نہیں اور انکا فخریہ یہ لکھنا کہ "شیعہ والدین کی اولاد تھے اور اسی سے شیعہ بھی سمجھے جاتے تھے"۔ بالکل راستے سے دور ہے۔ کیا "تنہا صاحب" کو معلوم نہیں کہ ریاست عالیہ حیدرآباد دکن میں نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی اور شمس العلماء سید علی بلگرامی دونوں بھائی عہدہ دار تھے لیکن دونوں صاحبان کی طبیعت کی افتاد علحدہ علحدہ تھی۔ خصوصاً سید علی صاحب کی طبیعت جوڑ توڑ والی تھی اور امور سیاسیہ کی جہت سے کیا کچھ نتائج انکے زمانہ ملازمت میں پیدا ہوئے تھے جو اظہر من الشمس ہیں۔ ہم کو مردہ ہڈیوں کا اکھیڑنا منظور نہیں۔ ایسے امور (فرض محال) اگر شمس العلماء مرحوم کی زبان سے سرزد ہوئے وہ تقاضائے سیاست ہے اور اظہار لسانی نہ کہ اقرار جنانی۔ عاقلاں را اشارہ کافی است۔

ہم اس مبحث میں زیادہ کد و کاوش مناسب نہیں سمجھتے البتہ جناب "تنہا صاحب" کو مشورہ دیں گے کہ آپ اگر انصاف پسند ہیں تو کتاب "مناظر المصائب" مصنفہ جناب نواب شمس العلماء سید امداد امام صاحب اثر ملاحظہ فرمائیں خصوصاً ضمیمہ نمبر ۳ "سید سنی نہ باشد" تب جناب والا کو معلوم ہوگا کہ شمس العلماء بلگرامی مرحوم

کیوں ایسے رنگ میں نظر آئے؟

(ب) کیمبرج یونیورسٹی میں ایک ایرانی عالم سے ملاقات اور انکا مجوج تائب ہو جانا اور قصہ عقد حضرت ام کلثوم کا ثبوت وغیرہ وغیرہ جو جناب وکیل صاحب نے تحریر فرمایا ہے اسکی نسبت سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں "قلم درکف دشمن است" ایرانی عالم اور انکا تائب ہونا "این چہ بوالعجبی است" عالم ہرگز نہ تھے بلکہ کوئی مفروضہ ایرانی تھے جنکے سر یہ تھوپا گیا ہے۔ "ایرانی اور تائب ہونا" کسی طرح سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ حالانکہ ایرانیوں کو جو شیخین سے عداوت ہے اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں مولوی روم اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

سبزوار است این جہان بے مدار ما چو در وے خوار و زار

وکیل صاحب "تنہا" نے چونکہ چند حکایات بالا لکھی ہیں۔ ہم بھی بتقاضائے موقع ایک آدھ لطیفہ لکھتے ہیں۔

**لطیفہ** ایک ایرانی اور ایک مُرید حضرت عمرؓ و پیر دستگیر بغدادی دونوں دریائی سفر میں ایک کشتی پر سوار تھے۔ اتفاقاً دریا میں تلاطم وطوفان پیدا ہوا اور کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ سواروں کو یقین ہوا کہ اب بچنا محال ہے حالت اضطرار میں سُنّی صاحب پکارے "یا عمر ابن خطاب ادرکنی یا پیر یا شیخ غوث اعظم ادرکنی"۔ بیقراری واضطراب سے ایک تار ادرکنی کے بندھ گئے۔ اب ایرانی صاحب کو ان دونوں ناموں سے اس قدر جوش آیا کہ بے تحاشا بولے "یا علی! این کشتی غرق شود ومن ہم بجہنم"۔ اللہ اکبر جل جلالہ۔ کس قدر نفرت ہے کہ اپنا غرق ہونا منظور لیکن ان صاحبوں کا نام سُننا گوارا نہیں۔

ہمارے مخاطب تنہا صاحب فرماتے ہیں کہ ایرانی عالم تائب ہوئے اور جناب عمرؓ پر ایمان لائے۔ استغفراللہ۔ ناممکن۔ محال یہ یاروں کا پروپیگنڈہ ہے!

**لطیفہ** ایک بار عمدۃ الواعظین مولانا حسین کاشفی سبزواری کسی مصلحت دنیوی سے دارالسلطنت ہرات میں تشریف لے گئے۔ اور

عذاب صحبت میر علی شیر میں گرفتار ہوئے۔ اور ملا جامی کی دامادی کے دام میں بھی پابند ہو گئے۔ یہ حالات سُنکر سبزوار کے لوگ واعظ مذکور سے بدگمان ہو گئے جب ایک مدت کے بعد اپنے وطن مالوف میں واپس تشریف لائے۔ یہاں کے لوگ اُن کے امتحان کی ٹوہ میں تھے یہاں تک کہ ایک دن مولانا مذکور جامع سبزوار میں وعظ فرما رہے تھے ایک پیر مرد سبزواری پائے منبر میں ایک عصا لئے ہوئے کھڑے تھے اور چاہتے تھے کہ مولانا سے کوئی سوال ایسا کریں جو انکے شک و شبہ کو زائل کرے۔ کیونکہ عام طور پر واعظ صاحب کو سُنّی سمجھتے تھے۔ اتفاقاً مولانا کی زبان پر اثناء وعظ میں جاری ہوا کہ جناب رسولخدا پر جبرئیلؑ امین بارہ ہزار مرتبہ نازل ہوئے۔ پیر مرد نے جب یہ سُنا تو موقع پاکر مولانا سے پوچھا جناب والا! اب فرمایئے جناب امیر المومنینؑ پر جبرئیل امین کے بار نازل ہوئے یہ سُن کر مولانا متحیر تھے۔ کیونکہ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اہل سبزوار ہم سے بدگمان ہیں کیا کریں اگر گویم مشکل و گر نگویم مشکل اور پیر صافی ضمیر کے عصائے تعزیر کا بھی ڈر تھا۔ جناب مشکل کشا اور صفائی اعتقاد کی امداد سے یہ مشکل حل ہوئی۔ جواب دیا کہ چوبیس ۲۴ ہزار مرتبہ جناب امیرؑ پر نازل ہوئے۔ پیر روشن ضمیر نے کہا نہیں نہیں۔ ہمارے عصا کے خوف سے آپ ایسا کہتے ہیں کوئی دلیل معقول پیش کیجئے۔ فرمایا جناب سرور کائنات صلعم نے فرمایا ہے "انا مدینۃ العلم وعلی بابہا" پس اگر مدینہ علم میں بارہ ہزار مرتبہ آئے تو باب العلم پر چوبیس ۲۴ ہزار بار آئے کیونکہ دروازہ پر آمد و رفت دوبار ہوتی ہے! یہ سُنکر اہل سبزوار کو اطمینان ہوا۔

بفرض محال اگر شمس العلماء بلگرامی نے ہی ایسا فرمایا ہے جیسا کہ تنہا صاحب لکھ رہے ہیں تو ہمارے خیال بلکہ یقین میں انکا حال بالکل مولانا کاشفی سے

طابق النعل بالنعل ہے۔ وہاں حاکم ہرات سے وہ مرعوب تھے تو یہاں یہ حیدر آباد کے حاکم سے۔ ہاں اگر اپنے وطن مالوف بلگرام وغیرہ میں ایسا فرماتے تو قابل اعتنا ہوتا۔ برادری کا معاملہ بہت بیڈھب ہوتا ہے۔ تملق دنیوی۔ حُبّ جاہ وغیرہ سے وہی خاص نفوس بری رہ سکتے ہیں جو سیرت خاندان نبوت پر سالک ہیں۔ شمس العلماء مرحوم نہ عالم دین تھے نہ مجتہد مذہب شیعہ۔ پھر ان کے اقوال کو مذہب شیعہ کے خلاف پیش کرکے ہم کو مرعوب بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہ ناممکن ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی تحریر کا تار تار الگ کردیں گے۔

(ج) وکیل صاحب تنہا نے میاں بیوی کی بحث متعلق بہ عقد حضرت ام کلثوم بھی تحریر فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب سیدانی صاحبہ سے شمس العلماء کنائی کاٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیوں نہ ہو آخر جناب سیدۃ النساء العالمین کی اولاد میں ہے۔ انکو بخوبی معلوم ہے کہ ان حضرت عمر نے انکی دادی کو صدمہ پہنچایا اور سامان احراق خانۂ سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کیا۔ اور انکے جدامجد جناب رسولخدا صلعم کو حالت مرض میں "ان الرجل لیھجر" (قد غلب علیہ الوجع حسبنا کتاب اللہ) کہکر "قوموا عنی" کا خطاب پُرعتاب پایا۔ اور رسول اللہ صلعم کے جنازہ۔ تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوکر خاندان نبوت کے استیصال کی بنیاد قائم کی۔ اور امیرالمومنین علے ابن ابیطالب کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا وہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

پھر سیدانی صاحبہ کیونکر مان لیں کہ دختر فاطمہ زہرا کا نکاح ایسے دشمن خاندان نبوت سے ہوا؟

ہمارے مکرم وکیل صاحب تنہا نے قیام بلدہ حیدر آباد میں شمس العلماء بلگرامی

کی زبانی تاریخ یعقوبی دکھلا کر ایک شیعہ بڑے مولوی صاحب کو رام کیا۔ اسمیں ایک سُنی نے کہا کہ شیعہ علماء اس واقعہ کے منکر نہیں ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح بجبر و اکراہ ہوا۔ آپ نے فرمایا "یہ خیال جاہلانہ اور ذلیل ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت تھی کہ وہ فاطمہؑ کی لڑکی کو علیؑ سے چھین لے اور زبردستی نکاح کرے"۔
ہم اسکے متعلق ایک تمہید جدید لکھتے ہیں بعد ازاں اعتراض بالا کے متعلق عرض کیا جائیگا۔

**تعریف شجاعت** اسمیں شک نہیں کہ جملہ فضائل اخلاق منحصر ہیں حکمت۔ عفت۔ عدالت شجاعت میں بتقاضائے مقام پہلے صفت چہارم یعنی شجاعت کی تعریف حقیقی لکھتے ہیں۔ باقی صفات سے ہمارا مطلب اس وقت متعلق نہیں ہے۔ تعریف شجاعۃ یہ ہے کہ قوت غضبی قوت عاقلہ کی اس طرح مطیع ہو کر اسکے رائے کے مطابق امور عظیم پر اقدام کرے اور خوف و خطر کے موقعوں پر اسمیں اضطراب پیدا نہ ہو تاکہ اس کا فعل امور اہوال و اخطار میں ممدوح اور بحکم عقل پایا جائے اور بعض اوقات ایسے امور کے اقدام سے صبر کرنا محمود سمجھا جائے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شجاعۃ صبر ہے اور صبر عین شجاعۃ۔ اگرچہ علماء نے صبر کو انواع عفت میں شمار کیا ہے اور یہی صبر خاصۂ نبوت و امامت ہے اور اس لئے بعض اوقات انبیاء و ائمہ خاصان خدا کا مخالفین و معاندین کے مقابلہ میں صابر رہنا اور انکی اذیتیں بلکہ بظاہر ذلتیں برداشت کرنا عین شجاعۃ ہے جو صفت ممدوح ہے اور وہ بحکم عقل و وحی الہی وہی کرتے ہیں جو مناسب حال و مناسب وقت و مقتضائے حکمت و قرین مصلحت ہوتا ہے اور ان پر اعتراض کرنا ناواقفیت و جہالت کا نتیجہ ہے ؂

بس رقصۂ سیمرغ و غصۂ ہد ہد کسے رسد کہ شناسائی منطق الطیر است

ہماری اسی تمہید نے شمس العلماء بلگرامی و کیل صاحب کی غلطی اور مشتری عقل و فہم

کو ہباءً منثوراً کردیا۔ وہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طاقت کو طاقت حیوانی طاقت غضبی کا مرادف سمجھتے ہیں۔ جناب والا آپ نے سرّ اللہ۔ نفس اللہ۔ نفس الرسول کو سمجھا ہی نہیں۔ مولوی روم سے پوچھو جو فرماتے ہیں ؎

او خیو اندا خت بر روئے علیؑ افتخار ہر نبی و ہر ولی
تو بتاریکی علیؑ را دیدۂ زاں سبب غیرے برد بگزیدۂ

مانا کہ ہمارے مخاطب گریجویٹ ہیں وکیل ہیں۔ لیکن سطحی و فیشنی معلومات کی وجہ سے ہر جگہ پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اگر جناب والا کی نظر تفسیر قرآنی۔ صحاح۔ سنن۔ مسانید۔ مجامیع۔ علل الشرائع پر ہوتی تو پھر ایسا جاہلانہ اعتراض امیر المومنینؑ پر ہرگز نہ کرتے۔ جائے انصاف یہ ہے کہ ہمارے شمس العلماء بلگرامی یا ہمارے مخاطب وکیل صاحب کا اعتراض کرنا بمقتضائے تعلیم مادی فلسفہ مغربی ہے جس کو روحانیت سے کچھ لگاؤ نہیں آپ حضرات کا ماحول نفس نباتی اور نفس حیوانی کے تصرفات تک ہے اور نفس انسانی اور روح انسانی کے مدارج اس ماحول سے بالاتر ہیں نفس ناطقہ قدسیہ جس کا خاصہ نزاہت و حکمت ہے اور نفس کلمہ الہیہ جو اعلےٰ درجہ پر فائز ہے وہ دارائے قوائے خمسہ (بقاء فی فناء ونعیم فی شقاء وعزّ فی ذُلّ وفقر فی غناءٍ وصبرٌ فی بلاءٍ) اور اسکے دو خاصہ ہیں۔ یعنی الحلم والکرم پس جو بزرگوار نفس کلمہ الہیہ کی حیثیت رکھتا ہو اور خلافت الہیہ کی خلعت فاخرہ سے مخلع ہو جسکی خاص علامت صبر و تحمل ہو (اور صبر فرع علم ہے) وہ خلیفۃ اللہ صابر مجسمہ تسلیم مجسم ہوتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر خلیفۃ اللہ مجسمۂ صبر و حلم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خلفاء اللہ کے صبر و سکوت و تحمل کے بہت سے وجوہ حکمیہ ہیں۔ انہیں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی و امام معلم و مربی نوع البشر مثل والد شفیق ہے۔ مربی کا یہ کام نہیں ہے کہ جہاں کسی فرد رعیت نے سرکشی کی یا مخالفت کی اسکو فوراً ہلاک کردیا۔ مار ڈالا۔ اگر ایسا کرے تو وہ تربیت و پرورش کس کو کرے گا۔ تعلیم کس کو دیگا۔ تبلیغ احکام کس کو کریگا

اگر وہ ایسا ہے تو وہ مربی نہیں ہے بلکہ ایک دشمن سفاک و جبار ہے۔ پس فعل امام محض دشمنوں سے فوری انتقام لینا ہی نہیں ہے۔ بلکہ بلطائف الحیل و تدابیر مختلفہ و حکمتہائے متفاوتہ لوگوں کو ہدایت کرنا۔ انکی تعلیم و تربیت اور اللہ کی طرف دعوت دینا ہے اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ الخ چنانچہ انبیاء اللہ ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور انکو اس وجہ سے طرح طرح کی مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کرنا پڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات انکو اپنا گھر بار اس راہ میں لٹا دینا ہی ضروری و لازمی ہوتا ہے چنانچہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا۔ حکمت و دانائی سے لوگوں کو سمجھایا۔ اچھی نصیحتیں کیں اور دلائل و براہین کے ساتھ مخالفین سے محاجہ کیا فسبیلہ سبیل الانبیاء و طریقہ طریق الاولیاء (خلافت الہیہ) اگر ایسے موقعوں پر ذوالفقار سے کام لیتے تو نومسلم پھر رجعت قہقری کرکے شرک کفر کی طرف عود کر جاتے اور جس گلشن اسلام کو رسالتمآب و امیرالمومنین نے ملکر سرسبز کیا تھا وہ برباد ہو جاتا لیکن جناب علی ابن ابی طالب منجانب رسول اکرم مامور بصبر تھے اور اسوۂ حسنہ نبویہ پر چلتے تھے حضرت رسولخدا ص بھی باتفاق فریقین بڑے شجاع و بہادر بے مثل تھے مگر اپنے صحابہ اور صحابیات پر کفار مکہ کے شدید ترین مظالم دیکھتے تھے لیکن حضرت کی غیرت و حمیت ان ظلموں کو گوارا کر لیتے تھے (پڑھو حالات مقدس صحابی عمار یاسر انکے والدین اور بہن کے) حضرت کا فرمانا اے آل یاسر صبر کرو کہ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ ابوجہل کا اپنی کنیز زیرہ کو مار کر اندھا کر دینا اور حضرت عمر کا اپنی لونڈی مسلمان کو انتہا مارنا کہ تھک جاتے تھے اور دم لیکر پھر مارتے تھے۔ مگر جناب رسولخدا ص کی غیرت و حمیت ان تمام مصائب کو گوارا کرتی تھی کیوں؟ صرف اس لئے کہ آنحضرت ص کو مکہ معظمہ میں خدا نے جہاد کا حکم نہ دیا تھا اور آپکو صبر ہی کی تاکید تھی حضرت کا تحمل و صبر تنہائی و

کمزوری کے سبب تھا۔ آپکا خاندان بنی ہاشم بہت زبردست تھا حضرت ابو طالب جناب حمزہ آپکے چچا اور بھائی حضرت علیؑ برابر آپ کے سینہ سپر تھے۔ مگر نہیں آپ خدا کی مرضی کے تابع تھے۔ اسلئے صبر اختیار کیا پھر اگر حضرت علیؑ نے حکم خدا کے مطابق اسوۂ محمدیہ پر رفتار اختیار کی۔ صبر و حلم سے کام کیا تو یہ حضرت کی سفت قابل قدر ہے نہ قابل اعتراض جیسا کہ آپ فرماتے ہیں "یہ کوئی ایسی طاقت" الخ مختصر یہ کہ جس طرح خدا نے مکہ معظمہ میں حضرت رسولخداؐ کو کفار سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی تو حضرت ان ظلموں کو برداشت کرتے رہے جو حضرتؐ کی شجاعۃ کے منافی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت رسولخداؐ کے انتقال پر علیؑ امیر المومنین کو بھی خلفاء ثلاثہ سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں تھی تو حضرت بھی ان کل ظلموں پر صبر فرماتے رہے جو حضرتؑ کی شجاعۃ کے منافی نہیں ہو سکتا۔ اگر دریافت کیا جائے کہ حضرت علیؑ امیر المومنین کو اس وقت خدا و رسول کا حکم کیا تھا تو جناب علامہ اہلسنت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی عبارت دیکھ لی جائے جس میں انھوں نے لکھا ہے "بعد ازاں فرمود۔ برادر من علےؑ را بیارید علیؑ بیامد بر بالین آنحضرتؐ بنشست و سر مبارکش را بر زانوئے خودش نہاد۔ پس آں سرور فرمود۔ اے علیؑ فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ وام دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم۔ زنہار کہ حق اورا از ذمۂ من ادا کنی و فرمود۔ اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن رسے اور بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید باید کہ دلتنگ نشوی و صبر کنی وچوں بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند۔ باید کہ تو آخرت را اختیار کنی" (مدارج النبوۃ جلد ۲ صلاا۵) یہی مضمون علامہ جمال الدین محدث نے بھی لکھا ہے دیکھو روضۃ الاحباب جلد ۱ صہ ۵۵۹)۔ ہمارے مندرجہ بالا اقتباس میں جن فقروں پر خط کشیدہ ہے انکو بنظر انصاف وغور پڑھو۔

کیا حضرت رسولخداؐ کی ایسی تاکیدی وصیت کے بعد (ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ) بھی جناب امیرؑ کے لئے کیا یہ جائز ہو سکتا تھا کہ اپنی شجاعۃ اور بہادری کو کام میں لاتے اور اپنی غیرت وحمیت کا اثر دکھلاتے اور خدا اور رسولؐ کی مخالفت کر کے اپنے تمام خدمات جلیلہ پر پانی پھیر دیتے؟..... انھیں وجوہ سے حضرت امیر المومنین ایسے شجاع و بہادر نے بھی ان کل ظلموں پر صبر کیا کہ گلے میں رسّی ڈلوائی۔ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ زہراؑ پر دروازہ گر کر حمل کا ساقط ہونا دیکھا اور اسکے بعد ام کلثوم دختر ابو بکر جو ربیبۂ امیر المومنین تھیں انکے ساتھ خلیفہ ثانی کے جابرانہ افعال کا ملاحظہ کرنا اور انکو برداشت کرنا انکی شجاعۃ کے منافی نہیں ہو سکتا اسی میں مرضی خدا و رسول تھی۔ غرض یہ حضرات اپنی غیرت وحمیت صرف اطاعۃ خدا اور رسول میں سمجھتے تھے۔ اب ہم جناب والا اپنے مخاطب مصنف سیر المصنفین سے پوچھتے ہیں کہ آپکا وہ پُر شوکت وجبروت ارشاد (بزبان شمس العلماء بلگرامی بفرض تسلیم) "دنیا میں کوئی ایسی طاقت تھی کہ وہ فاطمہ کی لڑکی کو علی سے چھین لے" الخ کیسا خلاف فطرت سیرت وسنت انبیاء وائمہ کرام ہے اگر انکی نظر نکتہ چیں قرآنی قصص کو غور سے دیکھتی اور خاصان خدا کی سُنن پر عبور تامہ حاصل ہوتا تو ایسا جاہلانہ اعتراض خلیفۃ اللہ والرسول پر ہرگز نہ کرتے۔ ہم پوچھتے ہیں وہ کون سی طاقت تھی جس نے رسول اللہ کو غار ثور میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ وہ کون سی طاقت تھی؟ جس سے رسول اللہؐ خانہ کعبہ کو بنائے ابراہیمی پر نہ بنا سکے (صحیح بخاری) وہ کون سی طاقت تھی جس نے رسول اللہؐ کو صلح حدیبیہ پر مائل کیا؟ معلوم ہوا کہ مادی تعلیم کا نتیجہ سطحی قشری ہوتا ہے اور روحانی تعلیم کا اثر بہ مغز ہوتا ہے۔ اُن معصوم مقدس ہستیوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو ہ

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

آجکل کالجوں ۔ یونیورسٹیوں میں جو نصاب تعلیم زیر عمل ہیں وہ بالکل مادی علوم پر حاوی ہیں ۔ الحاد و دہریت کا بیج اسمیں موجود ہے ۔ طلبہ چونکہ سادہ لوح ہوتے ہیں ان پر وہی صورت مادی منقش ہوجاتی ہے اور علوم حکمیہ اسلامیہ سے ناواقفیت پیدا ہو جاتی ہی ۔ آ ۔ بی ۔ سی کی آواز ماحول سے سنائی دیتی ہے ۔ اس لئے ایسے حضرات تعلیم یافتہ اسلام و ائمہ اسلام پر اعتراضات لایعنی کرنے لگتے ہیں ۔ دراصل یہ علوم واقعیہ نہیں ہیں بلکہ فنون و صنائع و حرف ہیں ۔ علم ایک نور ہے جس سے معارف و حقائق حاصل ہوتے ہیں العلم نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء اور وہ دو طرح کا ہے ۔ علم ذاتی اور علم بالذات ایک وہ جہاں علم عین ذات ہے اور زائد بر ذات نہیں ۔ علم عین ذات ہے اور ذات عین علم اور اسی کو علم بالذات کہتے ہیں اور یہ مخصوص ہے ذات واجب الوجود خداوند عالم سے کہ اسکی تمام صفات عین ذات ہیں نہ زائد بر ذات ۔

## علم حقیقی کی تعریف

علم و ذات دو چیزیں نہیں ہیں اور ایک علم ذاتی وہ ہے جہاں علم و ذات دو چیزیں ہیں اور علم ذات شے سے علحدہ اور زائد بر ذات ہے ۔ اور گویا وہاں علاوہ علم اور شے بھی ہے ۔ صرف علم ہی علم نہیں ہے ۔ اور ایسا علم جو کہ عین ذات نہیں ہے بلکہ خارج از ذات و زائد بر ذات ہے محتاج معطی و معلم ہے ۔ واجب الوجود علیم مطلق ہے ۔ یہ علم ذاتی انبیاء اوصیاء ائمہ علیہم السلام کا ہے ۔ اگرچہ زائد بر ذات ہے ۔ لیکن خدا نے ذات کے ساتھ عطا کیا ہے ۔ واضح ہو کہ نبی میں دو جنبے ہوتے ہیں ایک جنبہ جسمانی دوسرا جنبہ روحانی " ونفخت فیہ من روحی " بلحاظ اس روح کے وہ عالم ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ یہ روح روح نورانی علمی ہے اور تمام انسان ایسے نہیں ہوتے اور سب میں یہ روح علمی نہیں ہے ۔ لہذا انکا علم غیر ذاتی ہے ۔ پس انکو چاہیئے کہ وہ انسے تعلیم پائیں جن کا علم ذاتی ہے اور صاحب روح نورانی علمی ہیں اور یہی مطلب ہے

فوق کل ذی علم علیم" کا۔ ذی علم وہ عالم ہے جس نے علم پیغمبر سے حاصل کیا اور علیم پیغمبر ہے کہ جس کا علم ذاتی ہوتا ہے اور شکم مادر سے علم لیکر پیدا ہوتا ہے اور علیم کہلاتا ہے۔ پس علم ہر عالم کا منتہی ہوتا ہے علیم یعنی پیغمبرؐ کی طرف اور علم پیغمبر منتہی ہوتا ہے علیم مطلق خداوند عالم کی طرف اور وہ علیم فوق علیم ہے۔ اور علم وہ ہے جو علیم سے حاصل ہوا ہو۔ دوسرا علم علم نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اسی وجہ سے خدا نے اول علیم یعنی نبیؐ کو پیدا کیا تاکہ معلم پہلے سے موجود ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وجود علیم ہر زمانہ میں ضروری ہے۔ اس وقت بھی چاہیئے کہ ایک علیم اور ایک شخص جس کا علم ذاتی ہے موجود ہو (عجل الله فرجہ) ؎ حبذا التحصیل علم المعرفہ ++ من لسان الشارع لا بالفلسفہ + لیت شعری ما علوم الفلسفہ + کم اری الاعمار فیہا متلفہ۔ وکیل صاحب! اگر معارف وحقایق کی آپکو ضرورت ہے تو باب مدینہ علم کی طرف رجوع فرمائیے۔ جناب خلیفہ ثانی کو جب مشکلات علمی درپیش ہوتی تو انہی کے چوکھٹ پر حاضر ہوا کرتے۔ جب مشکل کشا انکی عقدہ کشائی فرما دیتے تو آپ فرماتے تھے "لولا علیؑ لہلک عمر"۔ غرض ظہور بروز علم دروازہ ہی سے ہوگا۔ کیا خوب غالب مرحوم کا کلام ہے ؎

شرط است کہ بہر ضبط آداب و رسوم  
خیزد لبعد نبیؐ امام معصوم  
زاجماع چہ گوئی بعلیؑ باز گرائی  
مہ جانشین مہر باشد نہ نجوم

وکیل صاحب کو جناب شمس العلماء مرحوم کے مذہبی خیال (اگر اس کا کچھ وجود ہے) سے دھوکا ہو گیا ہے۔ بڑے بڑے کاملین بلگرام سے پیدا ہوئے جیسے علامہ عبد الجلیل جو فرماتے ہیں ؎

دی کسے گفت عائشہ در فضل  
بہتر از بنت سید البشر است  
واسطے در جواب او گفتم  
رشتہ دیگر رگ جگر دگر است

جناب ام المومنین عائشہ اور حضرت سیدۃ نساء العالمین کا تقابل و توازن ظاہر

کیا ہے کہ ایک طرف زوجہ ہے دوسری طرف بیٹی ہے۔ اتصال کے دو اقسام ہیں۔ ایک اتصال نسبی اور ایک اتصال سببی۔ اتصال نسبی میں ماں۔ بہن۔ بیٹی پوتی ہیں اور اتصال سببی میں زوجہ خوشدامن۔ بہو۔ اتصال سببی میں انفصال ہو جاتا ہے۔ اگر زوجہ کو طلاق دیدیا جائے تو اس کا سلسلہ اتصال منقطع ہو جاتا ہے۔ برخلاف اسکے اتصال نسبی میں بیٹی کا سلسلہ اتصال منقطع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا سلسلہ اتصال نسبی اشرف ہے سلسلہ اتصال سببی سے۔ یہی وجہ ہے کہ کلام الٰہی میں مباہلہ نصاریٰ نجران کے موقع پر "نسائنا ونسائکم" سے مراد جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا ہی ہیں جو کہ خمسۂ نجباء میں شامل ہیں اور آنحضرتؐ اپنے ہمراہ ازواج میں سے کسی کو اس مباہلہ میں نہیں لائے۔

علاوہ ازیں جناب رسول اللہؐ رسالت پر اور امیر المومنین امامت پر فائز ہوئے چونکہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا اپنی نوع میں فرد کامل تھیں اور قاعدہ ہے کہ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں۔ خدائے لایزال ان پر ترحم فرماتا ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہؐ کی دعا میں جناب سیدہؑ کے سبب اثر پیدا ہوا۔ اگرچہ جناب امیر المومنین نے تیغ سے تائید اسلام کی ہے۔ لیکن جناب سیدہؑ نے بھی تیغ زبان سے تائید فرمائی ہے۔

علاوہ اسکے اسمیں اشارہ ہے حدیث نبوی فاطمة بضعة منی من اذاھا فقد اذانی الخ کی طرف جو کہ صحیح بخاری میں مروی ہے اور یہ بھی صحیح بخاری میں موجود ہے کہ معاملہ فدک میں خلیفہ ابوبکر صاحب نے اس معظمہ صدیقہ طاہرہ کو ناراض کیا "فلم تتکلم حتی ماتت" خلیفہ صاحب سے کلام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ میرے جنازہ پر یہ حاضر نہ ہوں۔ چنانچہ آپکے جنازہ میں شریک ہوئے جیسا کہ رسول اللہؐ کے جنازہ میں بھی شرکت نہ کی تھی۔

آسی بلگرام کے میر غلام علی آزاد بھی ہیں جو کہتے ہیں۔

دوشینہ بخواب حشر دیدم برپا — دربانِ ارم ستادہ در دست عصا
رفتم کہ اجازت طلبم گفت کہ، — گفتم کہ غلام علے گفت بیا
دیکھئے آزاد کو داخلہ بہشت اسلئے نصیب ہوا کہ آپ نے دربان ارم سے
عرض کیا کہ مجھے اندر جانے کی اجازت عطا فرمائیے تو جب آپ نے کہا کہ میں غلام علی ہوں تب
اجازت ملی کہ ہاں تشریف لیجائیے اور دار خلد میں قیام فرمائیے۔ تا وقتیکہ ولائے اہلبیت
کسی کو حاصل نہ ہو اور اس دروازے پر جبہ سائی نہ ہو ہرگز ناجی نہ ہوگا چنانچہ سرور کائنات صلعم
نے ارشاد فرمایا ہے مثل اهلبیتی کمثل سفینة نوح من رکبها نجی ومن تخلف
عنها هلک۔ میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوح کی مثل ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پائی اور
جس نے اس سے تخلف کیا غرق و ہلاک ہوا۔ اب وہ کلام یاد کیجیے جو شمس العلماء بلگرامی کی زبانی لکھا ہے
"فضائل اہلبیتؑ مہمل و فضول ہیں۔ رسولخدا اصلاح روحانی و اخلاقی کے لئے مبعوث
ہوا تھا نہ کہ اپنے اہلبیت کے محامد بیان کرنے کیلئے۔ ایک معمولی تمیز دار شریف
آدمی بھی اپنے اہلبیت کے محامد اس طرح بیان کرنے کو خلاف آداب سمجھتا ہے" تو
جناب سید المرسلین خاتم النبیینؐ سے زیادہ تمیز دار اور شریف آدمی کون ہوسکتا ہے۔
اگر شمس العلماء بلگرامی (حسب مزعوم مخاطب) یا جناب وکیل صاحب جناب رسولخداؐ کے
ارشاد مبارک حدیث سفینہ مذکورہ بالا کو اپنی تمیز و شرافت کے تقاضہ سے مہمل
و فضول سمجھتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی — گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

نوٹ:۔ حدیث شریف سفینہ کو بکثرت علمائے اہلسنت نے اپنی کتب حدیث میں تحریر
فرمایا ہے۔ ہم نے کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث ثقلین جلد ۲ میں انکے
نام معہ سنہ ہجری شمار کئے تھے تو (۹۱) میزان ہوئی۔

اسی بلگرام کے علامہ سید محمد مرتضی بلگرامی ہیں ان کا پورا نام ابو الفیض محب الدین
محمد مرتضی الواسطی الزبیدی الحنفی نزیل مصر ہے۔ آپ ملک حجاز یمن مصر

وغیرہ میں رہے اور اکثر علمائے زمانہ سے صحبت رہی اور وہیں مدفون ہوئے۔ ولائے اہلبیتؑ کا نور انکے سینہ بے کینہ میں روشن تھا۔ آپ حدیث انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ واھلبیتی عترتی الخ وحدیث مثل اھلبیتی کسفینہ نوح الخ کو تاج العروس میں درج فرماکر متمسک دامن اہلبیت ہوئے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اہلبیت سے منحرف ہو وہ قعر جہنم میں ڈالا جائیگا۔

غرض سادات بلگرام اپنے جد امجد کو چھوڑ کر ایرے غیرے کے معتقد کیونکر ہو سکتے ہیں۔ عہد خلفاء بنی امیہ و بنی عباس میں اگر کوئی شخص بنی ہاشم سے ناصبی ہو جاتا تھا تو بنی ہاشم اُسے بُری نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اُس زمانہ کی تصویر کسی شاعر نے کیا خوب کھینچی ہے

اذ العلوی تابع ناصبیاً بمذھبہ فما ھو من ابیہ
وان الکلب خیرٌ منہ طبعاً فان الکلب طبع ابیہ فیہ

ترجمہ:۔ جب علوی (فرزند علی) نے مذہب میں تبعیت ناصبی (دشمن علی) کی کی تو وہ اپنے باپ کا نہ رہا۔ پس کتا اس سے بہتر ہے۔ اسلئے کہ کتا اپنے ماں باپ کا انداز اٹھاتا ہے۔ حضرت تنہا نے مکرر عقد حضرت ام کلثوم کی نسبت سوء ادبی کی ہے اور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانا چاہا ہے جو سراسر جناب رسالتمآب کی توہین وتذلیل اور خاندان عصمت وطہارت پر ناپاک حملہ ہے اس لئے ہم اس جھوٹے طلسم کا تار تار الگ کئے دیتے ہیں۔ بعونہ وصونہ۔

(۵) جناب وکیل صاحب تنہا نے نہ تو تاریخ یعقوبی کا کوئی اقتباس تحریر فرمایا اور نہ مورخ مذکور کا تشیع ثابت کیا۔ آپکو کتب رجال سے اس کا ثبوت دینا تھا۔ یعقوبی ہرگز شیعہ نہ تھا۔ البتہ مقبول علمائے عامہ ہے۔ یاقوت حموی نے کتاب معجم الادباء جلد دوم صفحہ ۱۵۶ میں اس مورخ کا ترجمہ حسب ذیل لکھا ہے:۔ احمد بن ابی یعقوب اسحٰق بن جعفر ابن دھب بن واضح الاخباری العباسی ذکرہ ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب المصری الکندی المورخ فی تاریخ

له ابتداء لبسنه ۲۸۰ قال ان احمد بن اسحق بن واضح مولی بنی هاشم توفی فی سنه ۲۸۴ وله تصانیف کثیرة منها کتاب التاریخ کبیر کتاب اسماء البلدان مجلد و کتاب فی اخبار الامم السالفة صغیر کتاب مشاکلة الناس لزمانهم۔ اگر کوئی شائبہ تشیع کا یعقوبی میں ہوتا تو یاقوت حموی اسکے ترجمہ میں ضرور اسکا اشارہ کرتا۔ علم رجال و تاریخ۔ احادیث و تفسیر و علم کلام وغیرہ علوم میں محقق یگانہ متمم عبقات الانوار مولانا ناصر الملة والدین مدظلہم العالی کی تحقیق انیق میں جب کہ یعقوبی شیعہ نہ تھا تو پھر کون ثابت کر سکتا ہے؟ (و) تاریخ مذکور جلد دوم طبع جرمن و قائع سنہ ۱۷ھ میں جو عبارت لکھی ہے۔ اوسمیں دو فقرے قابل غور ہیں اول "فقال علی انها صغیرة" دوسرا یہ "فتزوجها و امهرها عشرة الاف دینار"۔ دوسرے فقرہ میں مورخ نے مہر عقد دس ہزار دینار تحریر کیا ہے۔ مگر دیگر روایات اہلسنت میں ہے کہ مہر ام کلثوم چالیس ہزار درہم قرار دیا (دیکھو ازالۃ العین)۔ اب ہم کس مہر کو صحیح سمجھیں۔ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح سے پایا جاتا ہے کہ مذہب خلیفہ دوم یہ تھا کہ مہر میں زیادتی نہ ہو۔ کیونکہ جناب رسولخدا نے اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ کیا جو قریب یا بخمسو درہم کے ہوتا ہے (دیکھو ازالۃ الخفا) اور نصوص نبوی ممانعت زیادتی مہر میں موجود ہیں۔ اور خلیفہ صاحب کا مذہب بھی یہی ہے کہ زیادتی نہ ہو تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خلیفہ اس قدر زیادہ مہر قرار دیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ کی ناداری یہ تھی کہ بیت المال سے چھیاسی ہزار کے قرضدار ہوگئے (دیکھو تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ مطبوعہ نولکشور)۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ دس ہزار دینار مہر قرار دیں۔ معلوم ہوا کہ رُوات نے بوجہ اشتراک نام ایسا بیان کیا کیونکہ یہ مہر اس ام کلثوم کا تھا جو ایام جاہلیت سے انکی زوجیت میں تھی یا اُن ام کلثوم کا مہر ہو جن سے بمقام حدیبیہ اسلام میں عقد کیا تھا۔ اس وقت تک غالباً اس مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی نوبت بھی نہ آئی ہوگی۔ پس جہاں رُوات نے باشتراک نام

اس کو بیان کیا کہ حضرت ام کلثوم سے عقد ہوا دہاں سابق کی دونوں ام کلثوم سے کسی کا مہر بھی انکی طرف منسوب کر دیا (کنز مکتوم ص۱۰۴)

پس اختلاف تعداد مہر۔ اور نصوص نبوی ممانعت زیادتی مہر۔ اور خود خلیفہ صاحب کی ممانعت دربارہ زیادتی مہر اور بار قرض بیت المال وغیرہ قطعی طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ تاریخ یعقوبی میں جو دس ہزار دینار کی تعداد لکھی گئی ہے بالکل غلط ہے اور مورخ مذکور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ محض توہین خاندان رسالت کی غرض سے حضرت ام کلثومؑ دختر سیدۃ نساء العالمین کا نام روایت میں درج کر دیا ہے۔

(۴) اب ہم فقرۂ اول "فقال علی انھا صغیرۃ" پر تاریخی نظر ڈالتے ہیں:۔ "انھا صغیرہ" کا اطلاق کس ام کلثوم پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ صاحب کی ازواج میں کئی ام کلثوم بیان کیجاتی ہیں۔ (۱) ام کلثوم بنت جرول خزاعی مادر زید جو ایام جاہلیت سے عقد میں تھی (۲) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط (۳) ام کلثوم مادر عاصم بن عمر۔ اسی نام کی ام کلثوم بنت ابوبکر اور ہے جو ربیبہ امیر المومنین علیہ السلام ہے جکی ماں اسماء کا عقد بعد وفات خلیفہ ابوبکر حضرت امیر المومنین سے ہوا تھا۔ یہ چوتھی ام کلثوم ہیں۔ انکے علاوہ ام کلثومؑ دختر امیر المومنین از بطن جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا ہیں جو کہ معرکہ کربلا میں شریک تھیں جو خواہر امام حسین علیہ السلام ہیں جو پانچویں ام کلثوم ہیں۔ دشمنان اہلبیت رُوات کذاب وغیرہ نے یہ جھوٹا قصہ عقد کا گڑھا اور بوجہ اشتراک نام بالعمد یا کسی اور غرض سے پانچویں ام کلثوم سے منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ ام کلثوم مادر زید دونوں ایک وقت عہد معاویہ میں فوت ہو گئے۔ حالانکہ جناب ام کلثوم خواہر امام حسین علیہ السلام سنہ ۶۱ھ میں شریک معرکہ کربلا تھیں "چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا" الخ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

حقیقت اصلی اس عقد ام کلثوم خواہر امام حسینؑ کی یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا کیونکہ خود اہلبیت رسولؐ اور اکابر اہل حق کا انکار کرنا اس واقعہ سے اور اسکو دروغ جاننا بنفسہ دلیل بطلان واقعہ مذکورہ ہے چہ جائیکہ اور دلیلیں بھی ہوں۔ کیونکہ شیعہ منکر ہیں اور انکار کے لئے حاجت دلیل نہیں۔ اور اہلسنت مدعی ہیں والبینۃ علے المدعی پس بار ثبوت انپر ہے۔ علاوہ اسکے اس قصہ موضوعہ کا وجود نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ صحاح ستہ میں۔ بلکہ مسند احمد بن حنبل میں بھی نہیں ہے جسکے متعلق مولوی شبلی نعمانی نے اپنی سیرۃ النبی میں لکھا ہے:۔ "مارگولیوس نے مسند امام حنبل کی ۶ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اسکی ہمسری کا دعوی نہیں ہو سکتا (ص ۹۱ ج ۱)" سواد اعظم میں کسی مسلمان کو مارگولیوس کی ہمسری کا دعوی نہیں ہو سکتا۔ لیکن باب مدینہ علم امیر المومنینؑ صالح المومنین کے پوتے نے[۱] (خدا ان کو عرصہ دراز تک صحیح و سالم رکھے مجدد آلہ الامجاد) اس مسند کے ہر حرف کو پڑھا ہی نہیں ہے بلکہ سب کی تنقید کر کے کتاب مذکور کے اوراق کو اپنے حواشی و فوائد سے مزین کیا ہے۔" این الثریا من الثریٰ" و این الخزف من المسمی این الظلام من النور و این الظلال من الحرور۔ مورخین نے ۱۷ھ ہجری میں حضرت عمر کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت جناب فاطمہؑ سے ہونا اور ماہ ذیقعدہ میں زفاف لکھا ہے۔ جو روایات تاریخ طبری تاریخ کامل۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ استیعاب۔ تاریخ خمیس روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھی ہیں۔ انکا مختصر یہ ہے کہ خلیفہ دوم نے جناب امیر المومنینؑ سے آپکی صاحبزادی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ حضرت نے انکی صغر سنی کا عذر کیا اور یہ کہ انکی نسبت اپنے بھائی جعفر کے لڑکے سے مقرر کر چکے ہیں۔ خلیفہ دوم نے

[۱] ہماری مراد جناب ناصر الملۃ والدین مدظلہ سے ہے۔

اصرار کیا تو حضرتؑ نے ام کلثوم کو آراستہ کرا کے آپ کے پاس بھیجدیا۔ خلیفہ صاحب نے انکو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ انکے بوسے لے لئے اور جب وہ انکے پاس سے واپس آنے لگیں تو خلیفہ صاحب نے انکی پنڈلی کھولی جس پر جناب ام کلثوم بگڑ گئیں اور فرمایا اگر تو حاکم نہ ہوتا تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ یا یہ کہا کہ تیری آنکھوں پر گھونسہ رسید کرتی۔ وہاں سے حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں واپس آئیں اور شکایت کی آپ نے مجھے کیسے بڈھے کے پاس بھیجدیا۔ اسکے بعد حضرتؑ نے ام کلثوم کا نکاح خلیفہ دوم کے ساتھ کردیا اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے۔ زید اور رقیہ۔ پھر زید اور ام کلثوم ایک ہی وقت میں معاویہ کے زمانہ میں انتقال کر گئے۔ خلیفہ دوم کے صاحبزادے اور حضرت حسنؑ نے دونوں پر نماز پڑھی۔ اب انکی تحقیق ملاحظہ ہو۔

(۱) جناب سیدہؑ نے ۱۱ھ میں انتقال کیا اور ۲۸ صفر ہی سے علیل ہوگئیں تو جناب ام کلثوم یقیناً ۶ھ میں یا اس سے بھی پہلے پیدا ہوئی ہونگی۔ مگر علامہ حلبی نے جناب ام کلثوم کو گواہان فدک میں شمار کیا ہے جس کا دعویٰ ۱۱ھ میں جناب سیدہؑ نے خلیفہ اول سے کیا تھا اور علامہ جزری نے حدیث "من کنت مولاہ" کو جناب فاطمہؑ کی زبانی ام کلثوم کے سلسلہ سے بیان کیا ہے اور یہ واضح ہے کہ پانچ سال سے کم عمر کا بچہ شہادت دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ھ میں کم از کم پانچ سال کی ہوتی ہے (۲) تمام مورخین نے خلیفہ دوم کے اس نکاح کو ۱۷ھ میں بیان کیا ہے تو اس وقت جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ سال سے کم نہیں ہوسکتی (۳) عرب میں لڑکیاں ۶۔۷ سال ہی کی عمر میں پردہ نشین۔ ۹ سال کی عمر میں بالغہ اور دس سال کی عمر میں ماں بن جاتی ہیں۔ پس ۱۱ سال کی لڑکی کسی طرح دیہاں کمسن نہیں کہی جاسکتی اور جناب ام کلثوم کی عمر ۱۷ھ میں ۱۱ سال کی ثابت

ہو چکی تو وہ اس وقت کسی طرح کمسن نہیں سمجھی جا سکتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ام کلثوم کی صغر سنی کا عذر کیونکر کیا؟ جیسا کہ تاریخ یعقوبی کا فقرہ ہے "فقال علی انہا صغیرۃ" اور اس کو خلیفہ دوم نے گود میں کیونکر بٹھایا اور کس شریعت کے مطابق ۱۱ سال کی نامحرم عورت کا بوسہ لیا اور پنڈلی کھولی۔ اور کہا اگرچہ یہ لڑکی صغیرہ ہے مگر مجھے اس سے نکاح منظور ہے۔ توبہ! توبہ!! شرم! شرم!!

ان تمام واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ام کلثوم جناب امیرؑ کی صاحبزادی نہیں تھیں بلکہ کوئی اور تھی جو جناب سیدہ کی وفات کے بہت بعد پیدا ہوئی تھی جس سے وہ ۱۷ھ ہجری میں چار پانچ سال کی گود میں بٹھانے اور بوسہ لینے کے قابل بچہ تھی۔ کیا خوب شصت سالہ دولہا اور چار پانچ سالہ دلہن!!! کیا اچھا جوڑا ہے۔ جلسہ نکاح خوانی۔ اجماع برادری (مہاجر و انصار) ولیمہ وغیرہ جو شہرت نکاح کے لوازم ہیں۔ بالکل غت ربود ہیں۔

(۴) جناب ام کلثوم اور انکے صاحبزادے زید کا معاویہ کے زمانہ میں ایک ہی دن مرنا اور امام حسنؑ کا انکے جنازہ پر نماز پڑھنا بھی غور طلب ہے کیونکہ امام حسنؑ واقعہ کربلا سے (جو سنہ ۶۱ھ میں ہوا) گیارہ سال پہلے شہید ہو چکے تھے اور معاویہ بھی ۶ ماہ پہلے مر چکا تھا۔ حالانکہ جناب امیر المومنینؑ کی صاحبزادی جناب ام کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں (ملاحظہ ہو مقتل ابو مخنف مقتل ابو اسحاق اسفرائنی۔ روضۃ الشہداء۔ تحریر الشہادتین وغیرہ) تو کیا یہ ممکن ہے کہ جناب ام کلثوم سنہ ۵۰ھ سے پہلے مرنے اور دفن ہونے کے بعد پھر سنہ ۶۱ ہجری میں پھر زندہ بھی ہوئیں کہ کربلا میں اپنے بھائی کے ساتھ رہیں؟ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سنہ ۵۰ ہجری میں جو ام کلثوم زوجہ خلیفہ دوم مری وہ جناب امیرؑ کی صاحبزادی نہیں تھیں کیونکہ یہ تو ۶۱ھ میں بھی زندہ تھیں۔

(۵) استیعاب اور تاریخ خمیس ہے کہ خلیفہ دوم کے مرنے کے بعد ام کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا اور اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور خلیفہ دوم ۲۳ھ میں مرے تو ام کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر سے ۲۳ھ کے بعد ہو گا ۔ مگر محمد بن جعفر ۱۷ھ ہی میں تستر کی جنگ میں شہید ہو چکے تھے تو کیا یہ ممکن ہے کہ محمد بن جعفر ۱۷ھ میں شہید بھی ہوں اور خلیفہ دوم کے مرنے کے بعد ۲۴ھ میں دوبارہ زندہ ہو کر ام کلثوم سے نکاح بھی کریں؟ اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ یہ ام کلثوم دوسری تھیں اور وہ ام کلثوم دوسری ہیں۔

(۶) جناب امیرؑ کی بڑی صاحبزادی جناب زینبؑ کا واقعہ کربلا میں جو ۶۱ھ میں ہوا موجود رہنا تاریخ کا بدیہی مسئلہ ہے۔ اور علامہ دیار بکری نے تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جناب زینبؑ کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی تھی جب جناب زینبؑ کا انتقال ہو گیا تو جناب عبداللہ بن جعفر نے جناب ام کلثوم سے شادی کی اور عبداللہ بن جعفر جناب ام کلثوم کے رہتے ہوئے ۸۰ھ میں انتقال کر گئے (تاریخ خمیس و استیعاب) اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ کی صاحبزادی ۸۰ھ تک زندہ تھیں اور خلیفہ دوم کی زوجہ جو ۵۰ھ کے پہلے مری دوسری تھی ۔ ورنہ لازم آئیگا کہ ایک ہی ام کلثوم ۵۰ھ میں مر بھی اور ۸۰ھ میں زندہ بھی رہے ۔

اب اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ کہ حضرت ابوبکر کی ایک لڑکی انکی وفات کے دن اور بروایتے ۶ دن کے بعد ۱۳ھ میں پیدا ہوئی تھی ۔ اس کا نام بھی ام کلثوم رکھا گیا (تاریخ طبری ۔ تاریخ کامل ۔ استیعاب وغیرہ) اور خلیفہ اول کے مرنے پر انکی زوجہ اسمار بنت عمیس نے حضرت علیؑ سے نکاح کر لیا تھا اسی ام کلثوم کی عمر ۱۷ھ میں چار پانچ سال کی ہوتی ہے ۔ یہ ام کلثوم اپنی ماں اسماء کے ساتھ جناب امیرؑ کے گھر گئی اور ام کلثوم بنت علی کہی جانے لگی

اِسی ام کلثوم بنت ابو بکر سے سنہ ۱۷ھ میں خلیفہ دوم نے نکاح کیا اور مورخین غلطی سے اسکو بوجہ اشتراک نام ام کلثوم بنت علیؑ لکھتے آئے ہیں۔ زیادہ تفصیل درکار ہو تو کنز مکتوم کو دیکھو۔ جس کو دیکھکر قدرت خدا کا تماشہ نظر آئیگا (رسالہ اصلاح جلد ۳۴ ع ۱۲)

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اکابر اہل حق نے اس واقعہ سے انکار قطعی کیا ہے یہاں صرف ترجمہ تقریر عدیم النظیر علامہ شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ سے (جو قریب العہد اور سنہ ۴۱۳ھ میں تھی) اپنے مضمون کو زینت دیتے ہیں۔ آپ اس مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جو روایت درباره عقد حضرت ام کلثوم نقل کرتے ہیں کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ راوی اس کا زبیر بن بکار ہے اور وہ نقل میں موثوق بہ نہیں تھا اور متہم تھا اس باب میں جسکو وہ ذکر کرتا ہے بسبب دشمنی امیر المومنین علیہ السلام کے اور وہ غیر مامون ہے۔ اصل اسمیں یہ ہے کہ ابی محمد حسن بن یحییٰ صاحب علم النسب نے اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا۔ چونکہ وہ شخص سادات علویہ میں سے تھا لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ امر حق اور واقعی ہے ورنہ یہ علوی کیوں نقل کرتا۔ حالانکہ انھوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اس علوی نے زبیر بن بکار سے روایت کی ہے۔ انتہی" پس معلوم ہوا کہ اول موجد اس افترا کا زبیر بن بکار ناصبی ہے کہ اس سے ابی محمد حسن بن یحییٰ نے نقل کیا۔ بعد اس کے لوگ اسی وجہ سے مشتبہ ہوئے اور یہ اشتباہ بڑھا (کنز مکتوم صـ ۱۶۲)

قرآن مجید میں ہے الخبیثات للخبیثین والطیبات للطیبین خبیث و طیب کا اجتماع محال ہے نیز کتاب تحریم المومنین محدث دہلوی سے ثابت ہے کہ خلیفہ ثانی کا عقد ام کلثوم دختر ابو بکر سے ہوا تھا۔

جب کسی کو خدا اور رسولؐ کا خوف نہیں ہوتا تو نہ اسکو کچھ دین و ایمان کا پاس ہوتا ہے نہ کذب و افتراء سے پرہیز۔ خصوصاً درصورتیکہ اس جھوٹ سے کوئی غرض

بھی نکالنا ہو۔ خواہ وہ غرض کسی کی عداوت سے متعلق ہو۔ یا کسی کی بیجا محبت سے۔ دیکھئے حضرت مریم علیہا السلام پر اعدائے دین نے کیا کیا تہمتیں لگائیں۔ حالانکہ اس تہمت سے بجز ابطال نبوت حضرت عیسیٰؑ کے دوسرا کوئی فائدہ نہ تھا۔ بخلاف مسئلہ عقد حضرت ام کلثوم علیہا السلام کے کہ عداوت اور محبت کی دونوں غرضیں ساتھ شامل ہیں عداوت تو جناب امیرؑ و اہلبیت طاہرین کی کہ جس طرح ہو سکے انکی توہین ہو اور محبت خلیفہ ثانی کی جن کے اثبات فضائل و مناقب کے لئے کیا کیا بہتان نہ جوڑے گئے۔ حتی کہ عیب پوشی نسب کے لئے نسب مطہر سرور عالم میں قدح کی گئی۔ بلکہ بالخصوص نسب خلیفہ دوم کی مماثلت میں اس کو پیش بھی کیا اور خوف دار و گیر اہل حق سے آخر اسکی قباحت پر متنبہ ہو کر خود ہی اس کو باطل بھی کیا۔

پس ان لوگوں سے ایسا اتہام لگانا کیونکر تعجب خیز ہو سکتا ہے خصوصاً درصورتیکہ یہی بغض و نفاق داخل اصول مذہب قرار پائے اور ارباب سلطنت کی بھی دلی خواہش ہو کیا خوب تقریر کی ہے ابو جعفر اسکافی نے بجواب جاحظ عثمانی (کما نقل فی المجلد الثالث من عبقات الانوار فی حدیث الولایت) کہ اگر خیال غلبہ جہل و حب تقلید نہ ہوتا تو اس عثمانی کے جواب دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سب جانتے ہیں دولت و سلطنت انھیں کے موافق ہوتی ہے جو ارباب سلطنت کے ہم آواز ہوں اور سب آگاہ ہیں کہ قدر

**فضائل اہلبیت کے اخفا میں سلاطین بنی امیہ کی مساعی**

و منزلت انھیں علماء و شیوخ کی ہوتی تھی جو فضائل ابوبکر و عمر بیان کرتے۔ بنی امیہ کی اس باب میں کس قدر تاکید و سختی رہی کہ بدون اس کے کسی طرح دنیا سے تمتع ممکن نہ تھا۔ پس ان محدثین نے بھی کوئی دقیقہ ایسی روایات کے بنانے میں اٹھا نہ رکھا۔ اور چونکہ یہ امر بدون اخفائے مناقب علی ابن ابیطالبؑ

ممکن نہ تھا۔ ہر طرح در پے ہوئے کہ ذکر علیؑ اور اولاد علیؑ کو محو کریں اور انکے فضائل و مناقب و سوابق کو مٹائیں (ابھی تک وہ اموی پروپیگنڈہ برابر جاری ہے لیکن ؎ چراغے را کہ ایزد برفروزد + ہر آں کوتف زند ریشش بسوزد) چنانچہ اس لئے سب کو برانگیختہ کیا کہ آنحضرتؐ کو سب و شتم کریں اور منبروں پر لعن کریں (ستر ہزار منبر ایسے تھے کہ خطیب پہلے لعن کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا) اور انکی یعنی اولاد علیؑ کی یہ حالت تھی کہ انکے دشمنوں کی قطار روزمرہ بڑھتی جاتی ہے اور تلواریں انکے خون سے رنگی جاتی ہیں تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ کوئی کہیں قتل ہوتا ہے۔ کوئی اسیر ہوتا ہے کوئی ذلیل ہوتا ہے۔ کوئی کہیں پوشیدہ ہو رہا ہے۔ غرض عجب عالم خوف و بیم و ترس ہے۔ یہاں تک کہ فقیہ۔ محدث۔ قاضی۔ متکلم۔ سب کے سب لوگوں کو عقوبت سلطانی سے ڈراتے ہیں کہ انکے فضائل بیان نہ کرو۔ اسکے گرد نہ پھٹکو۔ نوبت باینجا رسید کہ محدثین مارے خوف کے جناب امیرؑ کا نام نہیں لے سکتے۔ اگر کسی حدیث میں حضرتؑ کا ذکر ہے تو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کہا ایک مرد نے قریش سے یا ایسا کہا ایک مرد قریش نے۔ انکی تو یہ حالت ہے۔ لیکن اہل مذہب جتنے ہیں۔ خارجی ہوں یا ناصبی۔ عثمانی ہوں یا معتزلی یا جو فرقے ان فرقوں سے پیدا ہوئے سب کی یہی خواہش ہے کہ کسی طرح انکے فضائل و مناقب کو مخفی کریں۔ حتیٰ کہ زمانہ معاویہ و یزید سے مابعد والے سلاطین بنی امیہ تک جتنی سال تک انکی سلطنت رہی کوئی دقیقہ سب و شتم و لعن و طعن میں ان حضرات کے اٹھا نہ رکھا۔ اس پر بھی نور خدا ہمیشہ غالب ہوتا۔ وہ فضائل و مناقب ان کے مشہور ہوتے گئے انتہی (کنز مکتوم ص ۱۶۷)

جناب وکیل صاحب! آپ سے بسا تعجب ہے کہ آپ شمس العلماء بلگرامی کی

زبانی (بفرض محال) لکھتے ہیں کہ "حضرت عمر اور حضرت علیؑ میں کوئی عداوت نہ تھی اُنھوں نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح کردیا" جس کا بطلان واضح کردیا گیا۔

آیندہ امید ہے کہ آپ بلاتحقیق مذہبی معاملات میں خاندان عصمت وطہارت کے برخلاف قلم نہیں اُٹھائیں گے کہ اس مبحث خاص میں ہماری طرف سے اردو زبان میں چند کتابیں (مثلاً کنز مکتوم۔ دفع الوثوق مصنفہ جناب فخر الحکماء ظہیر العلماء مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ۔ رمی الجمرات جلد ۳ مصنفہ مولانا سید علی حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ مصباح الظلم و مناظر المصائب مصنفہ جناب نواب شمس العلماء سید امداد امام صاحب مدظلہ) لکھی گئی ہیں۔ خصوصاً "کنز مکتوم" میں جس شرح وبسط سے لکھا گیا ہے وہ بے نظیر ہے اگر وکیل صاحب ہماری مضمون کی رد میں قلم اُٹھائیں یا اور کوئی صاحب لکھیں تو ہماری کتب مذکورہ خصوصاً کنز مکتوم کو پیش نظر رکھکر لکھیں۔ اگر ہمارے مضمون کی رد تاریخی نظریہ سے کامیاب ثابت ہوئی تو ہم بطیب خاطر انکو منظور کرینگے۔ وانا من المنتظرین ہ

ہمہ آہوانِ صحرا سر خود نہادہ برکف ... بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

## عبارت الفاروق پر ایک نظر

جناب شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے بھی عقد حضرت ام کلثوم کو لکھا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں "حضرت عمر نے جاہلیت اور اسلام میں متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح عثمان مظعون کی بہن زینب کے ساتھ ہوا۔ دوسری بیوی قریبہ بنت ابی امیہ المخزومی تھیں... تیسری بیوی ملیکہ بنت جرول الخزاعی تھیں انکو ام کلثوم بھی کہتے ہیں.... اخیر عمر میں اُنکو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا۔ چنانچہ جناب امیرؑ سے حضرت ام کلثوم

کے لیے درخواست کی جناب ممدوح نے پہلے ام کلثوم کی صغرسنی کے سبب سے انکار کیا لیکن جب حضرت عمر نے زیادہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے تو جناب امیر ع نے منظور فرمایا اور ۱۷ھ میں ۴۰ ہزار مہر پر نکاح ہوا۔ حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ ع کی تزویج کا واقعہ تمام معتمد مورخوں نے بتفصیل لکھا ہے۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں۔ ابن اثیر نے کامل میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا ع حضرت عمر کی زوجہ تھیں۔ ایک دوسری ام کلثوم بھی انکی زوجہ تھیں لیکن ان دونوں میں مورخوں نے صاف تفریق کی ہے علامہ طبری و ابن حبان و ابن قتیبہ کی تصریحات خود میری نظر سے گزری ہیں۔ اور ان سے بڑھکر تاریخی واقعات کے لئے اور کیا سند ہوسکتی ہے۔ میں وہ خاص عبارتیں اس موقع پر نقل کرتا ہوں۔ ثقات بن حبان ذکر خلافۃ عمر واقعات ۱۷ھ میں ہے ثم تزوج عمر ام کلثوم بنت علی ابن ابیطالب وھی من فاطمۃ ودخل بھا فی شہر ذی القعدۃ۔ معارف بن قتیبہ ذکر اولاد عمر میں ہے وفاطمۃ وزیدا وامھما ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اُسد الغابہ فی احوال الصحابہ لابن الاثیر میں جہاں حضرت ام کلثوم کا حال لکھا ہے تفصیل کے ساتھ انکی تزویج کا واقعہ نقل کیا ہے۔ اسی طرح طبری نے بھی جابجا تصریح کی ہے جس کو ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں سب سے بڑھکر یہ کہ صحیح بخاری میں ایک ضمنی موقع پر حضرت ام کلثوم کا ذکر آگیا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ایک دفعہ عورتوں کو چادریں تقسیم کیں۔ ایک بچ رہی اسکی نسبت ان کو تردد تھا کہ کس کو دی جائے۔ ایک شخص نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا یا امیر المومنین اعط ھذا بنت رسول اللہ صلے اللہ صلعم التی عندک یریدون ام کلثوم (صحیح بخاری باب الجہاد مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۴۰۳) اس میں

صاف تصریح ہے کہ ام کلثوم جو حضرت عمر کی زوجہ تھیں خاندان نبوت سے تھیں" (الفاروق صفحہ ۲۰۳) ۔ اگر انسان غور کرے تو مولوی صاحب ممدوح ہی کی عبارت سے اسکو معلوم ہو جائے کہ یہ کل باتیں محض غلط ہیں ۔ آپ تحریر فرماتے ہیں" اخیر عمر میں ان کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں" سوال یہ ہے کہ اخیر عمر میں ایسا خیال کیونکر ہو سکتا ہے ۔ شادی بیاہ کے تعلق کا خیال زیادہ تر جوانی کی مدت میں پیدا ہوتا ہے ۔ پھر حضرت عمر نے حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں اس خیال کو کیوں ظاہر نہیں کیا ۔ اگر اُس وقت یہ خیال ظاہر کرتے تو حضرت رسولخدا صلعم سے کچھ کامیابی کی امید بھی ہو سکتی تھی ۔ پھر سوال ہے کہ حضرت ام کلثوم سے شادی کا خیال کیوں پیدا ہوا حضرت ع سے بڑی جناب زینبؑ تھیں انکے بارے میں یہ خیال کیوں نہیں پیدا ہوا ۔ بڑی لڑکی کے رہتے ہوئے چھوٹی لڑکی سے تو کوئی پیغام نہیں دیتا پس جب جناب زینبؑ جناب ام کلثومؑ سے بڑی تھیں تو انھیں سے یہ خواہش کی ہوتی ۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہی بالکل غلط ہے ۔ آپ تحریر فرماتے ہیں" جو مزید عزت و برکت کا سبب تھا" حالانکہ اس سے پہلے آپ اپنی دختر جناب حفصہ کو حضرت صلعم سے بیاہ چکے تھے اس سے آپ کو شرف حاصل ہو چکا تھا ۔ آپ کو اسی ذریعہ سے خلافت کا مسئلہ حل کرنے میں بھی آسانی ہوئی ۔ پھر اتنے بڑے شرف کے رہتے ہوئے جناب ام کلثوم سے عقد کا خیال کیونکر پیدا ہو سکتا تھا ۔ اسلئے کہ جناب رسولخدا صلعم کا درجہ جناب امیرؑ سے بڑھا ہوا اور آپ لوگوں کے خیال کے مطابق ازواج رسولؐ کا درجہ جناب ام کلثوم سے بڑھا ہوا ہے ۔ پس بڑا شرف تو آپ کو یہی حاصل تھا کہ خاندان نبوت کے سردار حضرت

رسولخدا صلعم کے خسر بن چکے تھے جب اس سے کمی ہوتی تب اس سے بہتر تعلق کی کوشش کیجاتی نہ کہ اس قسم کی۔ اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں "جناب ممدوح نے پہلے ام کلثوم کی صغر سنی کے سبب سے انکار کیا"۔ اب تحقیق کیجئے کہ جناب ام کلثومؑ کی عمر اس وقت اس قابل تھی کہ جناب امیرؑ اس سبب سے انکار فرماتے۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ "۱۷ھ میں نکاح ہوا" تو ۱۷ھ میں جناب ام کلثوم کی عمر اتنی ہونی چاہیے کہ جناب امیرؑ انکی صغر سنی کے سبب سے انکار کرسکیں۔ جناب سیدہؑ نے ۱۱ھ میں انتقال فرمایا اور جب آپ کا جنازہ طیار ہوا تو جناب امیرؑ نے حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ۔ جناب زینبؑ و جناب اُم کلثوم کو بلایا ہے کہ آؤ تم لوگ اپنی ماں کا آخری دیدار حاصل کرلو جسکی وجہ سے ماننا پڑے گا کہ جناب ام کلثوم کی عمر اس وقت ۵ سال سے کم نہیں تھی۔ اس طرح کہ ۳ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ ۴ھ میں جناب امام حسین علیہ السلام متولد ہوئے۔ ۵ھ میں جناب زینبؑ پیدا ہوئیں اور ۶ھ میں جناب ام کلثوم کی پیدائش ہوئی پس ۱۷ھ میں آپ کی عمر کسی طرح ۱۱ سال سے کم نہیں تھی۔ اور یہ وہ عمر ہے کہ عرب میں لڑکیاں ماں بن جاتی تھیں۔ دور کیوں جائیے جناب عایشہ ہی کی عمر ملاحظہ فرمائیے کہ آنحضرت صلعم سے شادی کے وقت کیا تھی۔ کل محدثین و مورخین نے لکھا ہے کہ اُس وقت آپ صرف ۶ سال کی تھیں جس سے ثابت ہوا کہ ۶ سال کی لڑکی عرب میں کمسن نہیں سمجھی جاتی تھی۔ عورتیں تک ایسا نہیں سمجھتی تھیں۔ چنانچہ آپ کے شاگرد مولوی سلیمان صاحب ندوی نے لکھا ہے "آنحضرت صلعم حضرت خدیجہ کی وفات سے بے حد ملول رہنے لگے ... خولہ بنت حکیم آپ کے پاس آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ دوسرا نکاح کر لیجیے۔ آپ نے فرمایا کس سے خولہ نے کہا بیوہ

اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں جس کو آپ پسند فرمائیں اسکے متعلق گفتگو کیجائے۔ آپؐ نے استفسار فرمایا وہ کون ہیں؟ خولہ نے کہا کہ بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر کی لڑکی عائشہ۔ ارشاد ہوا بہتر ہے۔ تم ان کی نسبت گفتگو کرو" (سیرۃ عائشہ صفحہ ۱۴) اسکے بعد لکھا ہے "حضرت عائشہ کا جب نکاح ہوا تھا تو اس وقت وہ چھ برس کی تھیں" (سیرۃ عائیشہ صفحہ ۱۶) اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ چھ سال کی لڑکیاں عرب میں ایسی ہوجاتی تھیں کہ دوسرے گھروں کی عورتیں انکی شادی لگاتی پھرتی تھیں۔ پس جب ۶ سال کی لڑکی کے بارے میں صغرسنی کے سبب سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا یا یوں کہیئے کہ جب حضرت عایشہ کا پیغام گیا جو اس وقت صرف چھ سال کی تھیں اور حضرت ابوبکر یا انکی بی بی صاحبہ نے جناب عائشہ کی صغرسنی کے سبب سے انکار نہیں کیا تو جناب امیرؑ جناب ام کلثوم کے بارے میں کیسے انکار کرسکتے تھے جو اس وقت ۱۱ سال کی تھیں۔ ماننا پڑے گا کہ وہ ام کلثوم کوئی اور تھیں جو حضرت عمر کی بیوی بنیں اور صرف نام کے اشتراک کی وجہ سے مورخین نے اس نسبت کو اپنی کتابوں میں درج کردیا۔

راقم غلام علی خاں
از آنڈلو
ضلع لدھیانہ (پنجاب)



اس فتح یابی اور کامیابی پر بھی حضرتؐ کے اخلاق ویسے ہی فقیرانہ تھے اور ذرہ برابر حکومت یا بادشاہت کا اثر نہیں ظاہر کیا۔ ایک شخص ڈرتا ڈرتا حضرتؐ کے سامنے آیا۔ حضرتؐ نے کس پیار سے فرمایا ڈرتے کیوں ہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ ایک قرشیہ عورت کا فرزند ہوں جو دھوپ میں سوکھا ہوا گوشت کھاتا ہوں۔ حضرتؐ کا برتاؤ امیروں غریبوں سب کے ساتھ یکساں نرم تھا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور قریش سردار جنہوں نے آنحضرتؐ کو تنگ کرکے مکہ سے نکالا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں حضرتؐ کو پہونچائی تھیں سر جھکائے ہوئے حضرتؐ کے سامنے آتے اور حضرتؐ ان سے ارشاد فرماتے کہ تم کو مجھ سے کیا اُمید ہے۔ وہ عرض کرتے جو اچھے سخیوں کا کام ہوتا ہے وہی ہمیں آپ سے بھی امید ہے۔ حضرتؐ فرماتے چلے جاؤ میں نے معاف کیا۔ اللھم صل علےٰ محمدٍ و آلِ محمدؐ۔ حضرتؐ کی ایک سخت دشمن عورت یعنی ابو سفیان کی بیوی ھند جس نے حضرتؐ کے چچا حمزہؓ کا کلیجہ نکلوا کر دانتوں سے چبایا تھا بہت ڈری تھی۔ وہ اُن عورتوں کے ساتھ جو حضرتؐ کی بیعت کے لئے آئی تھیں بھیس بدل کر آئی تھی۔ لیکن جب حضرتؐ نے غور کی نظر سے اُس کی طرف دیکھا تو وہ حضرتؐ کے پاؤں پر گر پڑی اور معافی چاہنے لگی۔ حضرتؐ نے فوراً معاف فرمادیا۔ اللھم صل علےٰ محمدٍ و آلِ محمدؐ۔ سنہ ۲ ہجری میں غزوہ غطفان ہوا۔ حضرتؐ فوج لے کر یہود کے حملہ کا جواب دینے تشریف لے گئے یہود کو معلوم ہوا تو پہاڑوں میں جا چھپے اور مسلمان اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ چوتھے دن آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے سوتے تھے کہ

ایک یہودی ہاتھ میں تلوار لئے اُترا اور کہنے لگا کہ بتاؤ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ بی بیو یہ کیسے خطرے کی گھڑی تھی مگر واہ رے حضرتؐ کا خدا پر بھروسہ کہ نعوذہ برابر گھبرائے نہ پریشان ہوئے نہ ڈرے بلکہ پورے اطمینان سے فرمایا کہ مجھے اِس وقت بھی میرا اللہ بچا لے سکتا ہے۔ یہ سُنتے ہی اُس یہودی پر ایسی ہیبت چھائی کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ آنحضرت صلعم نے وہ تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور پوچھا کہ بتاؤ اب تمہیں کون بچائیگا۔ اُس یہودی نے فوراً کہہ دیا اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پھر کیا تھا حضرتؐ اُس کے اپنے ہو گئے [۱] اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ کیونکہ حضرتؐ تو ہر شخص کی ہدایت کے لئے تشریف لائے ہی تھے۔ اور دنیا میں حضرتؐ کو سب سے زیادہ پیاری چیز یہی تھی کہ لوگ ہدایت پا جائیں۔ اور خدا کے پیارے دین اسلام کو قبول کر لیں۔ شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

محمدؐ کا دنیا میں چمکا ستارا ۔۔۔ تو جلوہ خدا کا ہوا آشکارا

ہر اک دین سے اچھا محمدؐ کا دین ہے ۔۔۔ وہی دین ہے اسلام پیارا ہمارا

محمدؐ جو آئے ہدایت کو لائے ۔۔۔ بھرا نور اسلام عالم میں سارا

عزیزو خدا کو بھی پیارا وہی ہے ۔۔۔ محمدؐ کو رکھتا ہے جو دل سے پیارا

نہ ٹھہرا کبھی جھوٹ سچ کے مقابل ۔۔۔ کہ جب نور آیا اندھیرا سدھارا

جہاں کے لیے ہے جو نور ہدایت ۔۔۔ محمدؐ پہ حق نے وہ قرآن اُتارا

محمدؐ کا رستہ نہ چھوڑو عزیزو ۔۔۔ وہی رہ نما ہے ہمارا تمہارا

[۱] تاریخ خمیس ج ۱ ص ۴۶۴

بی بیو حضرتؐ کے فضائل کون بیان کر سکتا ہے۔ شاعر نے حضرتؐ کی شان میں یہ بھی بہت خوب لکھا ہے ؎

تاج دارِ انبیاء محبوبِ ربّ العالمیں ۔۔۔ دو جہاں کا مقتدا محبوبِ رب العالمیں
باعثِ ایجادِ عالم وجہِ خلقِ کائنات ۔۔۔ میں تصدق میں فدا محبوبِ رب العالمیں
مجتبیٰ پیغمبرِ حق۔ ہادی و مختارِ خلق ۔۔۔ مصطفےٰ صلِّ علیٰ محبوبِ ربّ العالمیں
رحمۃٌ للعالمیں مقبولِ درِ سرورِ دو جہاں ۔۔۔ مظہرِ لطفِ خدا محبوبِ رب العالمیں
شانِ حق کہف الوریٰ نجم الہدیٰ ۔۔۔ شمس والضحیٰ۔ نورِ ذاتِ کبریا محبوبِ رب العالمیں
دست گیرِ دو جہاں شاہِ امم خیر البشر ۔۔۔ خلق کا حاجت روا محبوبِ ربّ العالمیں
حقِ تبلیغِ رسالت کر دیا تو نے ادا ۔۔۔ مرحبا صد مرحبا محبوبِ رب العالمیں
حشر کے دن ہونگے سب محتاج تیری ذات کے ۔۔۔ شافعِ روزِ جزا محبوبِ رب العالمیں
جب کبھی پوچھا کسی نے کون ہے تیرا رسولؐ ۔۔۔ دل مرا چلّا اٹھا محبوبِ رب العالمیں
کون سائل تھا پھرا محروم جو در سے ترے ۔۔۔ معدنِ جود و عطا محبوبِ رب العالمیں
بات تیرے منہ سے کب نکلی تھی بے وحیِ خدا ۔۔۔ مفخرِ آلِ عبا محبوبِ رب العالمیں
جو زباں سے کہہ دیا تو نے وہ ظاہر ہوگیا ۔۔۔ مرحبا معجز نما محبوبِ رب العالمیں
دو جہاں میں اس قدر تجھ سے محبت حق کو تھی ۔۔۔ نام تیرا ہوگیا محبوبِ رب العالمیں
ابر کا ٹکڑا نہ کیوں سایہ فگن ہو دھوپ میں ۔۔۔ سر پہ تیرے دائما محبوبِ رب العالمیں
وہ وصی۔ وہ ابنِ عم۔ وہ جانشیں تجھکو ملا ۔۔۔ مثل تیرے جو کہ تھا محبوبِ رب العالمیں

بی بیو دل چاہتا ہے کہ میں اور آپ دل سے کہیں ؎

خدا سر کو مرے سودا دے اس درجہ محبت کا ۔۔۔ پکاروں نام میں ہر دم تمہارا یا رسول اللہؐ
خدا نے کر کے بھیجا رحمۃ للعالمیں تم کو ۔۔۔ اِدھر بھی چشمِ رحمۃ کا اشارہ یا رسول اللہؐ
مسیحائی خدا نے ہاتھ میں دی ہے زمانے کی ۔۔۔ مرے دردِ جگر کا کر دو چارا یا رسول اللہؐ

**نویں مجلس ۹ ربیع الاول کی جس میں سچ بولنے کی تاکید کی گئی۔ اسکی اچھائی سمجھائی گئی۔ اس کی فضیلت میں حدیثیں لکھی گئی ہیں اور آخر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے:۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اے ایمان رکھنے والو مردو۔ اور اے ایمان رکھنے والی بی بیو۔ تم سب اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو ع۵ اس آیۃ میں خدا ہم لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ ہر گناہ سے بچا کریں اور برابر ان لوگوں کے ساتھ رہیں جو سچ بولتے ہیں۔ اس لئے کہ سچ بولنا بڑی اچھی بلکہ ضروری بات ہے۔ اس سے انسان دنیا میں خوش آرام سے رہتا ہے۔ عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسکی بات کا لوگ اعتبار کرتے ہیں اور اس کو بڑی قدر سے دیکھتے ہیں اور آخرت میں ایسے لوگوں کو بڑا درجہ ملتا ہے۔ اللھم صل علے محمد و آل محمد۔ سچ بولنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ سچ بولنے والوں کو خدا نے خوش خبری بھی سنائی ہے فرمایا ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ یعنی قیامت کا وہ دن ہوگا کہ سچ بولنے والوں کو ان کی سچائی کا بڑا نفع ہوگا۔ ع اور یہ بھی فرمایا ہے وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ یعنی سچ بولنے والے مردوں اور سچ بولنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب مہیا کیا ہے ع۵ ایک بی بی نے حضرت رسولخدا صلعم

سے پوچھا کہ مومن کس طرح پہچانا جاتا ہے حضرتؑ نے فرمایا اپنے وقار اور میٹھی بولی اور سچی باتوں سے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے۔ اور بولی کا زیور سچائی ہے۔ ارسطو جو ایک بڑا حکیم ہوا ہے وہ کہتا تھا کہ سب سے خوبصورت بات وہ ہے جس کا بولنے والا سچ بولے اور جس کا سننے والا اس سے نفع پائے۔ ایک شاعر نے ایک شاہزادے کی تعریف میں قصیدہ لکھا۔ شاہزادہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اس شاعر کو انعام میں سو اونٹنیاں بخش دی جائیں۔ اتنے بڑے انعام کو سن کر شاعر کا دل باغ باغ ہو گیا اس نے دوڑ کر شاہزادے کا ہاتھ چوم لیا اور کہا خدا کی قسم میں نے ایک شخص کے سوا کسی قریشی کا ہاتھ آج تک نہیں چوما تھا۔ یا اس وقت اب حضور کا ہاتھ چوما ہے۔ شاہزادے نے پوچھا میرے قبل کس قریشی کا ہاتھ چوما تھا۔ اس نے کہا بادشاہ ولید کا۔ جب شاعر نے ولید کا نام لیا تو شاہزادہ کو بڑا غصہ ہوا کیونکہ اس شاہزادہ کا خاندان اس بادشاہ کے خاندان کا بڑا دشمن تھا۔ شاعر نے کہا حضور خدا کی قسم ولید کا ہاتھ میں نے خدا کی خوشی کے لئے نہیں چوما تھا اور نہ حضور کا ہاتھ خدا کی خوشی کے لئے چوما ہے (بلکہ اس بادشاہ کا ہاتھ اس لئے چوما تھا کہ اس نے بڑا انعام دیا تھا اور حضور کا ہاتھ بھی اسی وجہ سے چوما ہے) شاہزادہ اس بات سے خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کو سچ بولنے کی وجہ سے سو اونٹ اور انعام دیئے جائیں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ[1]

ایک حدیث میں ہے کہ بہشت کا کام سچ بولنا ہے۔ جب آدمی سچ

[1] مستطرف ج ۲ ص ۷

بولتا ہے تو نیک سمجھا جاتا ہے اور جب نیک ہوتا ہے تو امان پاتا ہے اور جب امان پاتا ہے تو بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "مجھے سب سے زیادہ پیاری سچی بات ہوتی ہے۔ یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سچ بولنے سے نیکی کی طرف راہ کھل جاتی ہے۔ اور نیکی سے بہشت کی راہ مل جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کے ہاں صدیق (بڑا سچا) لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے تم لوگوں پر لازم ہے کہ برابر سچ ہی بولا کرو کیونکہ بہشت کے دروازوں سے ایک دروازہ سچائی بھی ہے۔ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا اے علیؑ تم ہمیشہ سچ ہی بولتے رہنا۔ اگر شروع میں اس سے تمہیں نقصان بھی ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ آخر میں اس سے نفع ہی نفع ملے گا۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ [1] حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب ابوذر مشہور صحابی کو چند وصیتیں کی تھیں۔ ان میں ایک جگہ حضرتؐ نے فرمایا ہے اے ابوذر جو شخص اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھتا یعنی سچ بولتا ہے وہ بہشت میں جاتا ہے۔ جناب ابوذر نے پوچھا حضرتؐ کیا ہم لوگ اپنی زبان کی معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے بھی پکڑے جائیں گے۔ حضرتؐ نے جواب دیا اے ابوذر بہت لوگ تو اسی زبان کی بدولت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اے ابوذر دیکھو ہمیشہ سچ بولنا اور تمہاری زبان سے کبھی جھوٹی بات نہ نکلنے پائے۔ ایک صحابی بیان کرتے تھے کہ جب میں پہلے پہل حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا تو حضرتؑ نے فرمایا تم لوگ بات کرنے کے قبل اچھی طرح سچ بولنا سیکھ لو۔

[1] منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۵

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ اللہ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس شان سے کہ لوگوں کو سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ حضرتؑ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ لوگوں کی نماز روزہ دیکھ کر دھوکے میں نہ آجایا کرو اس لئے کہ بہت لوگ ایسے ہیں جو عادت کی وجہ سے نماز روزہ کرتے ہیں کہ اگر نہ کریں تو گھبرانے لگیں۔ ہاں ان لوگوں کا امتحان اس طرح کرو کہ دیکھو وہ سچ بولتے ہیں یا نہیں اور امانتوں کو ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ جس شخص کی زبان سچی ہوتی ہے اس کا عمل بھی صاف ہوتا ہے۔ حضرتؑ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت اسماعیل کو لوگ سچے وعدہ والے کہتے تھے۔ اس سبب سے کہ حضرت نے ایک شخص سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وعدہ کے مطابق اس جگہ حضرت تشریف لے گئے مگر وقت پر وہ شخص اس جگہ نہیں آیا حضرت اسماعیل اپنے وعدہ کی وجہ سے سال بھر تک اسی جگہ ٹھہرے اور اس شخص کا انتظار کرتے رہے۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ تم لوگ کسی کے دیر تک رکوع اور سجدہ کرتے رہنے کو نہ دیکھو۔ کیونکہ یہ بات تو اسکی عادت ہو گئی ہوگی جس کو اگر چھوڑ دے گا تو گھبرانے لگے گا۔ ہاں اس شخص کی باتوں کو دیکھو کہ سچ بولتا ہے یا نہیں اور امانت ادا کرتا ہے یا نہیں[1] اللھم صل علےٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ پہلے زمانہ میں حجاج مسلمانوں کا ایک بڑا ظالم حاکم ہوا ہے۔ وہ ایک دفعہ خطبہ بیان کرتا تھا اور دیر تک بیان کرتا ہی گیا تو وہاں جو لوگ موجود تھے اُن سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہا اے حاکم

[1] اصول کافی ص۳۶۶

اب نماز کا وقت ہو گیا ہے اور نہ وقت آپ کا انتظار کرے گا (کہ جب تک آپ تقریر کرتے رہیں یہ ٹھہرا ہی رہے) اور نہ اللہ آپ کے (اس) قصور کو معاف کرے گا (کہ اپنی لمبی تقریر سے اپنی نماز بھی قضا کر رہے ہیں اور ہم لوگوں کی بھی)۔ حجاج کو اتنی تاب کہاں تھی کہ ایسی بات برداشت کر سکتا۔ فوراً اس نے اس شخص کو پکڑوا کر قید کر دیا۔ تب اس کے گھر والے حجاج کے پاس پہونچے اور کہا سرکار وہ پاگل ہے۔ اپنے پاگل پن میں اس نے حضور کو ٹوکا تھا۔ سرکار اس کو چھوڑ دیں۔ حجاج نے کہا اگر وہ شخص خود اپنی زبان سے کہہ دے کہ وہ پاگل ہے تو خیر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ اس کے گھر والے اس کے پاس گئے اور کہا کہ تم اپنے کو پاگل کہہ دو حجاج تم کو رہا کر دے گا۔ اس شخص نے کہا معاذ اللہ میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ خدا نے میرے دل و دماغ کو درست رکھا ہے پھر جھوٹ کیسے کہوں کہ خدا نے مجھے بیمار کر دیا ہے۔ یہ بات حجاج نے سنی تو اس کے سچ بولنے کی وجہ سے اس کو رہا کر دیا[۱]۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جس شخص کی زبان سچی ہوتی ہے اس کا عمل پاکیزہ ہوتا ہے اور جس کی نیت اچھی رہتی ہے اس کی روزی میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اُسکی عمر بڑھتی ہے[۲] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔

بی بیو جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دوسروں کو سچ بولنے کی اس قدر تاکید کرتے تھے تو خود کس قدر سچ بولتے ہوں گے حضرتؑ

[۱] مستطرف ج ۲ ص ۵ [۲] وسائل جلد ۲ ص ۲۸۳

کی زبان پر کبھی غلط بات نہیں آئی۔ آپ کے منہ سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا بلکہ جو فرمایا حق۔ آپ کا لقب ہی صادق ہوگیا جس کا معنے ہے سچے۔ اللھم صل علے محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ آج ہی ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینہ منورہ میں حضرتؑ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ہمارے پانچویں امام حضرت محمد باقر علیہ السلام تھے اور آپکی ماں جناب محمد بن ابی بکر کی پوتی اُمّ فروہ تھیں (بعض کتابوں میں ان کا نام فروہ لکھا ہے) بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سادات اہلبیتؑ سے تھے آپ کے ہمیشہ سچ بولنے کی وجہ سے آپکا لقب ہی صادق مشہور ہوگیا۔ حضرتؑ کے فضائل و مناقب محتاج بیان نہیں ہیں[۱] مسلمانوں کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحب (جو حنفی بھائیوں کے بہت بڑے امام ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھکر علم دین کا عالم کسی کو بھی نہیں دیکھا[۲] ایک اور بڑے عالم نے لکھا ہے کہ ابنِ شبرمہ کہتے تھے کہ ایک دن میں اور امام ابوحنیفہ صاحب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے امام ابوحنیفہ صاحب کی طرف اشارہ کرکے حضرتؑ سے عرض کیا کہ یہ عراق کے مجتہد اور امام ہیں۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا یہی وہ ہیں جو اپنے قیاس سے دین کا فیصلہ کرتے ہیں؟ کیا یہی نعمان بن ثابت ہیں؟ (امام ابوحنیفہ صاحب کا نام نعمان بن ثابت تھا)۔ اس پر

---

[۱] وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ [۲] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰

ابوحنیفہ صاحب خود بولے کہ ہاں یا حضرتؑ میں ہی نعمان بن ثابت ہوں تب حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ اللہ سے ڈرو اور دین کے معاملات میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دو کیونکہ اولاً جس نے ایسا کیا وہ شیطان ہے اس طرح کہ پہلے اُسی نے خدا سے کہا تھا کہ اے اللہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے۔ اس قیاس میں اُس نے خطا کی اور اس وجہ سے گمراہ ہو گیا ۱؎ اور ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابوحنیفہ صاحب سے پوچھا کہ تم اُس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ دوگے جو احرام کی حالت میں کسی ہرن کے وہ دانت توڑ ڈالے جن کو رباعی کہتے ہیں۔ ابوحنیفہ صاحب نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ مجھے نہیں معلوم کہ اس مسئلہ میں شریعتِ اسلام کا کیا حکم ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ تم قیاس تو خوب دوڑاتے ہو مگر اس کی تمہیں خبر بھی نہیں کہ وہ دانت جن کو رباعی کہتے ہیں۔ ہرن کے ہوتے ہی نہیں ہیں ۲؎ اللھم صل علی محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ اُن کے ایک اور بڑے عالم نے لکھا ہے کہ "ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ (پڑھنے اور علم حاصل کرنے) کی غرض سے ان (امام محمد باقر علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ و سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیض صحبت تھا۔ امام صاحب نے اُن کے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی فیض صحبت سے بھی

---

۱؎ حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۸۵ ۲؎ وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ ۳؎ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۴۸

بہت کچھ فائدہ اُٹھایا جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے معاصر اور ہمسر تھے اس لئے اُنکی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں اُن کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے وَصَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْہَا (گھر کی چیزوں کو گھر والے ہی خوب جانتے ہیں) اللھم صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ۔

حضرتؑ کے اخلاق بھی نہایت اعلٰی درجہ کے تھے۔ ایک دفعہ حضرتؑ کے پاس باہر کے کچھ لوگ آکر بیٹھے ہوئے تھے حضرتؑ نے اُن کے کھلانے کو حویلی میں سے کوئی چیز منگائی۔ لونڈی کھانا لے کر باہر حضرتؑ کے سامنے پہونچی تو جلدی چلنا چاہا جس سے وہ کچھ گھبرا گئی اس پر اس نے ٹھوکر کھائی اور پورا کھانا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا جس سے برتن بھی ٹوٹ گئے اور جو لوگ وہاں موجود تھے ان کے چوٹ بھی آئی اور ان کے کپڑے بھی خراب ہو گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر لونڈی کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ مگر حضرتؑ نے کیا کیا۔ سبحان اللہ۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں۔ اللھم صل علٰی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ نے اس کا ڈر مٹانے کے لئے فوراً فرما دیا جا میں نے تجھ کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا شاید

میرا یہی عمل خیر (کہ تجھ کو آزاد کردیا) اس دہشت کا جو اس وقت تجھ کو مجھ سے پیدا ہو گئی ہے کفارہ ہو جائے [۱] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت کے ہاتھوں پر حضرت کا ایک غلام پانی ڈالتا تھا اور نیچے طشت رکھا ہوا تھا۔ اتفاق سے لوٹا اس غلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور طشت میں گر پڑا جس کی چھینٹیں اڑ کر حضرت کے چہرے پر پڑ گئیں حضرت نے اس رنج و تردد میں غلام کی طرف صرف دیکھا مگر وہ غلام بھی کیسے بزرگ کا تھا اس گھر کے تو غلام لونڈی بھی عجیب دل و دماغ رکھتے تھے۔ اس نے فوراً عرض کی یا مولای اللہ یامر بکظم الغیظ اے مولا اللہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے غصے کو پی جایا کریں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نے اس سے فرمادیا۔ جاؤ میں نے تم کو معاف کردیا۔ تب وہ غلام بولا و اللہ یحب المحسنین یعنی اللہ احسان کرنے والوں کو بھی بہت دوست رکھتا ہے۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا اذھب فانت حر لوجہ اللہ جاؤ میں نے تم کو خدا کی خوشی کے لئے آزاد کردیا [۲] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ ایک شخص نے حضرت سے شکایت کی کہ اس کا پڑوسی اس کو بہت ستاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا تم صبر کرو۔ اس نے عرض کی حضور وہ مجھے ذلیل بھی کرتا رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ذلیل تو وہ ہوتا ہے جو کسی پر ظلم کرتا ہے (مطلب یہ تھا کہ وہ پڑوسی ظلم کرتا ہے تو حقیقت میں وہی ذلیل ہے

---

[۱] مجانی الادب ج ۱ ص ۲۶ [۲] مجانی الادب جلد ۱ ص ۲۶۹

تم مظلوم ہو تمہاری کوئی ذلت نہیں ہے) ؎۱ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ کے علمی کارنامے بھی لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں مسلمانوں کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ علم توحید وغیرہ میں حضرتؑ کا کلام بہت ہی اعلےٰ درجہ کا ہے۔ اور حضرتؑ کے شاگرد جابر بن حیان نے ایک کتاب جمع کی ہے جو ہزار ورق میں ہے جس میں حضرتؑ کے رسالے درج کیے گئے ہیں جن کی تعداد پانچ سو ہے ؎۲ مسلمانوں کے ایک بڑے امام کا قول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایسے معتبر بزرگ ہیں جن سے حدیث لینے میں کسی بات کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی حضرتؑ جو فرمائیں اُسے بے تکلف قبول کر لینا چاہیے۔ بڑے بڑے علماء نے لکھا ہے کہ حضرتؑ دنیا کی ریاست یا حکومت وغیرہ کا خیال بالکل چھوڑ کر صرف عبادت اور علوم و معارف کی اشاعت میں مشغول رہتے تھے اور اُن کے ایک امام کا قول ہے کہ جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھتا تو آپ کی صورت۔ وضع۔ چال بات چیت سے فوراً سمجھ جاتا کہ آپ انبیاء کرام کے جوہر ہیں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ کے زمانہ میں خاندان بنی عباس کا منصور دوانیقی مسلمانوں کا بادشاہ تھا۔ وہ ایک دفعہ حج کرنے گیا تو کسی شخص نے اُس سے حضرت امام جعفر صادقؑ کی جھوٹی چغلی کھائی۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ اگر اس کا ثبوت پیش کرو۔ جب وہ شہادت ادا کرنے کے لئے حضرتؑ کے سامنے

؎۱ مجانی الادب جلد ۲ صفحہ ۹۷ ؎۲ مرآۃ الجنان ج ۱ صفحہ ۳۰۴

حاضر کیا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا تم نے جو شکایت کی ہے اس پر قسم کھا سکتے ہو؟ اُس نے جرءت کر کے کہ دیا کہ ہاں قسم کھاؤں گا اور کہا کہ اللہ عظیم کی قسم آپ نے یہ کیا یا کہا ہے۔ اُس وقت حضرت نے بادشاہ منصور سے فرمایا اے بادشاہ اس شخص کو حکم دو کہ جس طرح میں کہوں اس طرح قسم کھائے۔ بادشاہ نے کہا ہاں آپ اسی طرح اس سے قسم کھلائیں۔ حضرتؑ نے اُس شخص سے کہا تم اِس طرح قسم کھاؤ کہ میں خدا کی طاقت اور قوت سے علحدہ ہو کر اور اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ بے شک جعفر صادق نے ایسا کیا ہے۔ یہ سُنکر پہلے تو اُس شخص نے اس طرح قسم کھانے سے انکار کیا مگر بادشاہ کے سامنے تھا۔ بچ کہاں سکتا تھا) آخر اسی طرح قسم کھائی اور فوراً اسی جگہ مرگیا یہ واقعہ دیکھ کر سب حاضرین دنگ رہ گئے۔ اور بادشاہ منصور نے حضرتؑ سے کہا کہ اسکے مرنے سے آپ کچھ تردد نہ فرمائیں۔ ہم سب دیکھ رہے تھے کہ آپ نے اسکو ہلاک نہیں کیا (بلکہ اس کی قسم نے اسکی جان لی) آپ کا دامن اس کے خون سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ اِسی طرح کسی بدمعاش نے حضرتؑ کے ایک غلام کو مار ڈالا۔ حضرت کو اس کا رنج ہوا۔ اس رنج میں حضرت رات بھر نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے سُنا کہ وہ بدمعاش مرگیا [1] بی بیو سُنا آپ نے کہ حضرت کا غلام قتل کیا گیا اور حضرتؑ کو اس کا رنج ہوا تو حضرتؑ نے کیا کیا۔

[1] صواعق محرقہ صہ ۱۲۱

خدا ہی کو یاد کیا۔ اسکی عبادت میں بسر کی اور شب بھر نماز پڑھتے رہے۔ پس ہم لوگوں پر بھی کوئی مصیبت پڑے تو چاہیئے کہ خدا کو یاد کریں۔ اسکی عبادت انجام دیں اور وہی کام کریں جس سے وہ خوش ہو مگر افسوس اب ایسا زمانہ آیا کہ جو واجبی نماز سترہ رکعت روزانہ کی ہے اس کو بھی بہت سے نوجوان چھوڑ دیتے اور اپنے مذہب کی اس ضروری اور نہایت ہلکی عبادت کو بھی ادا نہیں کرتے ہیں حالانکہ اس میں نہ کوئی محنت ہے۔ نہ پیسہ کا خرچ۔ نہ کوئی قیمتی وقت صرف ہوتا ہے۔ صبح کی نماز کے لئے دس منٹ۔ ظہر و عصر کی نماز کے لئے بیس منٹ۔ مغرب و عشا کی نماز کے لئے بیس منٹ کافی ہو جاسکتے ہیں۔ اس طرح روزانہ ایک گھنٹہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم لوگوں کے کئی کئی گھنٹے مہملات اور بے فائدہ باتوں میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں تو ہر وقت اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے اماموں کی پیروی کریں اور ان حضرات کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

بی بیو حضرت کے فضائل آپ نے سُنے مگر ایک مجلس میں کہاں تک بیان ہو سکتے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ کوئی آدمی بیان نہیں کر سکتا شاعر نے سچ کہا ہے ؎

نبیؐ کا جانشین حقا امام جعفر صادقؑ — بحق مثل علی اعلیٰ امام جعفر صادقؑ
نظیر و مثل کوئی ہو نہیں سکتا تھا دنیا میں — خدا کا بندۂ یکتا امام جعفر صادقؑ
وراثت سینۂ شہ کو ملی علم لدنی کی — امین ربّ بے ہمتا امام جعفر صادقؑ
اطاعت انکی مطلق کیوں نہ واجب ہو زمانے پر — زبان کبریا گویا امام جعفر صادقؑ

عبادت میں سخاوت میں شجاعت میں فصاحت میں — اک وحدہ کی طرح یکتا امام جعفر صادق
ندا آئی فلک سے رونق ملت مبارک ہو — ہوئے دنیا میں جب پیدا امام جعفر صادق
نہ کیوں حضرت کا پیرو متقی کہلائے محشر میں — امیر کشور تقویٰ امام جعفر صادق
حکومت اس جہاں میں بھی امارت اس جہاں میں بھی — شہ دنیا شہ عقبیٰ امام جعفر صادق
ضرورت ہو جسے ہو سیر شہ کے آب رحمت سے — عطائے فیض کا دریا امام جعفر صادق
خداوندا کوئی پوچھے تو بس منہ سے یہی نکلے — کہ ہے ہادی چھٹا میرا امام جعفر صادق
مرا ہادی مرا حاکم مرا والی مرا مالک — مرا مولا مرا آقا امام جعفر صادق
سلالہ انبیاء کے ہیں امامت میں در یکتا — کسے ایسا ملا رتبہ امام جعفر صادق
شرف حضرت کو خالق نے جو بخشا تھا زمانے میں — کسی نے ویسا کیا پایا امام جعفر صادق
جلالت میں شکوہ و شان میں شیر خدا جیسے — ہے کہتا رعب حضرت کا امام جعفر صادق
نہ ہوتی ذات حضرت کی تو پھر ہوتا نہ یہ مذہب — تمہیں سے ہے قیام اس کا امام جعفر صادق
مثیل جد و آبا تم بھی ہو کار امامت میں — وہ رتبہ حق نے ہے بخشا امام جعفر صادق
وہ حق گوئی کہ خود منصور نے حضرت کے بارے میں — کہا صدقت یا مولا امام جعفر صادق
چھٹے مہر امامت آسمان ہو نبوت کے — تمہیں سے دین یہ چمکا امام جعفر صادق
فضیلت کی گھٹا چھوٹی سوا ابدی ہوئی بارش — امامت کا چڑھا دریا امام جعفر صادق
نبی کا لخت دل حیدر کی جاں ہیں چاند زہرا کا — ہمارا مرد عادل کا امام جعفر صادق
دُر تاج سلیمانی شہ جن و شہ انساں — وصی مصطفیٰ حقا امام جعفر صادق
چھٹا داؤد حضرت ہی کے اک ادنیٰ اشارے سے — ستم دیدہ کا ہے ملجا امام جعفر صادق
محمد ہیں پدر جن کے پسر باب الحوائج ہے — نبی جس کا جد اعلیٰ امام جعفر صادق
خوشا قسمت رسائی جن کی ہو در تک ترے مولا — ملا پھر خلد کا رستہ امام جعفر صادق
شہ ذیشان مہ تابان دل ایمان سر عرفاں — رخ قبلہ در کعبہ امام جعفر صادق

مدینہ رشکِ جنت ہوگیا شہ کی ولادت سے
خوشی کی دھوم ہے برپا امام جعفر صادقؑ

رُخِ ایماں چمک اُٹھا خدا کی شان نظر آئی
خدا کا نور جب آیا امام جعفر صادقؑ

رسول اللہؐ کا اخلاق میں بھی یہ نمونہ ہے
سنو قصہ مصادق کا امام جعفر صادقؑ

بنی ہاشم کے افلاک شرافت کے مہِ تاباں
امامت کا دُرِ یکتا امام جعفر صادقؑ

ہزاروں ہوگئے علما جنکی فیضِ صحبت سے
وہی ہے علم کا دریا امام جعفر صادقؑ

## مجلس دسویں

۱۷ ربیع الاول کی جس میں جھوٹ بولنے کی بُرائیاں لکھی گئی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ یعنی اُن لوگوں کو اُن کے جھوٹ بولنے کی سزا میں دردناک عذاب ہوتا ہے عہ جس میں خدا نے جھوٹ بولنے کا نتیجہ بیان فرمایا ہے کہ یہ ایسی خراب بات ہے۔ خدا اس کو اس درجہ بُرا سمجھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اس سے اس قدر ناراض ہوتے ہیں کہ اس کی سزا میں بہت دُکھ پہونچانے والا عذاب اس شخص کو دیا جائیگا۔ جھوٹ کی بُرائی خدا نے قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر کی ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللّٰهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ یعنی جو لوگ خدا پر جھوٹ بولتے ہیں قیامت کے روز تم ان سب کو دیکھو گے کہ اُن کے چہرے کالے کر دیئے گئے ہیں عہ یہ بھی قرآن مجید میں ہے فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

عہ پ ۱ ع ۲

عہ پ ۲۴ ع ۲

پھر ہم لوگ جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت کریں گے جھوٹ کی برائی میں حدیثیں بھی بہت ہیں حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے اے مسلمانو! خبردار تم جھوٹ کبھی نہ بولنا کیونکہ جھوٹ بولنے سے آدمی فسق وفجور (دوسرے گناہوں) کی راہ پالیتا ہے اور جو یہ راہ دیکھ لیتا ہے وہ سیدھا جہنم میں پہونچ جاتا ہے۔ تم سب ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ سچ بولنا اچھے (ثواب کے) کاموں کی راہ دکھاتا ہے اور اچھے کاموں کی راہ آدمی کو بہشت میں پہونچا دیتی ہے۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ اور حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اسکے جھوٹ بولنے کی بدبو اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس سے پریشان ہوکر فرشتے اسکے پاس سے ایک میل کی راہ پر دور ہوجاتے ہیں۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ گناہوں کا سردار جھوٹ اور جھوٹ کا ستون بہتان ہے[۱] حضرت رسولخدا صلعم نے جناب ابوذر کو جو وصیتیں کی ہیں اُن میں فرمایا ہے اے ابوذر جو شخص اپنی زبان کو بُری اور حرام باتوں اور منہ کو نجس چیزوں سے بچائے رہیگا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ جناب ابوذر نے پوچھا یا حضرتؐ کیا ہم لوگ اپنی زبان کی باتوں سے بھی پکڑے جائیں گے (کہ کب کیا بولے اور کیا کہا) حضرتؐ نے فرمایا لوگوں کو زبان ہی کی وجہ سے تو زیادہ تر جہنم میں جھونکا جائیگا۔ دیکھو جب تک تم چپ رہو گے ہر آفت سے بچے رہوگے اور جب بولوگے تو سچی باتیں تمہارے نیک اعمال میں اور بُری یا جھوٹی باتیں تمہارے

---

۱ مستطرف ج ۲ ص ۸

خراب کاموں میں لکھی جائینگی۔ اے ابوذر کوئی شخص مجمع میں یا جلسہ میں لوگوں کے ہنسانے کو ایک بولی بول دیتا ہے جس میں جھوٹ باتیں بھی ہوتی ہیں۔ اس کے لئے کیسے افسوس کی بات ہے کہ اسی بولی کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اُس کے لئے ویل ہے اُس کے لئے ویل ہے۔ اور اے ابوذر ایسے موقع پر جو شخص چپ رہتا اور اپنے کو جھوٹ سے بچاتا ہے وہ نجات پاتا ہے تم بھی زیادہ تر چپ رہا کرو اور جھوٹ تو کبھی تمہاری زبان سے نکلے ہی نہیں۔ اللھم صل علےٰ محمدٍ و آلِ محمد۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے تھے کہ کوئی بندہ ایمان کا مزا اس وقت تک نہیں پا سکتا جب تک وہ ہر طرح کے جھوٹ کو نہ چھوڑے۔ ہنسی کی بات ہو یا کچھ اور حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ جھوٹ بولنے والوں کے ساتھ رہنے۔ ملنے۔ اُٹھنے۔ بیٹھنے سے اپنے کو بچائے۔ اس کی ذلت کی یہ حد پہونچ جاتی ہے کہ جب کبھی سچ بھی بول دیتا ہے تو جھوٹا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے صاحبزادے سے فرماتے تھے کہ جھوٹ سے ہمیشہ بچنا۔ چھوٹی بات میں ہو یا بڑی بات میں ہنسی کا موقع ہو یا کوئی اور کیونکہ آدمی جب چھوٹی بات پر جھوٹ بولتا ہے تو پھر بڑی باتوں پر بھی جھوٹ بولنے کی جرأت آجاتی اور عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللھم صل علےٰ محمدٍ و آلِ محمد۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ بُرائیوں اور گناہوں کے لئے بہت سے تالے ہیں اور ان تالوں کی کنجی شراب ہے۔ مگر جھوٹ بولنا شراب پینے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

یہی فرماتے تھے کہ جھوٹ بولنے سے ایمان ضائع اور برباد ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اس کے منہ کی رونق جاتی رہتی ہے۔
حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے تھے کہ لوگوں نے حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا ہوسکتا ہے۔ تب پوچھا گیا کہ یا حضرت کیا مومن بخیل بھی ہوسکتا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں ہوسکتا ہے۔ تب دریافت کیا گیا یا حضرت کیا مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا نہیں۔ [1] بی بیو! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بزدل ہوگا وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا جو بخیل ہوگا وہ بھی ایمان سے الگ نہیں ہوگا مگر جو جھوٹ بولے گا وہ ایمان دار ہی نہیں رہے گا۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں کہ جو لوگ جھوٹ نہیں بولتے اُن کو کیا آرام اور نفع ہوتا ہے اور کس طرح وہ اکثر گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک شخص حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرتؐ میں چاہتا ہوں کہ حضورؐ پر ایمان لاؤں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ میں چار باتوں۔ شراب پینے۔ زنا کرنے۔ چوری کرنے اور جھوٹ بولنے کا بہت عادی ہوں۔ بلکہ چاروں پر اس درجہ فریفتہ ہوں کہ کچھ بھی ہوجائے میں اُن سے کسی کو چھوڑ نہیں سکتا لیکن سُنتا ہوں کہ حضور ان چاروں چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور مجھ میں

[1] وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۲۹۳

اس کی طاقت ہی نہیں ہے کہ چاروں کو چھوڑ دوں۔ ہاں اگر حضور اتنی بات مان لیں کہ اِن برائیوں سے صرف ایک بُرائی کو چھڑائیں تو میں ابھی ایمان لاتا ہوں سبحان اللہ حضرت رسولخدا صلعم بھی کیس ذہن اور کیسے دماغ کے تھے۔ حضرتؐ نے کیا خوب جواب دیا۔ آپ درود پڑھیں تو میں عرض کروں۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ حضرتؐ نے فرمایا اچھا تم صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ یہ سُن کر وہ شخص خوش ہوگیا اور وعدہ کیا کہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ کہکر فوراً مسلمان ہوگیا۔ جب حضرتؐ کی خدمت سے واپس چلا اور اپنے دوست احباب میں پہونچا تو لوگوں نے کہا آؤ شراب پئیں اس پر اُس شخص نے خیال کیا کہ اگر میں شراب پی لوں اور اسکی خبر حضرت رسولخدا صلعم کو ہو جائے اور حضرتؐ مجھ سے پوچھیں کہ بتا کہ یہ سچ ہے یا غلط تو میں کیا جواب دوں گا۔ اگر حضرتؐ کے سامنے انکار کروں تو میں نے جو عہد کیا ہے (کہ اب کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا) وہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر سچ بولونگا تو حضرتؐ مجھ پر شراب پینے کی حدّ جاری کردینگے۔ اس خیال سے اس نے شراب پینے سے انکار کردیا۔ پھر لوگوں نے بدکاری کے لئے کہا مگر اب بھی یہی بات اُس کے دل میں پیدا ہوئی تو اُس نے اِس سے بھی انکار کردیا۔ اِس کے بعد یاروں نے چوری کو کہا تو اِس سے بھی یہی ڈر ہوا۔ غرض اب وہ حضرت رسولخدا صلعم کی حکمت کو سمجھا جسکے بعد حضرتؐ کی طرف پلٹا پھر حاضر ہونے کے بعد عرض کی یا رسول اللہ حضورؐ نے کیسا اچھا نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ جھوٹ سے

منع کرکے میرے لئے گناہوں کے کل دروازے ہی بند کردیئے۔
غرض اسی وقت اس نے سب گناہوں سے توبہ کی اور کامل مومن ہوگیا۔[1]
ایک شخص بڑا جھوٹا تھا۔ اُس سے کسی نے پوچھا کہ بھائی
ذرہ یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم سچ بھی بولے ہو یا نہیں۔ انہوں نے جواب
دیا کہ اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ اس کہنے سے میں سچ بول دونگا تو میں تم کو
جواب دیتا کہ میں کبھی سچ نہیں بولا ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں
کبھی سچ نہیں بولا۔ البتہ یہ جو کہہ رہا ہوں یہ سچ ہی بولتا ہوں بہت
سے عقلمند جھوٹ بولنے کی جگہ چپ رہ جانا پسند کرتے اور اس طرح
اپنے کو ہر طرح سے بچا لیتے ہیں۔ جیسے ایک بزرگ کو اتفاق ہوا
جب معویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا (کہ معویہ
کے مرنے پر وہی بادشاہ ہوجائے) تو اس کو ایک شاندار
سرخ رنگ کے محل میں بٹھایا اور لوگوں کو اسکی ولی عہدی قبول
کرنے کے لئے بلایا۔ لوگ وہاں جاتے تو پہلے معویہ کو اور پھر
یزید کو سلام کرتے۔ انھیں لوگوں میں ایک شخص آیا اور معویہ
کو سلام کرکے اس نے کہا سرکار اگر حضور شاہزادہ یزید کو
اپنا ولی عہد نہیں بناتے تو یہ سلطنت تباہ و برباد ہوجاتی۔
وہاں وہی بزرگ جن کا نام احنف تھا موجود تھے۔ وہ چپ
تھے۔ تو معویہ نے اُن سے کہا کیوں بھائی تم کیوں چپ ہو۔
تم اپنی رائے کیوں ظاہر نہیں کرتے (کہ یزید کو حاکم بنانا کیسا ہے)
اُنھوں نے کیسا اچھا جواب دیا کہا میں اگر جھوٹ بولوں تو خدا کا ڈر

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۴ صـ ۲۶۱

لگا ہوا ہے۔ اور اگر سچ بولتا ہوں تو آپ کا خوف ہے (اس سے
بہتر ہے کہ نہ سچ بولوں نہ جھوٹ) معویہ نے کہا تم نے بڑی اچھی
بات کہی تم کو خدا جزائے خیر دے اور ان بزرگ کو کئی ہزار درہم
انعام دیئے۔ جب احنف وہاں سے باہر آئے تو دروازہ
پر اُن سے وہی شخص ملا جس نے کہا تھا کہ اگر حضور شاہزادہ
کو اپنا ولی عہد نہیں بناتے تو یہ سلطنت تباہ ہو جاتی۔ اب
اس نے اکیلے میں احنف کو دیکھ کر کہا کہ بھائی میں جانتا ہوں
کہ یہ کمبخت بڑا پاجی شخص ہے لیکن اُن لوگوں نے خدا کے مال
و دولت پر اپنے دروازوں اور قفلوں سے قبضہ کر رکھا ہے
اب اس مال و دولت کے نکالنے کے لئے ہم لوگوں کو ان کی
خوشامد میں ویسی ہی باتیں کہنی پڑتی ہیں جیسی میں نے دربار
میں کہی تھیں (ورنہ وہ سچی بات نہیں تھی) تب اس سے احنف
نے کہا اے شخص اس سے بہتر ہے کہ چپ رہا کرو۔ کیونکہ دو رُکابیہ
مذہب والے خدا کے ہاں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے [1]
اللھم صل علٰی محمد و آل محمد۔ غرض ہم لوگوں کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے
بلکہ سچوں ہی کے ساتھ رہنا چاہیئے جس کو خدا نے فرمایا ہے:۔
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ سچوں ہی کے
ساتھ رہو۔ پورے سچے تو سوا انبیا اور حضرات ائمہ کے کہیں
نہیں مل سکتے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کے بڑے عالموں نے

[1] مستطرف جلد ۲ صفحہ

لکھا ہے کہ اس آیہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰادِقِیْنَ میں صادقین سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں [۱] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ حضرتؑ کے بعد جتنے امام ہوئے وہ سب بھی ہمیشہ سچ ہی بولتے رہے یہاں تک کہ چھٹے امام حضرت جعفر علیہ السلام کا تو گویا نام ہی صادق ہو گیا۔ حضرت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو مدینہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرتؑ کے پورے حالات کہاں بیان ہو سکتے ہیں مختصر بیان کرتی ہوں۔ یزید کے زمانہ میں کفر اور بت پرستی نے دوبارہ غلبہ پایا تھا۔ پھر اسلام کیسے زندہ رہا۔ اس کے متعلق ایک فرنگی مورخ نے لکھا ہے کہ اس (کفر اور بت پرستی) کا دوبارہ جنم لینا اسلام کے لئے سخت خوفناک اور تباہی بخش ثابت ہوا۔ پورے مدینہ والوں کو یزید کا غلام بنایا گیا جس نے اسکی غلامی سے انکار کیا اس کا سر اتار لیا گیا اس رسوائی اور بدنامی سے صرف دو یا تین آدمی بچے۔ جیسے حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام اور علی بن عبد اللہ بن عباس۔ ان سے یزید کی بیعت بھی نہیں لی گئی۔ مدرسے۔ شفاخانے اور دوسری رفاہ عام کی عمارتیں جو خلفاء کے زمانہ میں بنائی گئی تھیں یا تو بند کر دی گئیں یا مسمار۔ اور عرب پھر ایک ویرانہ ہو گیا۔ اسکے تھوڑی ہی مدت کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے دادا حضرت علی مرتضیٰؑ کی تعلیم گاہ کو پھر مدینہ میں جاری کیا۔

---

[۱] تفسیر دُرِ منثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۰

# وہابی شوہر اور حنفی بی بی کا زبردست مناظرہ

عزاداری کے متعلق حضرات اہلسنت دن رات کثرت سے جو اعتراضات کرتے رہتے ہیں انکا سب کا جواب وہابی شوہر کی طرف سے لکھکر اسکی حنفی بیوی کی طرف سے سب کا نہایت محققانہ جواب بطرز ناول کتاب "تصویر عزا" میں درج کیا گیا ہے جو ۴۰۰ صفحہ میں چھپکر شایع ہوئی ہے یہ کتاب ایک نعمت خدا ہے۔ نہایت درجہ پسند کی گئی۔ صرف چند نسخے باقی ہیں جلد طلب کیجئے ورنہ پھر ملنا دشوار ہوگا۔ اس کتاب کے متعلق جناب پرنس سید محمد عباس صاحب تعلقدار شمس آباد نے تحریر فرمایا ہے "نامر شریعۃ حقہ مدظلہ العالی تسلیم و تحیات۔ تصویر عزا کی تعریف حیطۂ امکان سے خارج ہے۔ ایک ایک بات کے لئے سو سو ثبوت۔ اور ثبوت بھی ایسے کہ بلا ئے نہ ہلیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ان سب امور سے بہتر یہ امر ہے کہ زمانہ موجودہ کی روش کا خیال کرکے بطرز ناول لکھا ہے اور تہذیب و متانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ کیا آپ اس قسم کے ناولوں کے سلسلہ کو برابر جاری رکھیں گے؟"

**مناظرہ مامون الرشید** خاندان بنی عباس کے مشہور خلیفہ مامون الرشید نے اپنی سلطنت کے بڑے بڑے علماء محققین سے اس مسئلہ پر زبردست مناظرہ کیا تھا کہ جناب امیرالمومنین خلفائے ثلثہ بلکہ تمام صحابہ سے افضل تھے۔ یہ پورا مناظرہ حضرات اہلسنت کی کتاب سے پورا پورا نقل کرکے مع اردو ترجمہ شایع کیا گیا ہے۔ تین مرتبہ چھپ چکا۔ اصلاح کو اس سال دو جدید خریدار عنایت فرمائیں تو یہ دلچسپ رسالہ بطور تحفہ حاضر ہو۔ المشتھر: منیجر اصلاح کھجوا (صوبہ بہار)

**ملیریا اور کافوری منجن** یہ موذی مرض جس طرح ماتھ البلوی ہو رہا ہے ظاہر ہے۔ بہت سے مخصوصین اور احباب کے اصرار سے اپنے اس کامیاب منجن کو بصورت اشتہار ملک اور قوم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ قیمت ایک ڈبیہ ۴ر۔ ایک مرتبہ منگا کر امتحان کر لیجئے۔

ملنے کا پتہ
جناب حکیم سید باقر رضا صاحب شہر چھپرا

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کھجوا میں چھپوا کر شائع کیا)

باسمہ سبحانہ

ماہوار رسالہ

# اصلاح

نمبر ٦ | ماہ جمادی الاخری ۱۳۵۳ ہجری | جلد ۲۸

## فہرست مضامین



مقام اشاعت

کھجوا (صوبہ بہار)

چندہ خاص پانچ روپیہ سالانہ معہ محصولڈاک

چندہ عام خریداران سے تین روپیہ سالانہ

**مطبع اصلاح (مشین پریس) کی شاندار کامیابی** | ایک معزز جدید تعلیم یافتہ جناب سید حامد حسین صاحب (علیگ) ایم۔ اے۔ ایس بی وایم۔ آر۔ اے۔ ایس ساکن جھالرا پاٹن (راجپوتانہ) ایک قابل قدر کتاب اسلامی لغتہ لکھ رہے ہیں جسکی دوسری جلد شمس العلماء مولوی شبلی صاحب کے مشہور معارف پریس اعظم گڈھ میں طبع کرائی۔ اب تیسری جلد کو مطبع اصلاح کھجوا میں طبع کرایا ہے۔ اسکی جلدیں ممدوح کے پاس پہونچیں تو نہایت خوشی ہوئی اور لکھا کہ "اسلامی لغتہ کی کتابت وطباعت معارف پریس سے دبکر نہیں ہے بلکہ بعض خصوصیات میں ترجیح کی مستحق ہے"۔ اس کامیابی پر جس قدر شکر خدا بجالایا جائے کم ہے۔ اب شدید ضرورت ہے کہ دوسرے ہمدرد حضرات بھی اپنی کتابیں۔ رسالے۔ رجسٹر۔ رسید بہیاں۔ نقشے۔ اشتہارات۔ کچہری اور زمینداری کے کاغذ۔ نوید۔ رقعے۔ خطوط۔ پوسٹر وغیرہ یہاں چھپنے کو بھیجیں۔ اسکولوں سے امتحان کے پرچہائے سوالات بھی یہاں بھجوائیں کہ نہایت احتیاط سے چھاپکر روانہ کئے جائیں گے ہر چیز کی چھپائی عمدہ اور ارزاں ہوگی۔ اور وقت کی پابندی سے کام انجام دیا جائیگا۔

**انصار اصلاح** | حسب ذیل حضرات کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جدید خریدار عنایت فرماکر شکر گزار کیا (۳۹) جناب چودھری سید احمد عباس صاحب تعلقدار اناؤ ۱ (۴۰) جناب منشی سید راحت حسین صاحب فتحپور ۱ (۴۱) جناب سید مظہر الحسن صاحب فتحپور ۲ (۴۲) جناب سید اشفاق حسین صاحب اگیونا ضلع الہ آباد ۱ (۴۳) جناب سید ابو الحسن صاحب ہڈ کنسٹبل کانپور ۲ (۴۴) جناب ماسٹر سید اشفاق علی صاحب مظفر نگر ۲ (۴۵) جناب سید باقر حسین صاحب تحصیلدار نگرام ۱ (۴۶) جناب منشی غلام علی خانصاحب اوورسیر آنڈلو ۱ (۴۷) جناب سید محمد رضی صاحب بلاسپور ۳ (۴۸) جناب آغا محمد اکرم صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ناگپور ۱ (باقی آیندہ)

**مناظرہ ٹیکسلا ضلع راولپنڈی** | کی روئداد کے لئے کسی صاحب نے عہ جناب مولانا محمد بشیر صاحب کے پاس روانہ کیا تھا مگر نام صرف ہاشمی لکھا اور پتا بھی نہیں لکھا۔ اب اپنا پورا نام اور پتا مدفع کو لکھدیں کہ روئداد آجائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی

# رسالہ اصلاح

نمبر ۶ | ماہ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۳ ہجری | جلد ۳۸

## خدا نے ہمیں کسطرح بچایا

وفات حضرت قبلہ و کعبہ اعلی اللہ مقامہ کے بعد ہم پریشانیوں میں بسر کر رہے ہیں۔ ۲۰ ماہ رمضان المبارک کو اس صوبہ کے زلزلہ نے شدید نقصانات پہونچائے کہ امام باڑہ چور ہو گیا مکان کے اکثر حصے مخدوش ہو گئے۔ پھر برسات آئی تو اوپر کی شدید بارش اور نیچے کے سیلاب سے مکانات جو مخدوش ہو گئے تھے گرنا شروع ہو گئے تو کسی طرف کا کوئی حصہ قابل اطمینان نہیں رہا پختہ چھتیں بھی گریں۔ کھپریل کے حصے بھی منہدم ہوئے۔ برسات کے قبل بمشکل ایک کمرا درست کرا لیا گیا تھا۔ اس پوری فصل میں تقریباً وہی کمرا سب کا ملجا و ماویٰ تھا۔ کتبخانہ کی کتابیں بھی بہت کثرت سے خراب ہوئیں غرض ان مصائب کی داستان طویل ہے مگر ان سب کے ساتھ ہم الفاظ نہیں پاتے کہ کیونکر خدا کا شکریہ ادا کریں اسلئے کہ مکانوں کے گرنے اور بارش و سیلاب کی زیادتی سے ہر وقت کل النفس کی زندگی بھی خطرے میں تھی لیکن خدا نے برابر سب کی حفاظت کی۔ پھر ۲۸ ستمبر مطابق ۱۸ جمادی الاخریٰ کی شب میں تو اتنا بڑا افضل خدا ہوا کہ گویا ہم موت کے قبضہ سے بچ گئے۔ گرمی کی شدت اور مچھروں کی زیادتی سے اس شب میں ہم ایک چھت پر جو گرنے سے بچ گئی تھی جا کر سو رہے تھے اور موسم

بالکل معتدل تھا نہ بارش بھی نہ تیز ہوا نہ زلزلہ نہ کوئی تردد کہ دفعتاً قریب ۶ بجے صبح کے اس جگہ کے پچھم کی بڑی لمبی چوڑی پوری چھت زمین پر آرہی مگر جس جگہ ہمارا سر تھا، اس جگہ سے شاید نصف بالشت کی جگہ چھوڑ کر چھت گری سبحان اللہ اگر اس نصف بالشت کی چھت بھی گرتی تو ہم نیچے آکر ختم ہو گئے ہوتے غرض شکر خدا نہیں ہو سکتا

**رسالہ تقیہ** الحمد للہ کہ رسالہ الشمس جلد ۷ کے ساتھ جن تین عظیم الشان کتابوں کی اشاعت کا ارادہ کیا گیا تھا ان سے پہلی کتاب رسالہ تقیہ کا اردو ترجمہ بفضلہ تعالی الشمس نمبر ۲ و ۳ و ۴ کے ہمراہ ایک ساتھ مکمل چھپکر شایع ہو گیا۔ یہ کتاب حضرت حجۃ الاسلام سید المحققین العظام آیۃ اللہ العلام شمس العلماء مولانا السید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی تصنیف اور تحقیقات علمیہ و دینیہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے جو مدت دراز سے نایاب ہے چونکہ مسئلہ تقیہ پر حضرات اہلسنت کثرت سے اور دن رات اعتراضات کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے شدید ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ شایع کیا جائے۔ اب بفضلہ جناب مولانا سید فرمان علی صاحب مرحوم کی کتاب "اولی" کی اشاعت بھی شروع ہو گئی ہے۔ ناظرین اصلاح سے جو حضرات الشمس جلد ۷ کے خریدار نہیں ہیں وہ جلد عالیجناب منیجر صاحب دائرہ تحقیق کجھوا کو لکھکر یہ رسالہ اپنے نام جاری کرالیں تاکہ یہ قیمتی جواہر انکے پاس پہونچ جائیں۔

**مناظرہ مامون** جن حضرات نے یہ دلچسپ رسالہ ابتک نہیں منگایا وہ کچھ دنوں کے بعد بہت پچھتائینگے صرف دو جدید خریدار اصلاح عنایت فرمائیں کہ فوراً یہ نعمت آپ تک پہونچ جائے۔

**سوانح عمری خلیفہ اول** کا سامان شروع کر دیا گیا ہے اور انشاء اللہ محرم ۵۴ھ سے اسکے ۶ صفحے اصلاح کے ساتھ حاضر ہونے لگینگے مگر اسکے لئے طبقات ابن سعد کی شدید ضرورت ہے جو افسوس ابتک دفتر اصلاح میں نہیں آسکی۔ اگر کوئی صاحب ایکسال کیلئے عاریۃً بھی عنایت فرمائیں تو ضرورت رفع ہو جائے۔

**چندہ ۵۳ھ** جن حضرات کا چندہ اصلاح سال رواں ۵۳ھ کا ابتک نہیں آیا وہ جلد بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما کر شکر گزار کریں۔ وی پی کا انتظار نہ کریں۔

# پیغام شہید

شہادت جس کے متعلق مدینہ کی یہ دعوت حق کی یہ خداداد اور خدا ساز کامیابی کی دلیل ہے کہ اُس نے ہندوستان کے مایۂ ناز شعراء کی زبانوں کو بھی اعلان و اظہار کے لئے منتخب کر دیا ہے حضرت جوش ملیح آبادی نے ماتم و سوگواری کی رواجی اور مصنوعی رسموں کی مخالفت میں اپنی الہامی صدا بلند کی اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا سیماب اکبر آبادی نے بھی براہ راست اور زیادہ موثر طریقہ تعلیم و تبلیغ اختیار کیا ہے۔ حضرت سیماب نے ذیل کی نظم آگرہ کی سیماب لٹریری سوسائٹی میں پڑھی تھی اور یہ اُن کا کرم خاص ہے کہ اس کی اشاعت کے لئے اُنھوں نے مدینہ کا انتخاب فرمایا۔ ہم اس پاکیزہ اور بلند پایہ اور لطیف نظم کو دلی شکریہ کے ساتھ مدینہ میں درج کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ - مدیر

اے عزادارانِ ہند اے دردمندانِ شہید — اے وفا کیشانِ محفلِ غمگسارانِ شہید
ہاں تمہاری سرخ آنکھوں سے سمندر ہے رواں — ہاں تمہارے جسم پر ہیں سینہ کوبی کے نشاں
ہاں تمہارے دل ہماری یاد سے صد پارہ ہیں — خونچکاں آنکھیں دلِ صد پارہ کا گہوارہ ہیں
ہاں خیالوں میں تمہارے راسخ الایمان ہیں ہم — ہاں عقیدت میں تمہاری افضل الانسان ہیں ہم
لیکن اس ماتم گساری سے ہمیں کیا فائدہ — اس تمہاری آہ و زاری سے ہمیں کیا فائدہ
رسمِ عالم ہے کہ جب دنیا میں مرتا ہے کوئی — سینہ زن ہوتے ہیں اُسکی موت پر کچھ آدمی
کیا یونہی ہم پر بھی سمجھے نوحہ خواں ہوتے ہو تم — جب سمجھتے ہو ہمیں زندہ تو کیوں روتے ہو تم
کیوں نظر قرآن کے اعلان پر جاتی نہیں — واقعہ یہ ہے شہیدوں کو تو موت آتی نہیں
ابتدائے مظلومی و بیچارگی و بے کسی — اس پہ کیا رونا شہیدوں کو گوارا ہے یہی
خاک و خوں سے کھیلتے ہیں جنگ کے میدان میں — زندگی کو ڈھونڈتے ہیں موت کے طوفان میں

حق و باطل میں ہوتا ہے خیالِ امتیاز
گھاٹ پر تلوار کے پڑھتے ہیں دو رکعت نماز

سجدہ کیسا رشتۂ آدابِ دنیا کاٹ کر
سجدہ گہ میں پھینک دیتے ہیں سر اپنا کاٹ کر

ہم سے احسانِ حیات و موت اٹھتا ہی نہیں
بارِ احساں کیا اٹھائیں دوش پر سر ہی نہیں

بھوک سے اور پیاس سے ہمکو غرض ہوتی نہیں
زندگی اپنی مصیبت یا مرض ہوتی نہیں

بندشِ آب و غذا سے ہم نہیں ہوتے اداس
جرعۂ کوثر سے بجھتی ہے ہمارے دل کی پیاس

اہلِ دنیا جن لذائذ سے یہاں سرشار ہیں
فطرتاً ہم ان سے بے پروا ہیں یا بیزار ہیں

اپنی نظروں میں جہاں فی نفسہٖ ناچیز ہے
یہ حقیقت ہے تو پھر مظلومیت کیا چیز ہے

عاملِ باطل ہو تم تردید باطل چھوڑ کر
کارِ آساں لے لیا ہے کارِ مشکل چھوڑ کر

موت پر گریہ شہادت پر بھی گریہ مرحبا
پھر سمجھتے ہو اسی کو حاصلِ ذوقِ عزا

گود کے بچے بھی رو لیتے ہیں اکثر چھوٹ کر
عورتیں بھی نوحہ کر لیتی ہیں سینہ کوٹ کر

مرد میں ذہنیت مردانہ ہونی چاہیئے
ہر نفس میں جرأت مردانہ ہونی چاہیئے

جب جفاؤں کی گھٹائیں ہم پہ تھیں چھائی ہوئی
کیا ہماری آنکھ سے قطرہ بھی ٹپکا تھا کوئی

آئیں فرزندوں کی جب لاشیں ہمارے سامنے
مسکرا کر ہم نے کیا کیا شکر کے سجدے کیئے

جب ہمیں نرغے میں لیکر تیر برسائے گئے
دوست کا تحفہ سمجھ کر ہم انہیں کھائے گئے

مشربِ صبر و رضا کی پاسداری ہم نے کی
دہر میں رسم و رہِ تسلیم جاری ہم نے کی

یوں جواب صاف ملت کے منافق کو دیا
سر دیا لیکن نہ اپنا ہاتھ فاسق کو دیا

ہے کوئی جس نے یہ درسِ حریت ہم سے لیا
ہے کوئی جس نے یہ ذوقِ معرفت ہم سے لیا

ہے کوئی جس نے ریا و کبر کی تردید کی
ہے کوئی جس نے ہماری کی حقیقی پیروی

ہے کوئی اتنا غیور و باحمیت ہے کوئی
جیتے جی واپس خدا کو جس نے کر دی زندگی

ہے کوئی جس نے ریا و کبر کی تردید کی
ہے کوئی جس نے ہمارے کام کی تجدید کی

ہے کوئی قاتل کو دی ہو جس نے خود بڑھ کر صدا
ہے کوئی جو کٹ گیا لیکن نہ سجدے سے اٹھا

یہ نمائش یہ تماشے یہ تنوع کاریاں
یہ شمارِ ناروا یہ ساز یہ تیاریاں
یہ لباس نو میں اپنی شان و عظمت کی نمود
یہ نئے پردوں میں اوہام قدامت کی نمود
یہ رنگیلے پیرہن آنکھیں نشیلی ہونٹھ لال
پان کلّے میں جبیں پر مغربی فیشن کے بال
عورتوں کی بھیڑ مردوں کا ہجوم و اژدہام
یہ محرم کا مہینہ عید کی سی دھوم دھام
عارض گلگوں پہ کاکل کی لٹیں لٹکی ہوئی
پُرہوس دل چال آوارہ۔ نظر بھٹکی ہوئی
یہ فریبِ نفس جھوٹا بانکپن بازار میں
گھر میں فاقے دعوتِ کام و دہن بازار میں
ڈھول اور تاشوں کا یہ ہنگامۂ حشر آفریں
تال سُر کے ساتھ نوحوں کی صدائے نازنیں
یہ زیارت کے بہانے یہ نظارہ بازیاں
قومیت سازی کے پردے میں زمانہ سازیاں
یہ غلط اسراف اسلاف کی رسوائیاں
رہگذاروں میں بے معنی جلوہ فرمائیاں
مدعا اس سے بجز عرضِ ریاکاری نہیں
اور یہ کیا ہے جو تو ہین عزاداری نہیں

سیماب اکبرآبادی (منقول از اخبار مدینہ بجنور۔ یکم مئی سنہ ۱۹۳۴ء)

# پیغام شہید کا جواب

ہاں سُنا بھی اور دیکھا بھی ہے "پیغام شہید"
کچھ نیا پیغام ہے یہ اور نہ ہے امر جدید
نظم سیمابی نہیں غافل کی یہ بکواس ہے
عترتِ اطہار کا مطلق نہ جس کو پاس ہے
امتناعِ گریۂ شبیرؑ پر یہ ردّ و کد
ہے عبث سیماب کا یہ اضطراب جذر و مد
خونِ ناحق کو چھپاؤ لاکھ چھپ سکتا نہیں
اُس شہید ظلم پر اب اشک رُک سکتا نہیں
ہم اگر روتے نہیں مجلس کرتے گر مدام
مٹ گیا ہوتا حسینِ پاک کا دنیا سے نام
قتل کر کے گھر جلا کے تم نے کیا باقی رکھا
نہر کھودی ہل چلایا۔ قبر پر یہ کی جفا
اب شہیدِ کربلا کے ذکر سے جلتے ہو تم
نام زندہ رہ گیا اب ہاتھ کیا ملتے ہو تم
عاملِ باطل نہیں ہم ہی قرآں یہ لکھا
ہنس لو تم تھوڑا مگر گریہ کرو اس سے سوا

عمر بھر روتے رہے یعقوبؑ دلبر کیلئے — سچ بتاؤ سچ یہ تھی بدعت پیمبر کیلئے
حضرت یوسفؑ بھی زندہ اور تھی ملنے کی آس — کثرتِ گریہ سے پر یعقوبؑ رہتے بے حواس
گریۂ یوسفؑ یہ ہو قرآن میں صبرؑ جمیل — گریۂ شبیرؑ پر لیکن ہے اتنی قال و قیل
جب تلک زندہ رہے زین العباؑ روتے رہے — آہ پانی کے عوض اشکوں سے منہ دھوتے رہے
جانتے ہو تھے وہ فرزندِ شہیدِ کربلا — صرف رونا رہ گیا تھا زندگی کا مدعا
حشر تک زین العباؑ کی ہم کرینگے پیروی — وہ تاسی کیا کرے جس کو ہے اُن سے دشمنی
ہاں وہی قومِ یزیدی آج بھی ہے مرد و زن — دیکھ لے جن کے دلوں میں اور مسرت موجزن
عید سے بڑھکر محرم میں وہ کرتے ہیں سنگار — مرد ہیں صد تو عورتیں ہیں یک ہزار
سُرخ اودی ساریاں اور نیلگوں وہ چولیاں — اور ہنس ہنس کر وہ انکی مرد سے اٹکھیلیاں
اک نظر دیکھا جسے اوسکو اشارہ کر دیا — مسکرا کر دل کسی کا پارہ پارہ کر دیا
ہم تو ہیں مصروفِ ماتم محو نظارہ ہیں وہ — دیکھنے والے جبھی کہتے ہیں آوارہ ہیں وہ
قوم کی سیماب نے اپنی یہی دیکھی ادا — جوش میں آ کر ہمیں بھی ہے مخاطب کر دیا
شرم بادت شرم اے سیماب تیرا یہ خیال — رہ کے بزمِ علم میں اور جاہلوں کے سے مقال
تو غزل گوئی میں ہاں اک شہرۂ آفاق ہے — شاعروں کی بزم میں تو فرد ہے اور طاق ہے
یہ کیا ہے منہ آ گئے اہلِ عزا پر بیدریغ — کیا نہیں تو جانتا؟ وہ حیدری رکھتے ہیں تیغ
اب نہ منہ آنا کبھی غافل تھا اب ہوشیار ہو — سُن کے اطہر کی صدا سوتے سے اب بیدار ہو

## پیغام پیغمبرؐ

اے ہوا خواہانِ ظاہر دشمنانِ باطنی — اے جفا کارانِ ملت ناصحانِ ناصبی
ہاں تمہارے لینے دعوے تمہیں محبت ہی مری — ہاں تمہاری جھوٹی باتوں نہیں مودت ہی مری
ہاں زبانوں پر کبھی آتا ہے نام حسنینؑ کا — ہاں کبھی دم بھرتے ہو ظاہر میں تم ثقلین کا

تمکو مطلب ہے نہ اہل البیت اور قرآن سے — تم یزیدی ہو علاقہ ہے کسی شیطان سے
ظاہری دعوائے ایماں سے ہمیں کیا فائدہ — مٹ نہیں سکتا منافق کا نشان و قاعدہ
کلمہ گویوں نے تو میرے گھر کو ویراں کر دیا — اور حوالے آگ کے صد حیف قرآں کر دیا
پڑھتے تھے کلمہ اور کرتے تھے ہم کو شہید — قتل سے سیری نہیں تھی کہتے تھے ھل من مزید
تم بھی ہو ایسے ہی کلمہ گو نہیں ہیں کلام — جب تو ایسی نظم لکھدی ہے عزاداروں کے نام
بغض کا ہی نام رکھا تم نے پیغام شہید — ہے غلط نام۔ لکھو اس کو پیغام یزید
جو لکھا تم نے وہ باطل ہے غلط ہی جان لو — میں جو کہتا ہوں مجھے گر مانتے ہو مان لو
کربلا والوں پہ میں خود رو رہا ہوں آجتک — گنبد خضرا میں بیکل ہو رہا ہوں آجتک
میری بی بی ام سلمہ رض کی روایت ہے صحیح — پیروی کو میری بدعت کہتے ہو ہے یہ قبیح
ماتم شبیر ع میں میں نے اڑائی خاک بھی — کر دیا اپنا گریباں اُنکے غم میں چاک بھی
روئے ہیں جبرئیل بھی دیکھکر شہادت کی خبر — اے عزاداری کے دشمن دیکھو تاریخ و سیر
کھول دو آنکھوں سے پٹی اپنی عصبیت کی تم — دیکھ لو سچی حدیثیں لو خبر سیرت کی تم
جب ہوئے عم معظم حضرت حمزہ شہید — جو تھے ایمان مجسم اور شجاعت میں وحید
بیکسی اُنکی سنی تو درد دل ہونے لگا — اُنکی میت پر نہ تھا ماتم تو میں رونے لگا
میرے مخلص میری حسرت دیکھکر مضطر ہوئے — اور وہ آخر روانہ اپنے اپنے گھر ہوئے
لاش حمزہ پر روانہ کر دیئے اپنے حرم — تھا بپا ماتم شہید باوفا پر با الم
رونے والی بی بیوں کے حق میں کی میں نے دعا — واقعہ ہے یہ نہیں گنجائش چون و چرا
الحذر اے دشمن شبیر ع و شبر ع الحذر — ان شہیدوں پر جو روتے ہیں ہجو انکی نہ کر
ورنہ تیرا حشر ہو گا شمر ذی الجوشن کے ساتھ — اس جگہ ہنستا ہے تو واں روئیگا شیطوں کے ساتھ
دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو آیا ہے نظر — اپنی آنکھوں کا نہیں شہتیر سوجھا ہے مگر

جوش ہے میری حسد میں اور پیچ و تاب ہے — بغض سے وہ بیقراری جسطرح سیماب ہے
جسکو صدیقہ کہا کرتے ہو با صد احترام — کیوں نہیں اخبار میں لکھتے ہو انکا یہ پیام
میری محمل کیوں نکالی ہو گئے مجنون تم — یہ تو ہی بدعت کھلی ہو گئے نہ کیوں مطعون تم
آہ اے اسلام تجھ میں ہو گئی عبرت کی بات — عار کی یہ بات ہے اور ہے بڑی غیرت کی بات
دف و چنگ و نے کی لے کیساتھ میری منقبت — منقبت کی آڑ میں کرتے ہو میری منقصت
عرس کے میلوں کے ریلے اور پریوں کا ہجوم — وہ دھنیں باجوں کی رقص پیر کی ہر سو وہ دھوم
وہ نمائش وہ تماشے اور وہ رنگینیاں — نازک اندامونکا جھرمٹ اور وہ خوش فعلیاں
عرس کے میلوں میں وہ وعدوں کے ایفا کی گھڑی — ہے کسی پر وجد آیا ہیں کہیں آنکھیں لڑی
ہے زیارت کا بہانہ اور قُل کی اوٹ ہے — زخم دل پر ہے کہیں بھایا یہ کہیں پر چوٹ ہے
اللہ اللہ حرکتیں ایسی کہ کانپ اُٹھے زمیں — توبہ توبہ بدعتیں ایسی کہ ہو توہین دیں
ایسے افعال شنیعہ پر نہیں تمکو ہی شرم — یہ عزاداری کو تم کرتے ہو ہر دم متہم
جو مناتی ہے محرم میں رنگیلے پن سے عید — وہ نہیں ہے قوم میری بلکہ ہے قوم یزید
شادیاں کرتی ہے وہ ماہِ عزا میں حیف ہے — اُسکے ہونٹوں پر مسرت اور رخ پر کیف ہے
زیوروں سے ہوتے ہیں آراستہ اُسکے حرم — الغرض کیا کیا کہوں ہوتے ہیں کیا جور و ستم
اُسکے دل میں ہے عزا کے دن کی کچھ وقعت نہیں — کر سکی میرے جنازے کی بھی کچھ حرمت نہیں
اُسپہ طرفہ بے حیائی واہ اے اسلام واہ — سوگواروں کو ہنسو کیسا ہے یہ الزام واہ
مدعی اس سے بتاؤ کیا دل آزاری نہیں — یہ شقاوت ہے تمہاری کیا سدا جاری نہیں
دوستوں کی تم مرے کرتے شکایت ہو مدام — میں بہت بیزار ہوں تم سے سنو میرا پیام

اے حفاظت کہہ دے اس پیغام سے جو جل مرے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

حفاظت بھیکپوری

الحمد للہ کہ

رسالہ

# سرِّ مکتوم

فی

# عقد حضرت اُمِّ کلثوم

از

جناب مجاہد نصاب منشی غلام علی خاں صاحب اور سیر نیشپنر دام عزہ
ساکن آنڈلو ضلع لدھیانہ (پنجاب)

در مطبع اصلاح کجھوا (بہار)
طبع گردید

## فہرست مضامین رسالہ سرِّ مکتوم

# سرِّ مکتوم
## فی
# عقد حضرت امِّ کلثوم

حامداً و مصلیاً

نوکِ زباں نے تیری سینوں کو چھید ڈالا
ترکش میں ہے یہ پیکاں - یا ہے زبان دہاں میں

گزشتہ موسم برسات میں ہم ہردوئی گئے وہاں حبیب محترم نواب مرزا جعفر علی خاں صاحب اثر ڈپٹی کلکٹر کے کتب خانہ سے دو کتابیں یعنی "سیر المصنفین" مرتبہ جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی - اے - ایل - ایل - بی اور "سیرۃ النبیؐ" از مولوی شبلی صاحب نعمانی دیکھنے میں آئیں - جو باتیں مذہب حق امامیہ اثنا عشریہ کے متعلق لکھی گئی ہیں وہ بالکل بیجا تعصب اور کذب صریح پر مبنی ہیں اور اہل علم و تحقیق کی شان سے ارفع و اجل ہے کہ ایسے بے سروپا اور غلط واقعات کو اپنے زور قلم سے خار کو گلزار اور گلزار کو خار کر دکھائے ع گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

راقم نے ان دونوں کتابوں کے "اقتباس" لکھ لئے ہیں انشاءاللہ اکی حقیقت ظاہر کیجائیگی - (۱) آج ہم "سیر المصنفین" سے واقعہ "عقد حضرت ام کلثوم" کا اقتباس نقل کرکے اس کو تنقید اور تصحیح کے معیار پر رکھتے ہیں - ہم کو راستی اور صداقت منظور ہے - مناظرہ و مجادلہ منظور نہیں ہے ؎

"راست میگویم و یزداں نہ پسندد جز راست
حرف ناراست سرودن روش اہرمن است"

"مولف سیر المصنفین" نے شمس العلماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے :-

"ایک روز آپ نے فرمایا کہ کیمبرج یونیورسٹی میں ایک ایرانی سے ملاقات ہوئی جو پڑھا لکھا اور عالم شخص تھا۔ میں نے پوچھا تم حضرت عمرؓ سے کیوں عداوت رکھتے ہو؟ ایرانی عالم نے جواب دیا کہ ہم حضرت علیؑ کی پیروی کرتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ میں کوئی عداوت نہ تھی اگر ایسا ہوتا جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو وہ اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے کبھی نہ کرتے۔ اُنھوں نے تعجب سے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ مرحوم نے اپنے کتب خانہ سے فوراً تاریخ یعقوبی مصنفہ ابن واضح کاتب عباسی۔ جو کہ شیعہ مذہب کا عالم ہے لاکر دکھائی۔ یہ کتاب یورپ میں چھپی ہے اور جس کے دیباچہ میں مصنف کے شیعہ ہونے کی تصدیق کی گئی ہے اسکے بعد وہ ایرانی عالم اس کتاب اور واقعہ کو دیکھ کر تائب ہوگیا اور عہد کیا کہ آئندہ کبھی حضرت عمرؓ کو بُرا نہ کہونگا اور تعجب کیا کہ ہم لوگ ان باتوں کو کیوں چھپاتے ہیں۔"

(۲) قیام بلدہ حیدر آباد میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ایک روز ایک بڈھے شیعہ مولوی صاحب تشریف لائے آپ نے یعقوبی کی تاریخ جلد دوم پڑھکر سنانی شروع کی یہی مقام تھا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اسکے بعد شیعہ عالم سے کہا کہ آج کئی روز سے ہم میں اور ہماری بیوی میں بحث ہو رہی ہے وہ میری اس بات کو قبول نہیں کرتیں کہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے ہوا اور اس قدر مہر مقرر ہوا تھا اور اُن سے ایک بیٹا زید پیدا ہوا تھا۔ اسی حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ علمائے شیعہ اس واقعہ کے منکر نہیں ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ خیال نہایت جاہلانہ اور ذلیل ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت تھی کہ وہ فاطمہ کی لڑکی کو علیؑ سے چھین لے اور زبردستی نکاح کرے۔ آخر مولوی صاحب خفیف سے ہو کر رہ گئے۔

مولف "سیر المصنفین" مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی صرف وکیل ہی نہیں بلکہ آپ شاعر بھی معلوم ہوتے ہیں۔ آپکی تحقیق انیق کا کیا کہنا ؎

وکیلان طریق جدل ساختند    لِمَ لانُسَلِّم در انداختند

شمس العلماء بلگرامی مرحوم ہوگئے ہیں ہم نہیں کہ سکتے کہ وہ مدّاح عمر صاحب تھے۔ کیونکہ انکے تحریری بیانات نہیں ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "تنہا صاحب" نے سید صاحب مرحوم کے کندھے پر بندوق رکھ کر فیر کیا ہے۔ ہمارے ہاں مثل مشہور ہے "سید سنّی نہیں کاٹھ کی گنّی (ہانڈی) نہیں"۔ فن وکالت میں زبانی اور قول قابل قبول نہیں ہوتے اگر تحریری ثبوت نہ ہو تو مقدمہ خارج ہوجاتا ہے۔ لہٰذا "تنہا صاحب" بمقتضائے "تنہا پیش قاضی روی وراضی آئی" قابل فخر نہیں اور انکا فخریہ یہ لکھنا "کہ شیعہ والدین کی اولاد تھے اور اسی سے شیعہ بھی سمجھے جاتے تھے"۔ بالکل راستے سے دور ہے۔ کیا "تنہا صاحب" کو معلوم نہیں کہ ریاست عالیہ حیدر آباد دکن میں نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی اور شمس العلماء سید علی بلگرامی دونوں بھائی عہدہ دار تھے لیکن دونوں صاحبان کی طبیعت کی اُفتاد علحدہ علحدہ تھی۔ خصوصاً سید علی صاحب کی طبیعت جوڑ توڑ والی تھی اور اُمور سیاسیہ کی جہت سے کیا کچھ نتایج اُنکے زمانہ ملازمت میں پیدا ہوئے تھے جو اظہر من الشمس ہیں۔ ہم کو مردہ ہڈیوں کا اُکھیڑنا منظور نہیں۔ ایسے اُمور (فرض محال) اگر شمس العلماء مرحوم کی زبان سے سرزد ہوئے وہ تقاضائے سیاست ہے اور اظہار لسانی نہ کہ اقرار جنانی۔ عاقلاں را اشارہ کافی است۔

ہم اس بحث میں زیادہ کدوکاوش مناسب نہیں سمجھتے البتہ جناب "تنہا صاحب" کو مشورہ دیں گے کہ آپ اگر انصاف پسند ہیں تو کتاب "مناظر المصائب" مصنفہ جناب نواب شمس العلماء سید امداد امام صاحب اثر ملاحظہ فرمائیں خصوصاً ضمیمہ نمبر "سید سنّی نہ باشد"، تب جناب والا کو معلوم ہوگا کہ شمس العلماء بلگرامی مرحوم

کیوں ایسے رنگ میں نظر آئے؟

(ب) کیمبرج یونیورسٹی میں ایک ایرانی عالم سے ملاقات اور انکا مجوج و تائب ہو جانا اور قصہ عقد حضرت ام کلثوم کا ثبوت وغیرہ وغیرہ جو جناب وکیل صاحب نے تحریر فرمایا ہے اسکی نسبت سوا اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں "قلم درکف دشمن است" ایرانی عالم اور انکا تائب ہونا "این چہ بوالعجبی است" عالم ہرگز نہ تھے بلکہ کوئی مفروضہ ایرانی تھے جنکے سر یہ تھوپا گیا ہے۔ "ایرانی اور تائب ہونا" کسی طرح سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ حالانکہ ایرانیوں کو شیخین سے عداوت ہے اسکے ثبوت کی ضرورت نہیں مولوی روم اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

سبزوار است ایں جہانِ بے مدار ما چو در وے خوار و زار

وکیل صاحب تنہا نے چونکہ چند حکایات بالا لکھی ہیں۔ ہم بھی بتقاضاے موقع ایک آدھ لطیفہ لکھتے ہیں۔

**لطیفہ** ایک ایرانی اور ایک مرید حضرت عمر و پیر دستگیر بغدادی دونوں دریائی سفر میں ایک کشتی پر سوار تھے۔ اتفاقاً دریا میں تلاطم و طوفان پیدا ہوا اور کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ سواروں کو یقین ہوا کہ اب بچنا محال ہے حالت اضطرار میں سنی صاحب پکارے "یا عمر ابن خطاب ادرکنی یا پیر یا شیخ غوث الاعظم ادرکنی"۔ بیقراری و اضطراب سے ایک تار ادرکنی کے بندھ گئے۔ اب ایرانی صاحب کو ان دونوں ناموں سے اس قدر جوش آیا کہ بے تحاشا بولے "یا علی! ایں کشتی غرق شود و من ہم بجہنم"۔ اللہ اکبر جل جلالہ۔ کس قدر نفرت ہے کہ ایسا غرق ہونا منظور لیکن ان صاحبوں کا نام سننا گوارا نہیں۔

ہمارے مخاطب تنہا صاحب فرماتے ہیں کہ ایرانی عالم تائب ہوئے اور جناب عمر پر ایمان لائے۔ استغفر اللہ۔ ناممکن و محال یہ یاروں کا پروپیگنڈہ ہے!

**لطیفہ** ایک بار عمدۃ الواعظین مولانا حسین کاشفی سبزواری کسی مصلحت دنیوی سے دارالسلطنت ہرات میں تشریف لے گئے۔ اور

عذاب صحبت میر علی شیر میں گرفتار ہوئے۔ اور ملا جامی کی دامادی کے دام میں بھی پابند ہو گئے۔ یہ حالات سُنکر سبزوار کے لوگ واعظ مذکور سے بدگمان ہو گئے جب ایک مدت کے بعد اپنے وطن مالوف میں واپس تشریف لائے۔ یہاں کے لوگ اُن کے امتحان کی ٹوہ میں تھے یہاں تک کہ ایک دن مولانا مذکور جامع سبزوار میں وعظ فرما رہے تھے ایک پیر مرد سبزواری پایۂ منبر میں ایک عصا لئے ہوئے کھڑے تھے اور چاہتے تھے کہ مولانا سے کوئی سوال ایسا کریں جو انکے شک و شبہ کو زائل کرے۔ کیونکہ عام طور پر واعظ صاحب کو سُنی سمجھتے تھے۔ اتفاقاً مولانا کی زبان پر اثناء وعظ میں جاری ہوا کہ جناب رسولخداؐ پر جبرئیل امین بارہ ہزار مرتبہ نازل ہوئے۔ پیر مرد نے جب یہ سُنا تو موقع پاکر مولانا سے پوچھا جناب والا! اب فرمایئے جناب امیر المومنینؑ پر جبرئیل امین کے بار نازل ہوئے یہ سُن کر مولانا متحیر تھے۔ کیونکہ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اہل سبزوار ہم سے بدگمان ہیں کیا کریں اگر گویم مشکل و گر نگویم مشکل اور پیر صافی ضمیر کے عصائے تعزیر کا بھی ڈر تھا۔ جناب مشکل کشا اور صفائی اعتقاد کی امداد سے یہ مشکل حل ہوئی۔ جواب دیا کہ چوبیس ۲۴ ہزار مرتبہ جناب امیرؑ پر نازل ہوئے۔ پیر روشن ضمیر نے کہا نہیں نہیں۔ ہمارے عصا کے خوف سے آپ ایسا کہتے ہیں کوئی دلیل معقول پیش کیجئے۔ فرمایا جناب سرور کائناتؐ نے فرمایا ہے "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" پس اگر مدینہ علم میں بارہ ہزار مرتبہ آئے تو باب العلم پر چوبیس ۲۴ ہزار بار آئے کیونکہ دروازہ پر آمد و رفت دو بار ہوتی ہے! یہ سُنکر اہل سبزوار کو اطمینان ہوا۔

بفرض محال اگر شمس العلماء بلگرامی نے ہی ایسا فرمایا ہے جیسا کہ تنہا صاحب لکھ رہے ہیں تو ہمارے خیال بلکہ یقین میں انکا حال بالکل مولانا کاشفی سے

طابق النعل بالنعل ہے۔ وہاں حاکم ہرات سے وہ مرعوب تھے تو یہاں یہ حیدر آباد کے حاکم سے۔ ہاں اگر اپنے وطن مالوف بلگرام وغیرہ میں ایسا فرماتے تو قابل اعتنا ہوتا۔ برادری کا معاملہ بہت بیڈھب ہوتا ہے۔ تملق دنیوی۔ حُبّ جاہ وغیرہ سے وہی خاص نفوس بری رہ سکتے ہیں جو سیرت خاندان نبوت پر سالک ہیں شمس العلماء مرحوم نہ عالم دین تھے نہ مجتہد مذہب شیعہ۔ پھر ان کے اقوال کو مذہب شیعہ کے خلاف پیش کرکے ہم کو مرعوب بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہ ناممکن ہے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی تحریر کا تار تار الگ کردیں گے۔

(ج) وکیل صاحب تنہا نے میاں بیوی کی بحث متعلق بہ عقد حضرت ام کلثوم بھی تحریر فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ جناب سیدانی صاحبہ سے شمس العلماء کنائی کاٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیوں نہ ہو آخر جناب سیدۃ النساء العالمین کی اولاد میں ہے۔ انکو بخوبی معلوم ہے کہ ان حضرت عمر نے انکی دادی کو صدمہ پہنچایا اور سامان احراق خانۂ سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کیا۔ اور انکے جد امجد جناب رسولخداؐ کو حالت مرض میں "ان الرجل لیھجر" (قد غلب علیہ الوجع حسبنا کتاب اللہ) کہکر "قوموا عنی" کا خطاب پر عتاب پایا۔ اور رسول اللہؐ کے جنازہ۔ تجہیز و تکفین کو چھوڑکر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوکر خاندان نبوت کے استیصال کی بنیاد قائم کی۔ اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا وہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے۔

پھر سیدانی صاحبہ کیونکر مان لیں کہ دختر فاطمہ زہرا کا نکاح ایسے دشمن خاندان نبوت سے ہوا؟

ہمارے مکرم وکیل صاحب تنہا نے قیام بلدہ حیدر آباد میں شمس العلماء بلگرامی

کی زبانی تاریخ یعقوبی دکھلا کر ایک شیعہ بڑے مولوی صاحب کو رام کیا۔ اسمیں ایک سُنی نے کہا کہ شیعہ علماء اس واقعہ کے منکر نہیں ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ نکاح بجبر و اکراہ ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ خیال جاہلانہ اور ذلیل ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت تھی کہ وہ فاطمہؑ کی لڑکی کو علیؑ سے چھین لے اور زبردستی نکاح کرے"۔ ہم اسکے متعلق ایک تمہید جدید لکھتے ہیں بعد ازاں اعتراض بالا کے متعلق عرض کیا جائیگا۔

**تعریف شجاعت** اسمیں شک نہیں کہ جملہ فضائل اخلاق منحصر ہیں حکمت۔ عفت۔ عدالت شجاعت میں بتقاضائے مقام پہلے صفت چہارم یعنی شجاعۃ کی تعریف حقیقی لکھتے ہیں۔ باقی صفات۔ سے ہمارا مطلب اس وقت متعلق نہیں ہے۔ تعریف شجاعۃ یہ ہے کہ قوت غضبی قوت عاقلہ کی اس طرح مطیع ہو کہ اسکے رائے کے مطابق امورِ عظیم پر اقدام کرے اور خوف و خطر کے موقعوں پر اسمیں اضطراب پیدا نہ ہوتا کہ اس کا فعل امور اہوال و اخطار میں ممدوح اور بحکم عقل پایا جائے اور بعض اوقات ایسے امور کے اقدام سے صبر کرنا محمود سمجھا جائے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شجاعۃ صبر ہے اور صبر عین شجاعۃ۔ اگرچہ علماء نے صبر کو انواع عفت میں شمار کیا ہے اور یہی صبر خاصۂ نبوت و امامت ہے اور اس لئے بعض اوقات انبیاء و ائمہ خاصان خدا کا مخالفین و معاندین کے مقابلہ میں صابر رہنا اور انکی اذیتیں بلکہ بظاہر ذلتیں برداشت کرنا عین شجاعۃ ہے جو صفت ممدوح ہے اور وہ بحکم عقل و وحی الٰہی وہی کرتے ہیں جو مناسب حال و مناسب وقت و مقتضائے حکمت و قرین مصلحت ہوتا ہے اور ان پر اعتراض کرنا ناواقفیت و جہالت کا نتیجہ ہے ۵

بسر قصۂ سیمرغ و غصۂ ہدہد کسے برسد کہ شناسائی منطق الطیر است

ہماری اس تمہید نے شمس العلماء بلگرامی و کیل صاحب کی سطحی اور قشری اعتراض

کو ہباءً منثورا کردیا۔ وہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طاقت کو طاقت حیوانی طاقت غضبی کا مرادف سمجھتے ہیں۔ جناب والا آپ نے سرّ اللہ۔ نفس اللہ۔ نفس الرسول کو سمجھا ہی نہیں۔ مولوی ردم سے پوچھو جو فرماتے ہیں ؎

او خیو انداخت بر روئے علیؑ — افتخار ہر نبی و ہر ولی
تو بتاریکی علیؑ را دیدۂ — زایں سبب غیرے برد بگزیدۂ

مانا کہ ہمارے مخاطب گریجویٹ ہیں وکیل ہیں۔ لیکن سطحی وقشری معلومات کی وجہ سے ہر جگہ پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اگر جناب والا کی نظر تفسیر قرآنی۔ صحاح۔ سنن۔ مسانید۔ مجامیع۔ علل الشرائع پر ہوتی تو پھر ایسا جاہلانہ اعتراض امیر المومنینؑ پر ہرگز نہ کرتے۔ جائے انصاف یہ ہے کہ ہمارے شمس العلماء بلگرامی یا ہمارے مخاطب وکیل صاحب کا اعتراض کرنا بمقتضائے تعلیم مادی فلسفہ مغربی ہے جس کو روحانیت سے کچھ لگاؤ نہیں آپ حضرات کا ماحول نفس نباتی اور نفس حیوانی کے تصرفات تک ہے اور نفس انسانی اور روح انسانی کے مدارج اس ماحول سے بالاتر ہیں نفس ناطقہ قدسیہ جس کا خاصہ نزاہت وحکمت ہے اور نفس کلمہ الہیہ جو اعلےٰ درجہ پر فائز ہے وہ دارائے قوائے خمسہ (بقاء فی فناء ونعیم فی شقاء وعزّ فی ذلّ وفقر فی غناء وصبر فی بلاء) اور اسکے دو خاصہ ہیں۔ یعنی الحلم والکرم

پس جو بزرگوار نفس کلمہ الہیہ کی حیثیت رکھتا ہو اور خلافۃ الہیہ کی خلعت فاخرہ سے مخلع ہو جسکی خاص علامت صبر وتحمل ہو (اور صبر فرع علم ہے) وہ خلیفۃ اللہ صابر مجسم حلیم مجسم ہوتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر خلیفۃ اللہ مجسمۂ صبر وحلم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خلفاء اللہ کے صبر وسکوت وتحمل کے بہت سے وجوہ حکمیہ ہیں۔ انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبی وامام معلم ومربی نوع بشر مثل والد شفیق ہے۔ مربی کا یہ کام نہیں ہے کہ جہاں کسی فرد رعیت نے سرکشی کی یا مخالفت کی اسکو فوراً ہلاک کردیا۔ مار ڈالا۔ اگر ایسا کرے تو وہ تربیت وپرورش کس کو کرے گا۔ تعلیم کس کو دیگا۔ تبلیغ احکام کس کو کریگا

اگر وہ ایسا ہے تو وہ مربی نہیں ہے بلکہ ایک دشمن سفاک و جبار ہے پس فعل
امام محض دشمنوں سے فوری انتقام لینا ہی نہیں ہے۔ بلکہ بلطائف الحیل و تدابیر مختلفہ
و حکمتہائے متفاوتہ لوگوں کو ہدایت کرنا۔ انکی تعلیم و تربیت اور اللہ کی طرف دعوت
دینا ہے اُدعُ اِلیٰ سَبِیلِ رَبِّکَ بِالحِکمَۃِ وَالمَوعِظَۃِ الحَسَنَۃِ الخ۔ چنانچہ انبیاء
اللہ ایسا ہی کرتے رہے ہیں اور انکو اس وجہ سے طرح طرح کی مصیبتیں اور اذیتیں
برداشت کرنا پڑتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات انکو اپنا گھر بار اس راہ میں
لٹا دینا ہی ضروری و لازمی ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے
بھی ایسا ہی کیا۔ حکمت و دانائی سے لوگوں کو سمجھایا۔ اچھی نصیحتیں کیں اور
دلائل و براہین کے ساتھ مخالفین سے محاجہ کیا فسبیلہ سبیل الانبیاء
و طریقہ طریق الاولیاء (خلافت الہیہ) اگر ایسے موقعوں پر ذوالفقار سے
کام لیتے تو نومسلم پھر رجعت قہقری کر کے شرک و کفر کی طرف عود کر جاتے اور جس
گلشن اسلام کو رسالت مآب و امیرالمومنین نے ملکر سرسبز کیا تھا وہ برباد ہو جاتا
لیکن جناب علی ابن ابی طالب بتحت جناب رسول اکرم مامور بصبر تھے اور اسوۂ حسنہ
نبویہ پر چلتے تھے حضرت رسول خدا ؐ بھی بالاتفاق فریقین بڑے شجاع و بہادر
بے مثل تھے مگر اپنے صحابہ اور صحابیات پر کفار مکہ کے شدید ترین مظالم دیکھتے
تھے لیکن حضرت کی غیرت و حمیت ان ظلموں کو گوارا کر لیتے تھے (دیکھو حالات
مقدس صحابی عمار یاسر انکے والدین اور بہن کے) حضرت کا فرمانا اے آل یاسر
صبر کرو کہ تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ ابوجہل کا اپنی کنیز زیرہ کو مار کر اندھا کر دینا
اور حضرت عمر کا اپنی لونڈی مسلمان کو انتہا مارنا کہ تھک جاتے تھے اور
دم لیکر پھر مارنے تھے۔ مگر جناب رسول خدا ؐ کی غیرت و حمیت ان تمام مصائب کو
گوارا کرتی تھی کیوں؟ صرف اس لئے کہ آنحضرت ؐ کو مکہ معظمہ میں خدا نے
جہاد کا حکم نہ دیا تھا اور آپکو صبر ہی کی تاکید تھی۔ حضرت کا تحمل و صبر تنہائی و

کمزوری کے سبب تھا۔ آپکا خاندان بنی ہاشم بہت زبردست تھا حضرت ابوطالب جناب حمزہ آپکے چچا اور بھائی حضرت علیؑ برابر آپ کے سینہ سپر تھے۔ مگر نہیں آپ خدا کی مرضی کے تابع تھے۔ اسلئے صبر اختیار کیا پھر اگر حضرت علیؑ نے حکم خدا کے مطابق اسوۂ محمدیہ پر رفتار اختیار کی۔ صبر و حلم سے کام کیا تو یہ حضرت کی صفت قابل قدر ہے نہ قابل اعتراض جیسا کہ آپ فرماتے ہیں "ہے کوئی ایسی طاقت" الخ مختصر یہ کہ جس طرح خدا نے مکہ معظمہ میں حضرت رسولخداؐ کو کفار سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں دی تو حضرت ان ظلموں کو برداشت کرتے رہے جو حضرتؐ کی شجاعۃ کے منافی نہ تھا۔ اسی طرح حضرت رسولخداؐ کے انتقال پر علیؑ امیر المومنین کو بھی خلفاء ثلاثہ سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں تھی تو حضرت بھی ان کل ظلموں پر صبر فرماتے رہے جو حضرتؑ کی شجاعۃ کے منافی نہیں ہو سکتا۔ اگر دریافت کیا جائے کہ حضرت علیؑ امیر المومنین کو اس وقت خدا و رسول کا حکم کیا تھا تو جناب علامہ اہلسنت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کی عبارت دیکھ لی جائے جس میں انھوں نے لکھا ہے۔ "بعد ازاں فرمود۔ برادر من علے را بیارید علیؑ بیامد و بر بالین آنحضرتؐ بنشست و سر مبارکش را برزانوئے خودش نہاد۔ پس آں سرور فرمود۔ اے علیؑ فلاں یہودی پیش من چندیں مبلغ دارد کہ از وے برائے تجہیز لشکر اسامہ بقرض گرفتہ بودم۔ زنہار کہ حق او را از ذمۂ من ادا کنی و فرمود۔ اے علی تو اول کسے خواہی بود کہ در لب حوض کوثر بمن رسے اور بعد از من مکروہات بتو خواہد رسید۔ باید کہ دلتنگ نہ شوی و صبر کنی و چوں بینی کہ مردم دنیا اختیار کنند۔ باید کہ تو آخرت را اختیار کنی" (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۱) یہی مضمون علامہ جمال الدین محدث نے بھی لکھا ہے دیکھو روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۵۵۹۔ ہمارے مندرجہ بالا اقتباس میں جن فقروں پر خط کشیدہ ہے انکو بنظر انصاف و غور پڑھو۔

کیا حضرت رسولخدا کی ایسی تاکیدی وصیت کے بعد (ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحیٌ یوحی) بھی جناب امیرؑ کے لئے کیا یہ جائز ہو سکتا تھا کہ اپنی شجاعت اور بہادری کو کام میں لاتے اور اپنی غیرت وحمیت کا اثر دکھلاتے اور خدا اور رسولؐ کی مخالفت کر کے اپنے تمام خدمات جلیلہ پر پانی پھیر دیتے؟.....
انھیں وجوہ سے حضرت امیر المومنین ایسے شجاع و بہادر نے بھی ان کل ظلموں پر صبر کیا کہ گلے میں رسی ڈلوائی۔ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ زہراؑ پر دروازہ گر کر حمل کا ساقط ہونا دیکھا اور اسکے بعد ام کلثوم دختر ابوبکر جو ربیبہ امیر المومنین تھیں انکے ساتھ خلیفہ ثانی کے جابرانہ افعال کا ملاحظہ کرنا اور انکو برداشت کرنا انکی شجاعت کے منافی نہیں ہو سکتا اسی میں مرضی خدا اور رسول تھی۔ غرض یہ حضرات اپنی غیرت وحمیت صرف اطاعت خدا اور رسول میں سمجھتے تھے۔ اب ہم جناب والا اپنے مخاطب مصنف سیر المصنفین سے پوچھتے ہیں کہ آپکا وہ پر شوکت وجبروت ارشاد (بزبان شمس العلماء بلگرامی بفرض تسلیم) "دنیا میں کوئی ایسی طاقت تھی کہ وہ فاطمہ کی لڑکی کو علی سے چھین لے" الخ کیسا خلاف فطرت سیر وسنت انبیاء وائمہ کرام ہے اگر انکی نظر نکتہ چیں قرآنی قصص کو غور سے دیکھتی اور خاصان خدا کی سنن پر عبور تامہ حاصل ہوتا تو ایسا جاہلانہ اعتراض خلیفۃ اللہ والرسول پر ہرگز نہ کرتے۔ ہم پوچھتے ہیں وہ کون سی طاقت تھی جس نے رسول اللہؐ کو غار ثور میں پناہ لینے پر مجبور کیا۔ وہ کون سی طاقت تھی؟ جس سے رسول اللہ خانہ کعبہ کو بنائے ابراہیمی پہ نہ بنا سکے (صحیح بخاری) وہ کون سی طاقت تھی جس نے رسول اللہ صلعم کو صلح حدیبیہ پر مائل کیا؟ معلوم ہوا کہ مادی تعلیم کا نتیجہ سطحی وقشری ہوتا ہے اور روحانی تعلیم کا اثر بہ مغز ہوتا ہے۔ اُن معصوم مقدس ہستیوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

آجکل کالجوں ۔ یونیورسٹیوں میں جو نصاب تعلیم زیر عمل ہیں وہ بالکل مادی علوم پر حاوی ہیں ۔ الحاد و دہریت کا بیج اسمیں موجود ہے ۔ طلبہ چونکہ سادہ لوح ہوتے ہیں ان پر وہی صورت مادی منقش ہو جاتی ہے اور علوم حکمیہ اسلامیہ سے ناواقفیت پیدا ہوتی ہی ۔ اے ۔ بی ۔ سی کی آواز ماحول سے سنائی دیتی ہے ۔ اس لئے ایسے حضرات تعلیم یافتہ اسلام و ائمہ اسلام پر اعتراضات لایعنی کرنے لگتے ہیں ۔ دراصل یہ علوم واقعیہ نہیں ہیں بلکہ فنون و صنائع و حرف ہیں ۔ علم ایک نور ہے جس سے معارف و حقائق حاصل ہوتے ہیں العلم نور یقذفہ اللہ فی قلب من یشاء اور وہ دو طرح کا ہے ۔ علم ذاتی اور علم بالذات ایک وہ جہاں علم عین ذات ہے اور زائد بر ذات نہیں ۔ علم عین ذات ہے اور ذات عین علم اور اسی کو علم بالذات کہتے ہیں اور یہ مخصوص ہے ذات واجب الوجود خداوند عالم سے کہ اسکی تمام صفات عین ذات ہیں نہ زائد بر ذات ۔

**علم حقیقی کی تعریف** علم و ذات دو چیزیں نہیں ہیں اور ایک علم ذاتی وہ ہے جہاں علم و ذات دو چیزیں ہیں اور علم ذات شے سے علحدہ اور زائد بر ذات ہے ۔ اور گویا وہاں علاوہ علم اور شے بھی ہے ۔ صرف علم ہی علم نہیں ہے ۔ اور ایسا علم جو کہ عین ذات نہیں ہے بلکہ خارج از ذات و زائد بر ذات ہے محتاج معلی و معلم ہے ۔ واجب الوجود علیم مطلق ہے ۔ یہ علم ذاتی انبیاء اوصیاء ائمہ علیہم السلام کا ہے ۔ اگرچہ زائد بر ذات ہے ۔ لیکن خدا نے ذات کے ساتھ عطا کیا ہے ۔ واضح ہو کہ نبی میں دو جنبے ہوتے ہیں ایک جنبہ جسمانی دوسرا جنبہ روحانی "ونفخت فیہ من روحی" بلحاظ اس روح کے وہ عالم ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ یہ روح روح نورانی علمی ہے اور تمام انسان ایسے نہیں ہوتے اور سب میں یہ روح علمی نہیں ہے ۔ لہذا انکا علم غیر ذاتی ہے ۔ پس انکو چاہئے کہ وہ اُنسے تعلیم پائیں جن کا علم ذاتی ہے اور صاحب روح نورانی علمی ہیں اور یہی مطلب ہے

فَوقَ کُلِّ ذِی عِلمٍ عَلِیم" کا۔ ذی علم وہ عالم ہے جس نے علم پیغمبر سے حاصل کیا اور علیم پیغمبر ہے کہ جس کا علم ذاتی ہوتا ہے اور شکم مادر سے علم لیکر پیدا ہوتا ہے اور علیم کہلاتا ہے۔ پس علم ہر عالم کا منتہی ہوتا ہے علیم یعنی پیغمبرؐ کی طرف اور علم پیغمبر منتہی ہوتا ہے علیم مطلق خداوند عالم کی طرف اور وہ علیم فوق علیم ہے۔ اور علم وہ ہے جو علیم سے حاصل ہوا ہو۔ دوسرا علم علم نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اسی وجہ سے خدا نے اول علیم یعنی نبی کو پیدا کیا تاکہ معلم پہلے سے موجود ہو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وجود علیم ہر زمانہ میں ضروری ہے۔ اس وقت بھی چاہئے کہ ایک علیم اور ایک شخص جس کا علم ذاتی ہے موجود ہو (عجل اللہ فرجہ) ؎ حَبَّذَا التَّحصِیلُ عِلمِ المعرفه ++ مِنْ لِسَانِ الشَّرعِ لَا بِالفَلسَفَه + لَیتَ شِعرِی مَا عُلُومُ الفَلسَفَه + کَم اَرٰی الاَعمَارَ فِیهَا مُتلَفَه۔ وکیل صاحب! اگر معارف و حقایق کی آپکو ضرورت ہے تو باب العلم مدینہ علم کی طرف رجوع فرمائیے۔ جناب خلیفہ ثانی کو جب مشکلات علمی درپیش ہوتی تو اسی کے چوکھٹ پر حاضر ہوا کرتے۔ جب مشکل کشا انکی عقدہ کشائی فرما دیتے تو آپ فرماتے تھے "لَولَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَر"۔ غرض ظہور و بروز علم دروازہ ہی سے ہوگا۔ کیا خوب غالبؔ مرحوم کا کلام ہے ؎

شرط است کہ بہر ضبط آداب و رسوم ۔ خیزد لعبد نبیؐ امام معصوم
زاجماع چہ گوئی بعلیؑ باز گرائی ۔ مہ جانشین مہر باشد نہ نجوم

وکیل صاحب کو جناب شمس العلماء مرحوم کے مذہبی خیال (اگر اس کا کچھ وجود ہے) سے دھوکا ہو گیا ہے۔ بڑے بڑے کاملین بلگرام سے پیدا ہوئے جیسے علامہ عبدالجلیل جو فرماتے ہیں ؎

شد کسے گفت عائشہ در فضل ۔ بہتر از بنت سید البشر است
واسطے درجواب او گفتم ۔ رشتہ دیگر رگ جگر دگر است

جناب ام المومنین عائشہ اور حضرت سیدۃ نساء العالمین کا تقابل و توازن ظاہر

کیا ہے کہ ایک طرف زوجہ ہے دوسری طرف بیٹی ہے - اتصال کے دو اقسام ہیں - ایک اتصال نسبی اور ایک اتصال سببی - اتصال نسبی میں ماں - بہن - بیٹی پوتی ہیں اور اتصال سببی میں زوجہ خوشدامن - بہو - اتصال سببی میں انفصال ہو جاتا ہے - اگر زوجہ کو طلاق دیدیا جائے تو اس کا سلسلہ اتصال منقطع ہو جاتا ہے - برخلاف اسکے اتصال نسبی میں بیٹی کا سلسلہ اتصال منقطع نہیں ہو سکتا - لہذا سلسلہ اتصال نسبی اشرف ہے سلسلہ اتصال سببی سے - یہی وجہ ہے کہ کلام الہی میں مباہلہ نصاری نجران کے موقع پر "نسائنا ونسائکم" سے مراد جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا ہی ہیں جو کہ خمسۂ نجباء میں شامل ہیں اور آنحضرت اپنے ہمراہ ازواج میں سے کسی کو اس مباہلہ میں نہیں لائے -

علاوہ ازیں جناب رسول اللہ رسالت پر اور امیر المومنین امامت پر فائز ہوئے چونکہ جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا اپنی نوع میں فرد کامل تھیں اور قاعدہ ہے کہ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں - خدائے لایزال ان پر ترحم فرماتا ہے - اس لئے جناب رسول اللہ کی دعا میں جناب سیدہ کے سبب اثر پیدا ہوا - اگرچہ جناب امیر المومنین نے تیغ سے تائید اسلام کی ہے - لیکن جناب سیدہ نے بھی تیغ زبان سے تائید فرمائی ہے -

علاوہ اسکے اسمیں اشارہ ہے حدیث نبوی فاطمۃ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی الخ کی طرف جو کہ صحیح بخاری میں مروی ہے اور یہ بھی صحیح بخاری میں موجود ہے کہ معاملہ فدک میں خلیفہ ابوبکر صاحب نے اس معظمہ صدیقہ طاہرہ کو ناراض کیا "فلم تتکلم حتی ماتت" خلیفہ صاحب سے کلام نہیں کیا - یہاں تک کہ انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ میرے جنازہ پر یہ حاضر نہ ہوں - چنانچہ آپ کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے جیسا کہ رسول اللہ کے جنازہ میں بھی شرکت نہ کی تھی -

اسی بلگرام کے میر غلام علی آزاد بھی ہیں جو کہتے ہیں -

دوشینہ بخواب حشر دیدم برپا — دربانِ ارم ستادہ در دست عصا
رفتم کہ اجازت طلبم گفت اگر — گفتم کہ غلام علی گفت بیا

دیکھئے آزاد کو داخلہ بہشت اسلئے نصیب ہوا کہ آپ نے دربان ارم سے عرض کیا کہ مجھے اندر جانے کی اجازت عطا فرمایئے تو جب آپ نے کہا کہ میں غلام علی ہوں تب اجازت ملی کہ ہاں تشریف لیجایئے اور دار خلد میں قیام فرمایئے تا وقتیکہ ولائے اہلبیت کسی کو حاصل نہ ہو اور اس دروازے پر جبہ سائی نہ ہو ہرگز ناجی نہ ہوگا چنانچہ سرور کائنات صلعم نے ارشاد فرمایا ہے مثل اھلبیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا ھلک۔ میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی مثل ہے جو اس پر سوار رہا نجات پائی اور جس نے اس سے تخلف کیا غرق و ہلاک ہوا۔ اب وہ کلام یاد کیجئے جو شمس العلماء بلگرامی کی زبانی لکھا ہے "فضائل اہلبیت مہمل و فضول ہیں۔ رسولخدا اصلاح روحانی و اخلاقی کے لئے مبعوث ہوا تھا نہ کہ اپنے اہلبیت کے محامد بیان کرنے کیلئے۔ ایک معمولی تمیز دار شریف آدمی بھی اپنے اہلبیت کے محامد اس طرح بیان کرنے کو خلاف آداب سمجھتا ہے" جناب سید المرسلین خاتم النبیین صلعم سے زیادہ تمیز دار اور شریف آدمی کون ہو سکتا ہے۔ اگر شمس العلماء بلگرامی (حسب مزعوم مخاطب) یا جناب وکیل صاحب جناب رسولخدا صلعم کے ارشاد مبارک حدیث سفینہ مذکورہ بالا کو اپنی تمیز و شرافت کے تقاضہ سے مہمل و فضول سمجھتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گزشتی — گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

نوٹ:۔ حدیث شریف سفینہ کو بکثرت علمائے اہلسنت نے اپنی کتب حدیث میں تحریر فرمایا ہے۔ ہم نے کتاب مستطاب عبقات الانوار جلد حدیث ثقلین جلد ۲ میں انکے نام مع سنہ ہجری شمار کئے تھے تو (۹۱) تعداد ہوئی۔

اسی بلگرام کے علامہ سید محمد مرتضیٰ بلگرامی ہیں ان کا پورا نام ابوالفیض محب الدین محمد مرتضیٰ الواسطی الزبیدی الحنفی نزیل مصر ہے۔ آپ ملک حجاز یمن مصر

دغیرہ میں رہے اور اکثر علمائے زمانہ سے صحبت رہی اور وہیں مدفون ہوئے۔ ولائے اہلبیتؑ کا نور انکے سینہ بے کینہ میں روشن تھا۔ آپ حدیث انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و اہلبیتی عترتی الخ و حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح الخ کو تاج العروس میں درج فرماکر متمسک دامن اہلبیت ہوئے ہیں۔ کیونکہ جو شخص اہلبیت سے منحرف ہوا وہ قعر جہنم میں ڈالا جائیگا۔

غرض سادات بلگرام اپنے جد امجد کو چھوڑ کر ایسے غیرے کے معتقد کیونکر ہو سکتے ہیں۔ عہد خلفاء بنی امیہ و بنی عباس میں اگر کوئی شخص بنی ہاشم سے ناصبی ہو جاتا تھا تو بنی ہاشم اُسے بُری نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اُس زمانہ کی تصویر کسی شاعر نے کیا خوب کھینچی ہے

اذ العلوی تابع ناصبیاً بمذهبه فما هو من ابیه

و ان الکلب خیرٌ منه طبعاً فان الکلب طبع ابیه فیه

ترجمہ :۔ جب علوی (فرزند علی) نے مذہب میں تبعیت ناصبی (دشمن علی) کی کی تو وہ اپنے باپ کا نہ رہا۔ پس کتا اس سے بہتر ہے۔ اسلئے کہ کتا اپنے ماں باپ کے انداز اٹھاتا ہے۔ حضرت تنہا نے مکرر عقد حضرت ام کلثوم کی نسبت سوء ادبی کی ہے اور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانا چاہا ہے جو سراسر جناب رسالتمآب کی توہین و تذلیل اور خاندان عصمت و طہارت پر ناپاک حملہ ہے اس لئے ہم اس جھوٹے طلسم تارتار الگ کئے دیتے ہیں۔ بعونہ وصونہ۔

(۵) جناب وکیل صاحب تنہا نے نہ تو تاریخ یعقوبی کا کوئی اقتباس تحریر فرمایا اور نہ مورخ مذکور کا تشیع ثابت کیا۔ آپکو کتب رجال سے اس کا ثبوت دینا تھا۔ یعقوبی ہرگز شیعہ نہ تھا۔ البتہ مقبول علمائے عامہ ہے۔ یاقوت حموی نے کتاب معجم الادباء جلد دوم ص ۱۵۶ میں اس مورخ کا ترجمہ حسب ذیل لکھا ہے :۔ احمد بن ابی یعقوب اسحٰق بن جعفر ابن دهب بن واضح الاخباری العباسی ذکرہ ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب المصری الکندی المورخ فی تاریخ

له ابتداء لسنة ۲۸۰ قال ان احمد بن اسحق بن واضح مولی بنی هاشم توفی فی سنة ۲۸۴ وله تصانیف کثیرة منها کتاب التاریخ کبیر کتاب اسماء البلدان مجلد وکتاب فی اخبار الامم السالفة صغیر کتاب مشاکلة الناس لزمانهم۔ اگر کوئی شائبہ تشیع کا یعقوبی میں ہوتا تو یاقوت حموی اسکے ترجمہ میں ضرور اسکا اشارہ کرتا۔ علم رجال و تاریخ۔ احادیث و تفسیر و علم کلام وغیرہ علوم میں محقق یگانہ متمم عبقات الانوار مولانا ناصر الملۃ والدین مدظلہم العالی کی تحقیق انیق میں جب کہ یعقوبی شیعہ نہ تھا تو پھر کون ثابت کر سکتا ہے؟ (۵) تاریخ مذکور جلد دوم طبع جرمن وقائع ۱۷ھ میں جو عبارت لکھی ہے۔ اوسمیں دو فقرے قابل غور ہیں اول "فقال علی انها صغیرة" دوسرا یہ "فتزوجها وامهرها عشرة الاف دینار"۔ دوسرے فقرہ میں مورخ نے مہر عقد دس ہزار دینار تحریر کیا ہے۔ مگر دیگر روایات اہلسنت میں ہے کہ مہر ام کلثوم چالیس ہزار درہم قرار دیا (دیکھو ازالۃ العین)۔ اب ہم کس مہر کو صحیح سمجھیں۔ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح سے پایا جاتا ہے کہ مذہب خلیفہ دوم یہ تھا کہ مہر میں زیادتی نہ ہو۔ کیونکہ جناب رسولخدا صلعم نے اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہ کیا جو قریب پانسو درہم کے ہوتا ہے (دیکھو ازالۃ الخفاء) اور نصوص نبوی ممانعت زیادتی مہر میں موجود ہیں۔ اور خلیفہ صاحب کا مذہب بھی وہی ہے کہ زیادتی نہ ہو تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خلیفہ اس قدر زیادہ مہر قرار دیں۔ علاوہ ازیں خلیفہ کی ناداری یہ تھی کہ بیت المال سے چھیاسی ہزار کے قرضدار رہے (دیکھو تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ مطبوعہ نولکشور) پس کیونکر ممکن ہے کہ دس ہزار دینار مہر قرار دیں۔ معلوم ہوا کہ رُوات نے بوجہ اشتراک نام ایسا بیان کیا کیونکہ یہ مہر اس ام کلثوم کا تھا جو ایام جاہلیت سے انکی زوجیت میں تھی یا اُن ام کلثوم کا مہر ہو جن سے بمقام حدیبیہ اسلام میں عقد کیا تھا۔ اس وقت تک غالباً اسکے مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی نوبت بھی نہ آئی ہوگی۔ پس جہاں رُوات نے باشتراک نام

اس کو بیان کیا کہ حضرت ام کلثوم سے عقد ہوا وہاں سابق کی دونوں ام کلثوم سے کسی کا مہر بھی انکی طرف منسوب کر دیا (کنز مکتوم صفحہ ۱۰۱)

پس اختلاف تعداد مہر۔ اور نصوص نبوی ممانعت زیادتی مہر۔ اور خود خلیفہ صاحب کی ممانعت دربارہ زیادتی مہر اور بار قرض بیت المال وغیرہ قطعی طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ تاریخ یعقوبی میں جو دس ہزار دینار کی تعداد لکھی گئی ہے بالکل غلط ہے اور مورخ مذکور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ محض توہین خاندان رسالت کی غرض سے حضرت ام کلثومؑ دختر سیدۃ نساء العالمین کا نام روایت میں درج کر دیا ہے۔

(۴) اب ہم فقرۂ اول "فقال علی انھا صغیرۃ" پر تاریخی نظر ڈالتے ہیں:۔
"انھا صغیرۃ" کا اطلاق کس ام کلثوم پر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ خلیفہ صاحب کی ازواج میں کئی ام کلثوم بیان کیجاتی ہیں۔ (۱) ام کلثوم بنت جرول خزاعی مادر زید جو ایام جاہلیت سے عقد میں تھی (۲) ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط (۳) ام کلثوم مادر عاصم بن عمر۔ اسی نام کی ام کلثوم بنت ابوبکر اور ہے جو ربیبہ امیر المومنین علیہ السلام ہے جسکی ماں اسماء کا عقد بعد وفات خلیفہ ابوبکر حضرت امیر المومنین سے ہوا تھا۔ یہ چوتھی ام کلثوم ہیں۔ انکے علاوہ ام کلثوم دختر امیر المومنین از بطن جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا ہیں جو کہ معرکہ کربلا میں شریک تھیں جو خواہر امام حسین علیہ السلام ہیں جو پانچویں ام کلثوم ہیں۔ دشمنان اہلبیت رُوات کذاب وغیرہ نے یہ جھوٹا قصہ عقد کا گڑھا اور بوجہ اشتراک نام بالعمد یا کسی اور غرض سے پانچویں ام کلثوم سے منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ ام کلثوم مادر زید دونوں ایک وقت عہد معاویہ میں فوت ہو گئے۔ حالانکہ جناب ام کلثوم خواہر امام حسین علیہ السلام سنہ ۶۱ھ میں شریک معرکہ کربلا تھیں "چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا" الخ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔

حقیقت اصلی اس عقد ام کلثوم خواہر امام حسینؑ کی یہ ہے کہ خلیفہ صاحب کے ساتھ ہرگز نہیں ہوا کیونکہ خود اہلبیت رسولؐ اور اکابر اہل حق کا انکار کرنا اس واقعہ سے اور اسکو دروغ جاننا بنفسہ دلیل بطلان واقعہ مذکورہ ہے چہ جائیکہ اور دلیلیں بھی ہوں۔ کیونکہ شیعہ منکر ہیں اور انکار کے لئے حاجت دلیل نہیں۔ اور اہلسنت مدعی ہیں والبینۃ علی المدعی پس بار ثبوت انپر ہے۔ علاوہ اسکے اس قصہ موضوعہ کا وجود نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ صحاح ستہ میں۔ بلکہ مسند احمد بن حنبل میں بھی نہیں ہے جسکے متعلق مولوی شبلی نعمانی نے اپنی سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے :۔ ”مارگولیوس نے مسند امام حنبل کی ۶ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعوے سے کہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اسکی ہمسری کا دعوٰی نہیں ہو سکتا (صا۹ ج ۱)“ سواد اعظم میں کسی مسلمان کو مارگولیوس کی ہمسری کا دعوٰی نہیں ہو سکتا۔ لیکن باب مدینہ علم امیر المومنین صالح المومنین کے پوتےؐ نے (خدا ان کو عرصہ دراز تک صحیح و سالم رکھے مجدد آل الامجاد) اس مسند کے ہر حرف کو پڑھا ہی نہیں ہے بلکہ سب کی تنقید کر کے کتاب مذکور کے اوراق کو اپنے حواشی و فوائد سے مزین کیا ہے۔“ این الثریا من الثری“ و این الخزف من المسمی این الظلام من النور و این الظلال من الحرور۔ مورخین نے ۱۷ھ ہجری میں حضرت عمر کا نکاح حضرت ام کلثوم بنت جناب فاطمہؑ سے ہونا اور ماہ ذیقعدہ میں زفاف لکھا ہے۔ جو روایات تاریخ طبری تاریخ کامل۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر۔ استیعاب۔ تاریخ خمیس۔ روضۃ الاحباب وغیرہ میں لکھی ہیں۔ انکا مختصر یہ ہے کہ خلیفہ دوم نے جناب امیر المومنینؑ سے آپکی صاحبزادی ام کلثوم کی خواستگاری کی۔ حضرت نے انکی صغرسنی کا عذر کیا اور یہ کہ انکی نسبت اپنے بھائی جعفر کے لڑکے سے مقرر کر چکے ہیں۔ خلیفہ دوم نے

---

ؐ ہماری مراد جناب ناصر الملۃ والدین مدظلہ سے ہے۔

اصرار کیا تو حضرتؑ نے ام کلثوم کو آراستہ کرا کے آپ کے پاس بھیجدیا۔ خلیفہ صاحب نے انکو اپنی گود میں بٹھالیا۔ انکے بوسے لے لئے اور جب انکے پاس سے واپس آنے لگیں تو خلیفہ صاحب نے انکی پنڈلی کھولی جس پر جناب ام کلثوم بگڑ گئیں اور فرمایا اگر تو حاکم نہ ہوتا تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ یا یہ کہا کہ تیری آنکھوں پر گھونسہ رسید کرتی۔ وہاں سے حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں واپس آئیں اور شکایت کی آپ نے مجھے کیسے بڈھے کے پاس بھیجدیا۔ اسکے بعد حضرتؑ نے ام کلثوم کا نکاح خلیفہ دوم کے ساتھ کردیا اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے۔ زید اور رقیہ۔ پھر زید اور ام کلثوم ایک ہی وقت میں معاویہ کے زمانہ میں انتقال کر گئے۔ خلیفہ دوم کے صاحبزادے اور حضرت حسنؑ نے دونوں پر نماز پڑھی۔ اب آپکی تحقیق ملاحظہ ہو:-

(۱) جناب سیدہؑ نے ۱۱ھ میں انتقال کیا اور ۲۸ صفر ہی سے علیل ہو گئیں تو جناب ام کلثوم یقیناً ۱۰ھ میں یا اس سے بھی پہلے پیدا ہوئی ہونگی۔ مگر علامہ حلبی نے جناب ام کلثوم کو گواہان فدک میں شمار کیا ہے جس کا دعویٰ ۱۱ھ میں جناب سیدہؑ نے خلیفہ اول سے کیا تھا اور علامہ جزری نے حدیث "من کنت مولاہ" کو جناب فاطمہؑ کی زبانی ام کلثوم کے سلسلہ سے بیان کیا ہے اور یہ واضح ہے کہ پانچ سال سے کم عمر کا بچہ شہادت دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ھ میں کم از کم پانچ سال کی ہوتی ہے (۲) تمام مورخین نے خلیفہ دوم کے اس نکاح کو ۱۷ھ میں بیان کیا ہے تو اس وقت جناب ام کلثوم کی عمر ۱۱ سال سے کم نہیں ہو سکتی (۳) عرب میں لڑکیاں ۶-۷ سال ہی کی عمر میں پردہ نشین۔ ۹ سال کی عمر میں بالغہ اور دس سال کی عمر میں ماں بن جاتی ہیں۔ پس ۱۱ سال کی لڑکی کسی طرح وہاں کمسن نہیں کہی جاسکتی اور جناب ام کلثوم کی عمر ۱۷ھ میں ۱۱ سال کی ثابت

ہو چکی تو وہ اس وقت کسی طرح کمسن نہیں سمجھی جا سکتی ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ام کلثوم کی صغر سنی کا عذر کیونکر کیا؟ جیسا کہ تاریخ یعقوبی کا فقرہ ہے "فقال علی انها صغیرة" اور اس کو خلیفہ دوم نے گود میں کیونکر بٹھایا اور کس شریعت کے مطابق ۱۱ سال کی نامحرم عورت کا بوسہ لیا اور پنڈلی کھولی۔ اور کہا اگرچہ یہ لڑکی صغیرہ ہے مگر مجھے اس سے نکاح منظور ہے۔ توبہ! توبہ!! شرم! شرم!!

ان تمام واقعات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ ام کلثوم جناب امیرؑ کی صاحبزادی نہیں تھیں بلکہ کوئی اور تھی جو جناب سیدہ کی وفات کے بہت بعد پیدا ہوئی تھی جس سے وہ ۱۷ھ ہجری میں چار پانچ سال کی گود میں بٹھانے اور بوسہ لینے کے قابل بچہ تھی۔ کیا خوب شصت سالہ دولہا اور چار پانچ سالہ دولہن!!! کیا اچھا جوڑا ہے۔ جلسہ نکاح خوانی۔ اجماع برادری (مہاجرو انصار) ولیمہ وغیرہ جو شہرت نکاح کے لوازم ہیں۔ بالکل غت ربود ہیں۔

(۴) جناب ام کلثوم اور انکے صاحبزادے زید کا معاویہ کے زمانہ میں ایک ہی دن مرنا اور امام حسنؑ کا انکے جنازہ پر نماز پڑھنا بھی غور طلب ہے کیونکہ امام حسنؑ واقعہ کربلا سے (جو ۶۱ھ میں ہوا) گیارہ سال پہلے شہید ہو چکے تھے اور معاویہ بھی ۶ ماہ پہلے مر چکا تھا۔ حالانکہ جناب امیر المومنینؑ کی صاحبزادی جناب ام کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں (ملاحظہ ہو مقتل ابو مخنف مقتل ابو اسحاق اسفرائنی۔ روضۃ الشہداء۔ بحر الشہادتین وغیرہ) تو کیا یہ ممکن ہے کہ جناب ام کلثوم ۵۰ھ سے پہلے مرنے اور دفن ہونے کے بعد پھر ۶۱ھ ہجری میں پھر زندہ بھی ہوئیں کہ کربلا میں اپنے بھائی کے ساتھ رہیں؟ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ۵۰ھ ہجری میں جو ام کلثوم زوجہ خلیفہ دوم مری وہ جناب امیرؑ کی صاحبزادی نہیں تھیں کیونکہ یہ تو ۶۱ھ میں بھی زندہ تھیں۔

(۵) استیعاب اور تاریخ خمیس ہے کہ خلیفہ دوم کے مرنے کے بعد ام کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر سے ہوا اور اُن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور خلیفہ دوم ۲۳ھ میں مرے تو ام کلثوم کا دوسرا نکاح محمد بن جعفر سے ۲۳ھ کے بعد ہوگا۔ مگر محمد بن جعفر ۱۷ھ ہی میں تستر کی جنگ میں شہید ہو چکے تھے تو کیا یہ ممکن ہے کہ محمد بن جعفر ۱۷ھ میں شہید بھی ہوں اور خلیفہ دوم کے مرنے کے بعد ۲۴ھ میں دوبارہ زندہ ہو کر ام کلثوم سے نکاح بھی کریں؟ اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ یہ ام کلثوم دوسری تھیں اور وہ ام کلثوم دوسری ہیں۔

(۶) جناب امیرؑ کی بڑی صاحبزادی جناب زینبؑ کا واقعہ کربلا میں جو ۶۱ھ میں ہوا موجود رہنا تاریخ کا بدیہی مسئلہ ہے۔ اور علامہ دیار بکری نے تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ جناب زینبؑ کی شادی عبداللہ بن جعفر سے ہوئی تھی جب جناب زینبؑ کا انتقال ہو گیا تو جناب عبداللہ بن جعفر نے جناب ام کلثوم سے شادی کی اور عبداللہ بن جعفر جناب ام کلثوم کے رہتے ہوئے ۸۰ھ میں انتقال کر گئے (تاریخ خمیس و استیعاب) اس سے بھی معلوم ہوا کہ جناب امیرؑ کی صاحبزادی ۸۰ھ تک زندہ تھیں اور خلیفہ دوم کی زوجہ جو ۵۵ھ کے پہلے مری دوسری تھی۔ ورنہ لازم آئیگا کہ ایک ہی ام کلثوم ۵۵ھ میں مرے بھی اور ۸۰ھ میں زندہ بھی رہے۔

اب اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ کہ حضرت ابوبکر کی ایک لڑکی انکی وفات کے دن اور بروایتے ۶ دن کے بعد ۱۳ھ میں پیدا ہوئی تھی۔ اس کا نام بھی ام کلثوم رکھا گیا (تاریخ طبری۔ تاریخ کامل۔ استیعاب وغیرہ) اور خلیفہ اول کے مرنے پر انکی زوجہ اسماء بنت عمیس نے حضرت علیؑ سے نکاح کر لیا تھا اسی ام کلثوم کی عمر ۱۷ھ میں چار یا پانچ سال کی ہوتی ہے۔ یہ ام کلثوم اپنی ماں اسماء کے ساتھ جناب امیرؑ کے گھر گئی اور ام کلثوم بنت علی کہی جانے لگی

اِسی ام کلثوم بنت ابو بکر سے ۱۷ھ میں خلیفہ دوم نے نکاح کیا اور مورخین غلطی سے اسکو بوجہ اشتراکِ نام ام کلثوم بنت علیؑ لکھتے آئے ہیں۔ زیادہ تفصیل درکار ہو تو کنز مکتوم کو دیکھو۔ جس کو دیکھکر قدرت خدا کا تماشہ نظر آئیگا (رسالہ اصلاح جلد ۴۳ ص ۱۲)

ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اکابر اہل حق نے اس واقعہ سے انکار قطعی کیا ہے یہاں صرف ترجمہ تقریر عدیم النظیر علامہ شیخ سدید مفید علیہ الرحمہ سے (جو قریب العہد اور ۴۱۳ھ میں تھی) اپنے مضمون کو زینت دیتے ہیں۔ آپ اس مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جو روایت درباره عقد حضرت ام کلثوم نقل کرتے ہیں کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ راوی اس کا زبیر بن بکار ہے اور وہ نقل میں موثوق بہ نہیں تھا اور متہم تھا اس باب میں جسکو وہ ذکر کرتا ہے بسبب دشمنی امیر المومنین علیہ السلام کے اور وہ غیر مامون ہے۔ اصل اسمیں یہ ہے کہ ابی محمد حسن بن یحییٰ صاحب علم النسب نے اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا۔ چونکہ وہ شخص سادات علویین میں سے تھا لوگوں نے یہ گمان کیا کہ یہ امر حق اور واقعی ہے ورنہ یہ علوی کیوں نقل کرتا۔ حالانکہ انھوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اس علوی نے زبیر بن بکار سے روایت کی ہے۔ انتہیٰ" پس معلوم ہوا کہ اول موجد اس افترا کا زبیر بن بکار ناصبی ہے کہ اس سے ابی محمد حسن بن یحییٰ نے نقل کیا۔ بعد اس کے لوگ اسی وجہ سے مشتبہ ہوئے اور یہ اشتباہ بڑھا (کنز مکتوم ص ۱۶۲)

قرآن مجید میں ہے الخبیثات للخبیثین والطیبات للطیبین خبیث وطیب کا اجتماع محال ہے نیز کتاب تحریم المومنین محدث دہلوی سے ثابت ہے کہ خلیفہ ثانی کا عقد ام کلثوم دختر ابو بکر سے ہوا تھا۔

جب کسی کو خدا اور رسولؐ کا خوف نہیں ہوتا تو نہ اسکو کچھ دین و ایمان کا پاس ہوتا ہے نہ کذب و افتراء سے پرہیز۔ خصوصاً درصورتیکہ اس جھوٹ سے کوئی غرض

بھی نکالنا ہو۔ خواہ وہ غرض کسی کی عداوت سے متعلق ہو۔ یا کسی کی بیجا محبت سے۔ دیکھئے حضرت مریم علیہا السلام پر اعداے دین نے کیا کیا تہمتیں لگائیں۔ حالانکہ اس تہمت سے بجز ابطال نبوت حضرت عیسیٰؑ کے دوسرا کوئی فائدہ نہ تھا۔ بخلاف مسئلہ عقد حضرت ام کلثوم علیہا السلام کے کہ عداوت اور محبت کی دونوں غرضیں ساتھ شامل ہیں عداوت تو جناب امیرؑ و اہلبیت طاہرین کی کہ جس طرح ہو سکے انکی توہین ہو اور محبت خلیفہ ثانی کی جن کے اثبات فضائل و مناقب کے لئے کیا کیا بہتان نہ جوڑے گئے۔ حتی کہ عیب پوشی نسب کے لئے نسب مطہر سرور عالم میں قدح کی گئی۔ بلکہ بالخصوص نسب خلیفہ دوم کی مماثلت میں اس کوشش بھی کیا اور خوف دار دگیر اہل حق سے آخر اسکی قباحت پر متنبہ ہوکر خود ہی اس کو باطل بھی کیا۔

پس ان لوگوں سے ایسا اتہام لگانا کیونکر تعجب خیز ہو سکتا ہے۔ خصوصاً درصورتیکہ یہی بغض و نفاق داخل اصول مذہب قرار پائے اور اہالیان سلطنت کی بھی دلی خواہش ہو کیا خوب تقریر کی ہے ابو جعفر اسکافی نے بجواب جاحظ عثمانی (کما نقل فی المجلد الثالث من عبقات الانوار فی حدیث الولایت) کہ اگر خیال غلبہ جہل و حب تقلید نہ ہوتا تو اس عثمانی کے جواب دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سب جانتے ہیں دولت و سلطنت انھیں کے موافق ہوتی ہے جو ارباب سلطنت کے ہم آواز ہوں اور سب آگاہ ہیں کہ قدر فضائل اہلبیت کے اخفا میں سلاطین بنی امیہ کی مساعی و منزلت انھیں علماء و شیوخ کی ہوتی تھی جو فضائل ابوبکر و عمر بیان کرتے۔ بنی امیہ کی اس باب میں کس قدر تاکید و سختی رہی کہ بدون اس کے کسی طرح دنیا سے تمتع ممکن نہ تھا۔ پس ان محدثین نے بھی کوئی دقیقہ ایسی روایات کے بنانے میں اُٹھا نہ رکھا۔ اور چونکہ یہ امر بدون اخفاے مناقب علی ابن ابیطالب

ممکن نہ تھا۔ ہر طرح در پے ہوئے کہ ذکر علیؑ اور اولاد علیؑ کو محو کریں اور انکے فضائل و مناقب و سوابق کو مٹائیں (ابھی تک وہ اموی پروپیگنڈہ برابر جاری ہے لیکن ۔ چراغے راکہ ایزد برفروزد ٭ ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد) چنانچہ اس لیئے سب کو برانگیختہ کیا کہ آنحضرتؐ کو سب و شتم کریں اور منبروں پر لعن کریں (ستر ہزار منبر ایسے تھے کہ خطیب پہلے لعن کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا) اور انکی یعنی اولاد علیؑ کی یہ حالت تھی کہ انکے دشمنوں کی قطار روزمرہ بڑھتی جاتی ہے اور تلواریں انکے خون سے رنگی جاتی ہیں تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ کوئی کہیں قتل ہوتا ہے۔ کوئی اسیر ہوتا ہے کوئی ذلیل ہوتا ہے۔ کوئی کہیں پوشیدہ ہو رہا ہے۔ غرض عجب عالم خوف و بیم و ترس ہے۔ یہاں تک کہ فقیہ۔ محدث۔ قاضی۔ متکلم۔ سب کے سب لوگوں کو عقوبت سلطانی سے ڈراتے ہیں کہ انکے فضائل بیان نہ کرو۔ اسکے گرد نہ پھٹکو۔ نوبت باینجا رسید کہ محدثین مارے خوف کے جناب امیرؑ کا نام نہیں لے سکتے۔ اگر کسی حدیث میں حضرتؑ کا ذکر ہے تو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کہا ایک مرد نے قریش سے یا ایسا کہا ایک مرد قریش نے۔ انکی تو یہ حالت ہے۔ لیکن اہل مذہب جتنے ہیں۔ خارجی ہوں یا ناصبی عثمانی ہوں یا معتزلی یا جو فرقے ان فرقوں سے پیدا ہوئے سب کی یہی خواہش ہے کہ کسی طرح انکے فضائل و مناقب کو مخفی کریں۔ حتیٰ کہ زمانہ معاویہ و یزید سے مابعد والے سلاطین بنی امیہ تک جتنی سال تک انکی سلطنت رہی کوئی دقیقہ سب و شتم و لعن و طعن میں ان حضرات کے اٹھا نہ رکھا۔ اس پر بھی نور خدا ہمیشہ غالب ہوتا رہا۔ فضائل و مناقب ان کے مشہور ہوتے گئے انتہی (کنز مکتوم صـ۱۶۷)

جناب وکیل صاحب! آپ سے بسا تعجب ہے کہ آپ شمس العلماء بلگرامی کی

زبانی (بفرض محال) لکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ اور حضرت علیؑ میں کوئی عداوت نہ تھی اُنھوں نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح کردیا۔" جس کا بطلان واضح کردیا گیا۔

آیندہ امید ہے کہ آپ بلا تحقیق مذہبی معاملات میں خاندان عصمت و طہارت کے برخلاف قلم نہیں اُٹھائیں گے کہ اس مبحث خاص میں ہماری طرف سے اردو زبان میں چند کتابیں (مثلاً کنز مکتوم۔ دفع الوثوق مصنفہ جناب فخر الحکماء ظہیر العلماء مولانا السید علی اظہر صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ۔ رمی الجمرات جلد ۳ مصنفہ مولانا سید علی حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ۔ مصباح الظلم و مناظر المصائب مصنفہ جناب نواب شمس العلماء امداد امام صاحب مدظلہ) لکھی گئی ہیں۔ خصوصاً "کنز مکتوم" میں جس شرح و بسط سے لکھا گیا ہے وہ بے نظیر ہے اگر وکیل صاحب ہماری مضمون کی رد میں قلم اُٹھائیں یا اور کوئی صاحب لکھیں تو ہماری کتب مذکورہ خصوصاً کنز مکتوم کو پیش نظر رکھکر لکھیں۔ اگر ہمارے مضمون کی رد تاریخی نظریہ سے کامیاب ثابت ہوئی تو ہم بطیب و خاطر انکو منظور کرینگے۔ وانا من المنتظرین ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

## عبارت الفاروق پر ایک نظر

جناب شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے بھی عقد حضرت ام کلثوم کو لکھا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ نے جاہلیت اور اسلام میں متعدد نکاح کئے۔ پہلا نکاح عثمان مظعون کی بہن زینب کے ساتھ ہوا۔ دوسری بیوی قریبہ بنت ابی میہ المخزومی تھیں۔.. تیسری بیوی ملیکہ بنت جرول الخزاعی تھیں انکو ام کلثوم بھی کہتے ہیں۔... اخیر عمر میں اُنکو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں جو مزید شرف اور برکت کا سبب تھا۔ چنانچہ جناب امیرؑ سے حضرت ام کلثوم

کے لئے درخواست کی جناب ممدوح نے پہلے ام کلثوم کی صغر سنی کے سبب سے انکار کیا لیکن جب حضرت عمر نے زیادہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے تو جناب امیرؑ نے منظور فرمایا اور ۱۷ھ میں ۴۰ ہزار مہر پر نکاح ہوا حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ کی تزویج کا واقعہ تمام معتمد مورخوں نے بتفصیل لکھا ہے۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں۔ ابن اثیر نے کامل میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ ام کلثوم بنت فاطمہ زہراؑ حضرت عمر کی زوجہ تھیں۔ ایک دوسری ام کلثوم بھی انکی زوجہ تھیں لیکن ان دونوں میں مورخوں نے صاف تفریق کی ہے علامہ طبری وابن حبان و ابن قتیبہ کی تصریحات خود میری نظر سے گزر رہی ہیں۔ اوران سے بڑھکر تاریخی واقعات کے لئے اور کیا سند ہو سکتی ہے۔ میں وہ خاص عبارتیں اس موقع پر نقل کرتا ہوں ثقات بن حبان ذکر خلافۃ عمر واقعات ۱۷ھ میں ہے وفیہا تزوج عمر ام کلثوم بنت علی ابن ابیطالب وھی من فاطمۃ ودخل بہا فی شہر ذی القعدہ۔ معارف بن قتیبہ ذکر اولاد عمر میں ہے وفاطمۃ وزید وامہما ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسد الغابہ فی احوال الصحابہ لابن الاثیر میں جہاں حضرت ام کلثوم کا حال لکھا ہے تفصیل کے ساتھ انکی تزویج کا واقعہ نقل کیا ہے۔ اسی طرح طبری نے بھی جابجا تصریح کی ہے جس کو ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں سب سے بڑھکر یہ کہ صحیح بخاری میں ایک ضمنی موقع پر حضرت ام کلثوم کا ذکر آگیا ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ایکدفعہ عورتوں کو چادریں تقسیم کیں۔ ایک بچ رہی اسکی نسبت ان کو تردد تھا کہ کس کو دی جائے۔ ایک شخص نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا یا امیر المومنین اعط ہذا ابنت رسول اللہ صلے اللہ صلعم التی عندک یریدون ام کلثوم (صحیح بخاری باب الجہاد مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۴۰۳) اس میں

صاف تصریح ہے کہ ام کلثوم جو حضرت عمر کی زوجہ تھیں خاندان نبوت سے تھیں" (الفاروق صفحہ ۳) - اگر انسان غور کرے تو مولوی صاحب ممدوح ہی کی عبارت سے اسکو معلوم ہو جائے کہ یہ کل باتیں محض غلط ہیں - آپ تحریر فرماتے ہیں " اخیر عمر میں ان کو خیال ہوا کہ خاندان نبوت سے تعلق پیدا کریں" - سوال یہ ہے کہ اخیر عمر میں ایسا خیال کیونکر ہو سکتا ہے - شادی بیاہ کے تعلق کا خیال زیادہ ترجوانی کی مدت میں پیدا ہوتا ہے - پھر حضرت عمر نے حضرت رسولخدا صلعم کے زمانہ میں اس خیال کو کیوں ظاہر نہیں کیا - اگر اُس وقت یہ خیال ظاہر کرتے تو حضرت رسولخدا صلعم سے کچھ کامیابی کی امید بھی ہو سکتی تھی - پھر سوال ہے کہ حضرت ام کلثوم سے شادی کا خیال کیوں پیدا ہوا - حضرت ع سے بڑی جناب زینب ع تھیں انکے بارے میں یہ خیال کیوں نہیں پیدا ہوا - بڑی لڑکی کے رہتے ہوئے چھوٹی لڑکی سے تو کوئی پیغام نہیں دیتا پس جب جناب زینب ع جناب ام کلثوم ع سے بڑی تھیں تو اُنھیں سے یہ خواہش کی ہوتی - جس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہی بالکل غلط ہے - آپ تحریر فرماتے ہیں " جو مزید عزت و برکت کا سبب تھا" حالانکہ اس سے پہلے آپ اپنی دختر جناب حفصہ کو حضرت صلعم سے بیاہ چکے تھے اس سے آپ کو شرف حاصل ہو چکا تھا - آپ کو اسی ذریعہ سے خلافت کا مسئلہ حل کرنے میں بھی آسانی ہوئی - پھر اتنے بڑے شرف کے رہتے ہوئے جناب ام کلثوم سے عقد کا خیال کیونکر پیدا ہو سکتا تھا - اس لئے کہ جناب رسولخدا صلعم کا درجہ جناب امیر ع سے بڑھا ہوا اور آپ لوگوں کے خیال کے مطابق ازواج رسول ص کا درجہ جناب ام کلثوم سے بڑھا ہوا ہے - ایس بڑا شرف تو آپ کو یہی حاصل تھا کہ خاندان نبوت کے سردار حضرت

رسولخدا صلعم کے خسر بن چکے تھے جب اس سے کمی ہوتی تب اس سے
بہتر تعلق کی کوشش کیجاتی نہ کہ اس قسم کی ۔ اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں
"جناب ممدوح نے پہلے ام کلثوم کی صغرسنی کے سبب سے انکار کیا"۔ اب تحقیق
کیجئے کہ جناب ام کلثومؑ کی عمر اس وقت اس قابل تھی کہ جناب امیرؑ اس سبب سے
انکار فرماتے ۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ "۱۷ھ میں نکاح ہوا" تو ۱۷ھ میں
جناب ام کلثوم کی عمر اتنی ہونی چاہئے کہ جناب امیرؑ انکی صغرسنی کے سبب سے انکار
کرسکیں ۔ جناب سیدہؑ نے ۱۱ھ میں انتقال فرمایا اور جب آپ کا جنازہ
طیار ہوا تو جناب امیرؑ نے حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ ۔ جناب زینبؑ و
جناب ام کلثوم کو بلایا ہے کہ آؤ تم لوگ اپنی ماں کا آخری دیدار حاصل کرلو
جسکی وجہ سے ماننا پڑے گا کہ جناب ام کلثوم کی عمر اس وقت ۵ سال سے
کم نہیں تھی ۔ اس طرح کہ ۳ھ میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت
ہوئی ۔ ۴ھ میں جناب امام حسین علیہ السلام متولد ہوئے ۔ ۵ھ میں
جناب زینبؑ پیدا ہوئیں اور ۶ھ میں جناب ام کلثوم کی پیدائش ہوئی
پس ۱۷ھ میں آپ کی عمر کسی طرح ۱۱ سال سے کم نہیں تھی ۔ اور یہ وہ عمر ہے
کہ عرب میں لڑکیاں ماں بن جاتی تھیں ۔ دور کیوں جائیے جناب عایشہ
ہی کی عمر ملاحظہ فرمایئے کہ آنحضرت صلعم سے شادی کے وقت کیا تھی ۔ کل
محدثین و مورخین نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ صرف ۶ سال کی تھیں
جس سے ثابت ہوا کہ ۶ سال کی لڑکی عرب میں کمسن نہیں سمجھی جاتی تھی ۔
عورتیں تک ایسا نہیں سمجھتی تھیں ۔ چنانچہ آپ کے شاگرد مولوی سلیمان
صاحب ندوی نے لکھا ہے "آنحضرت صلعم حضرت خدیجہ کی وفات سے
بے حد ملول رہنے لگے ... خولہ بنت حکیم آپکے پاس آئیں اور عرض کی یا
رسول اللہ دوسرا نکاح کیجئے ۔ آپ نے فرمایا کس سے خولہ نے کہا بیوہ

اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں جس کو آپ پسند فرمائیں اسکے متعلق گفتگو کیجائے۔ آپؐ نے استفسار فرمایا وہ کون ہیں؟ خولہ نے کہا کہ بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر کی لڑکی عائشہ۔ ارشاد ہوا بہتر ہے۔ تم ان کی نسبت گفتگو کرو۔" (سیرۃ عائشہ صہ ۱۴) اسکے بعد لکھا ہے "حضرت عائشہ کا جب نکاح ہوا تھا تو اس وقت وہ چھ برس کی تھیں" (سیرۃ عائشہ صہ ۱۶) اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ چھ سال کی لڑکیاں عرب میں ایسی ہوجاتی تھیں کہ دوسرے گھروں کی عورتیں انکی شادی لگاتی پھرتی تھیں۔ بس جب ۶ سال کی لڑکی کے بارے میں صغر سنی کے سبب سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا یا یوں کہئے کہ جب حضرت عایشہ کا پیغام گیا جو اس وقت صرف چھ سال کی تھیں اور حضرت ابوبکر یا انکی بی بی صاحبہ نے جناب عائشہ کی صغر سنی کے سبب سے انکار نہیں کیا تو جناب امیرؑ جناب ام کلثوم کے بارے میں کیسے انکار کرسکتے تھے جو اس وقت ۱۱ سال کی تھیں۔ ماننا پڑے گا کہ وہ ام کلثوم کوئی اور تھیں جو حضرت عمر کی بیوی بنیں اور صرف نام کے اشتراک کی وجہ سے مورخین نے اس نسبت کو اپنی کتابوں میں درج کردیا۔

راقم غلام علی خاں
از آنڈلو
ضلع لدھیانہ (پنجاب)



اس فتح یابی اور کامیابی پر بھی حضرتؐ کے اخلاق ویسے ہی فقیرانہ تھے اور ذرہ برابر حکومت یا بادشاہت کا اثر نہیں ظاہر کیا۔ ایک شخص ڈرتا ڈرتا حضرتؐ کے سامنے آیا۔ حضرتؐ نے کس پیار سے فرمایا ڈرتے کیوں ہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ ایک قریشیہ عورت کا فرزند ہوں جو دھوپ میں سوکھا ہوا گوشت کھاتا ہوں۔ حضرتؐ کا برتاؤ امیروں غریبوں سب کے ساتھ یکساں نرم تھا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور قریش سردار جنہوں نے آنحضرتؐ کو تنگ کرکے مکہ سے نکالا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں حضرتؐ کو پہونچائی تھیں سر جھکائے ہوئے حضرتؐ کے سامنے آتے اور حضرتؐ ان سے ارشاد فرماتے کہ تم کو مجھ سے کیا اُمید ہے۔ وہ عرض کرتے جو اچھے سخیوں کا کام ہوتا ہے وہی ہم آپ سے بھی امید ہے۔ حضرتؐ فرماتے چلے جاؤ میں نے معاف کیا۔ اللھم صل علےٰ محمدٍ و آل محمدؐ۔ حضرتؐ کی ایک سخت دشمن عورت یعنی ابوسفیان کی بیوی ھند جس نے حضرتؐ کے چچا حمزہ کا کلیجہ نکلوا کر دانتوں سے چبایا تھا بہت ڈری تھی۔ وہ اُن عورتوں کے ساتھ جو حضرتؐ کی بیعت کے لئے آئی تھیں بھیس بدل کر آئی تھی۔ لیکن جب حضرتؐ نے غور کی نظر سے اُس کی طرف دیکھا تو وہ حضرتؐ کے پاؤں پر گر پڑی اور معافی چاہنے لگی۔ حضرتؐ نے فوراً معاف فرمادیا۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ سنہ ہجری میں غزوہ غطفان ہوا۔ حضرتؐ فوج لے کر یہود کے حملہ کا جواب دینے تشریف لے گئے یہود کو معلوم ہوا تو پہاڑوں میں جا چھپے اور مسلمان ادھر اُدھر پھیل گئے۔ جو تھے وہ آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے سوتے تھے کہ

ایک یہودی ہاتھ میں تلوار لئے اُترا اور کہنے لگا کہ بتاؤ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ بی بیو یہ کیسے خطرے کی گھڑی تھی مگر واہ رے حضرتؐ کا خدا پر بھروسہ کہ ذرہ برابر گھبرائے نہ پریشان ہوئے نہ ڈرے بلکہ پورے اطمینان سے فرمایا کہ مجھے اس وقت بھی میرا اللہ بچا لے سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی اُس یہودی پر ایسی ہیبت چھائی کہ تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ آنحضرت صلعم نے وہ تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور پوچھا کہ بتاؤ اب تمہیں کون بچائیگا۔ اُس یہودی نے فوراً کہہ دیا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر کیا تھا حضرتؐ اُس کے اپنے ہو گئے[لہ] اللھم صل علےٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ کیونکہ حضرتؐ تو ہر شخص کی ہدایت کے لئے تشریف لائے ہی تھے۔ اور دنیا میں حضرتؐ کو سب سے زیادہ پیاری چیز یہی تھی کہ لوگ ہدایت پا جائیں۔ اور خدا کے پیارے دین اسلام کو قبول کریں۔ شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

محمدؐ کا دنیا میں چمکا ستارا ۔۔۔ تو جلوہ خدا کا ہوا آشکارا

ہر اک دین سے اچھا محمدؐ کا دین ہے ۔۔۔ وہی دین ہے اسلام پیارا ہمارا

محمدؐ جو آئے ہدایت کو لائے ۔۔۔ بھرا نورِ اسلام عالم میں سارا

عزیزو خدا کو بھی پیارا وہی ہے ۔۔۔ محمدؐ کو رکھتا ہے جو دل سے پیارا

نہ ٹھہرا کبھی جھوٹ سچ کے مقابل ۔۔۔ کہ جب نور آیا اندھیرا سدھارا

جہاں کے لئے ہے جو نور ہدایت ۔۔۔ محمدؐ پہ حق نے وہ قرآن اُتارا

محمدؐ کا رستہ نہ چھوڑو عزیزو ۔۔۔ وہی رہ نما ہے ہمارا تمہارا

لہ تاریخ خمیس ج ۱ ص ۴۶۲

بی بیو حضرتؐ کے فضائل کون بیان کرسکتا ہے۔ شاعر نے حضرتؐ کی شان میں یہ بھی بہت خوب لکھا ہے ؎

تاج دارِ انبیاء محبوبِ ربّ العالمیں … دو جہاں کا مقتدا محبوبِ رب العالمیں
باعثِ ایجادِ عالم وجہِ خلقِ کائنات … میں تصدق میں فدا محبوبِ رب العالمیں
مجتبیٰ پیغمبرِ حق۔ ہادی و مختارِ خلق … مصطفےٰ صلِّ علیٰ محبوبِ ربّ العالمیں
رحمۃٌ للعالمیں مقبولِ در ہر دو جہاں … مظہرِ لطفِ خدا محبوبِ رب العالمیں
شانِ حق کہف الوریٰ نجم الہدیٰ … شمس والضحیٰ۔ نورِ ذاتِ کبریا محبوبِ رب العالمیں
دست گیرِ دو جہاں شاہِ امم خیر البشر … خلق کا حاجت روا محبوبِ ربّ العالمیں
حقِ تبلیغِ رسالت کردیا تونے ادا … مرحبا صد مرحبا محبوبِ رب العالمیں
حشر کے دن ہونگے سب محتاج تیری ذات کے … شافعِ روزِ جزا محبوبِ رب العالمیں
جب کبھی پوچھا کسی نے کون ہے تیرا رسولؐ … دل مرا چلّا اُٹھا محبوبِ رب العالمیں
کون سائل تھا۔ پھرا محروم جو در سے ترے … معدنِ جود و عطا محبوبِ رب العالمیں
بات تیرے منہ سے کب نکلی تھی بے وحیِ خدا … مفخرِ آلِ عبا محبوبِ رب العالمیں
جو زباں سے کہدیا تونے وہ ظاہر ہوگیا … مرحبا معجز نما محبوبِ رب العالمیں
دو جہاں میں اس قدر تجھ سے محبت حق نے کی … نام تیرا ہوگیا محبوبِ رب العالمیں
ابر کا ٹکڑا نہ کیوں سایہ فگن ہو دھوپ میں … سر پہ تیرے دائما محبوبِ رب العالمیں
وہ وصی۔ وہ ابنِ عم۔ وہ جانشیں تجھکو ملا … مثل تیرے جو کہ تھا محبوبِ رب العالمیں

بی بیو دل چاہتا ہے کہ میں اور آپ دل سے کہیں ؎

خدا سر کو مرے سودا دے اس درجہ محبت کا … پکاروں نام میں ہر دم تمہارا یا رسول اللہؐ
خدا نے کرکے بھیجا رحمۃ للعالمیں تمکو … ادھر بھی چشمِ رحمت کا اشارہ یا رسول اللہ
مسیحائی خدا نے ہاتھ میں دی ہے زمانے کی … مرے دردِ جگر کا کر دو چارا یا رسول اللہ

**نویں مجلس ۹ ۱۷ ربیع الاول کی جس میں سچ بولنے کی تاکید کی گئی۔ اسکی اچھائی سمجھائی گئی۔ اس کی فضیلت میں حدیثیں لکھی گئی ہیں اور آخر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔**

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خدا فرماتا ہے:۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اے ایمان رکھنے والو مردو۔ اور اے ایمان رکھنے والی بی بیو۔ تم سب اللہ سے ڈرو اور ہمیشہ سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔ اس آیۃ میں خدا ہم لوگوں کو تاکید کرتا ہے کہ ہر گناہ سے بچا کریں اور برابر ان لوگوں کے ساتھ رہیں جو سچ بولتے ہیں۔ اس لئے کہ سچ بولنا بڑی اچھی بلکہ ضروری بات ہے۔ اس سے انسان دنیا میں خوش آرام سے رہتا ہے۔ عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسکی بات کا لوگ اعتبار کرتے ہیں اور اس کو بڑی قدر سے دیکھتے ہیں اور آخرت میں ایسے لوگوں کو بڑا درجہ ملتا ہے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ سچ بولنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ سچ بولنے والوں کو خدا نے خوشخبری بھی سنائی ہے فرمایا ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ یعنی قیامت کا وہ دن ہوگا کہ سچ بولنے والوں کو ان کی سچائی کا بڑا نفع ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا ہے وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ یعنی سچ بولنے والے مردوں اور سچ بولنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب مہیا کیا ہے ۔ ایک بی بی نے حضرت رسولخدا صلعم

سے پوچھا کہ مومن کس طرح پہچانا جاتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اپنے وقار اور میٹھی بولی اور سچی باتوں سے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے۔ اور بولی کا زیور سچائی ہے۔ ارسطو جو ایک بڑا حکیم ہوا ہے وہ کہتا تھا کہ سب سے خوبصورت بات وہ ہے جس کا بولنے والا سچ بولے اور جس کا سننے والا اس سے نفع پائے۔ ایک شاعر نے ایک شاہزادے کی تعریف میں قصیدہ لکھا۔ شاہزادہ بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ اس شاعر کو انعام میں سو اونٹنیاں بخش دی جائیں۔ اتنے بڑے انعام کو سُن کر شاعر کا دل باغ باغ ہو گیا اُس نے دوڑ کر شاہزادے کا ہاتھ چوم لیا اور کہا خدا کی قسم میں نے ایک شخص کے سوا کسی قریشی کا ہاتھ آج تک نہیں چوما تھا۔ یا اس وقت اب حضور کا ہاتھ چوما ہے۔ شاہزادے نے پوچھا میرے قبل کس قریشی کا ہاتھ چوما تھا۔ اُس نے کہا بادشاہ ولید کا۔ جب شاعر نے ولید کا نام لیا تو شاہزادہ کو بڑا غصہ ہوا کیونکہ اس شاہزادہ کا خاندان اس بادشاہ کے خاندان کا بڑا دشمن تھا۔ شاعر نے کہا حضور خدا کی قسم ولید کا ہاتھ میں نے خدا کی خوشی کے لئے نہیں چوما تھا اور نہ حضور کا ہاتھ خدا کی خوشی کے لئے چوما ہے (بلکہ اس بادشاہ کا ہاتھ اِس لئے چوما تھا کہ اُس نے بڑا انعام دیا تھا اور حضور کا ہاتھ بھی اسی وجہ سے چوما ہے) شاہزادہ اس بات سے خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کو سچ بولنے کی وجہ سے سو اونٹ اور انعام دیئے جائیں۔ اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ ۔

ایک حدیث میں ہے کہ بہشت کا کام سچ بولنا ہے۔ جب آدمی سچ

بولتا ہے تو نیک سمجھا جاتا ہے اور جب نیک ہوتا ہے تو امان پاتا ہے اور جب امان پاتا ہے تو بہشت میں داخل ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "مجھے سب سے زیادہ پیاری سچی بات ہوتی ہے۔ یہ بھی حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ سچ بولنے سے نیکی کی طرف راہ کھل جاتی ہے۔ اور نیکی سے بہشت کی راہ مل جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتے بولتے اللہ کے ہاں صدیق (بڑا سچا) لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے تم لوگوں پر لازم ہے کہ برابر سچ ہی بولا کرو کیونکہ بہشت کے دروازوں سے ایک دروازہ سچائی بھی ہے۔ حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا تھا اے علیؑ تم ہمیشہ سچ ہی بولتے رہنا۔ اگر شروع میں اس سے تمہیں نقصان بھی ہو تو مضائقہ نہیں کیونکہ آخر میں اس سے نفع ہی نفع ملے گا۔ اللھم صل علے محمدؐ و آلِ محمدؐ [1] حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب ابوذر مشہور صحابی کو چند وصیتیں کی تھیں۔ ان میں ایک جگہ حضرتؐ نے فرمایا ہے اے ابوذر جو شخص اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھتا یعنی سچ بولتا ہے وہ بہشت میں جاتا ہے۔ جناب ابوذر نے پوچھا حضرتؐ کیا ہم لوگ اپنی زبان کی معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے بھی پکڑے جائیں گے۔ حضرتؐ نے جواب دیا اے ابوذر بہت لوگ تو اسی زبان کی بدولت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ اے ابوذر دیکھو ہمیشہ سچ بولنا اور تمہاری زبان سے کبھی جھوٹی بات نہ نکلنے پائے۔ ایک صحابی بیان کرتے تھے کہ جب میں پہلے پہل حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گیا تو حضرتؑ نے فرمایا تم لوگ بات کرنے کے قبل اچھی طرح سچ بولنا سیکھ لو۔

[1] منتخب کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۵

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ اللہ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس شان سے کہ لوگوں کو سچ بولنے اور امانت ادا کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ حضرتؑ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ لوگوں کی نماز روزہ دیکھ کر دھوکے میں نہ آجایا کرو اس لئے کہ بہت لوگ ایسے ہیں جو عادت کی وجہ سے نماز روزہ کرتے ہیں کہ اگر نہ کریں تو گھبرانے لگیں۔ ہاں ان لوگوں کا امتحان اس طرح کرو کہ دیکھو وہ سچ بولتے ہیں یا نہیں اور امانتوں کو ادا کرتے ہیں یا نہیں۔ حضرت ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ جس شخص کی زبان سچی ہوتی ہے اس کا عمل بھی صاف ہوتا ہے۔ حضرتؑ ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت اسماعیل کو لوگ سچے وعدہ والے کہتے تھے۔ اس سبب سے کہ حضرت نے ایک شخص سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وعدہ کے مطابق اس جگہ حضرت تشریف لے گئے مگر وقت پر وہ شخص اس جگہ نہیں آیا حضرت اسماعیل اپنے وعدہ کی وجہ سے سال بھر تک اسی جگہ ٹھہرے اور اُس شخص کا انتظار کرتے رہے۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت ہی یہ بھی فرماتے تھے کہ تم لوگ کسی کے دیر تک رکوع اور سجدہ کرتے رہنے کو نہ دیکھو۔ کیونکہ یہ بات تو اسکی عادت ہو گئی ہو گی جس کو اگر چھوڑ دے گا تو گھبرانے لگے گا۔ ہاں اس شخص کی باتوں کو دیکھو کہ سچ بولتا ہے یا نہیں اور امانت ادا کرتا ہے یا نہیں[1]۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ پہلے زمانہ میں حجاج مسلمانوں کا ایک بڑا ظالم حاکم ہوا ہے۔ وہ ایک دفعہ خطبہ بیان کرتا تھا اور دیر تک بیان کرتا ہی گیا تو وہاں جو لوگ موجود تھے اُن سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہا اے حاکم

[1] اصول کافی صفحہ ۳۶

اب نماز کا وقت ہو گیا ہے اور نہ وقت آپ کا انتظار کرے گا (کہ جب تک آپ تقریر کرتے رہیں یہ ٹھہرا ہی رہے) اور نہ اللہ آپ کے (اس) قصور کو معاف کرے گا (کہ اپنی لمبی تقریر سے اپنی نماز بھی قضا کر رہے ہیں اور ہم لوگوں کی بھی)۔ حجّاج کو اتنی تاب کہاں تھی کہ ایسی بات برداشت کر سکتا۔ فوراً اس نے اس شخص کو پکڑوا کر قید کر دیا۔ تب اس کے گھر والے حجّاج کے پاس پہونچے اور کہا سرکار وہ پاگل ہے۔ اپنے پاگل پن میں اس نے حضور کو ٹوکا تھا۔ سرکار اس کو چھوڑ دیں۔ حجاج نے کہا اگر وہ شخص خود اپنی زبان سے کہہ دے کہ وہ پاگل ہے تو خیر میں اس کو چھوڑ دوں گا۔ اس کے گھر والے اس کے پاس گئے اور کہا کہ تم اپنے کو پاگل کہہ دو حجاج تم کو رہا کر دے گا۔ اس شخص نے کہا معاذ اللہ میں تو ایسا نہیں کر سکتا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ خدا نے میرے دل و دماغ کو درست رکھا ہے پھر جھوٹ کیسے کہوں کہ خدا نے مجھے بیمار کر دیا ہے۔ یہ بات حجّاج نے سُنی تو اس کے سچ بولنے کی وجہ سے اس کو رہا کر دیا[۱]۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جس شخص کی زبان سچی ہوتی ہے اس کا عمل پاکیزہ ہوتا ہے اور جس کی نیت اچھی رہتی ہے اس کی روزی میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اُسکی عمر بڑھتی ہے[۲] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔

بی بیو جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دوسروں کو سچ بولنے کی اس قدر تاکید کرتے تھے تو خود کس قدر سچ بولتے ہوں گے حضرتؑ

---

[۱] مستطرف ج ۲ ص ۵ [۲] وسائل جلد ۲ ص ۲۸۳

کی زبان پر کبھی غلط بات نہیں آئی۔ آپ کے منہ سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا
بلکہ جو فرمایا حق۔ آپ کا لقب ہی صادق ہو گیا جس کا معنے ہے سچے
اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ آج ہی ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ
کو مدینہ منورہ میں حضرتؑ پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد
ہمارے پانچویں امام حضرت محمد باقر علیہ السلام تھے اور آپکی
ماں جناب محمد بن ابی بکر کی پوتی اُمّ فروہ تھیں (بعض کتابوں
میں ان کا نام فروہ لکھا ہے) بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے
کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سادات اہلبیتؑ سے تھے
آپ کے ہمیشہ سچ بولنے کی وجہ سے آپکا لقب ہی صادق مشہور
ہو گیا۔ حضرتؑ کے فضائل و مناقب محتاج بیان نہیں ہیں[۱]
مسلمانوں کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحب
(جو حنفی بھائیوں کے بہت بڑے امام ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ
میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھکر علم دین کا عالم
کسی کو بھی نہیں دیکھا[۲] ایک اور بڑے عالم نے لکھا ہے کہ ابنِ
شبرمہ کہتے تھے کہ ایک دن میں اور امام ابوحنیفہ صاحب حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے امام
ابوحنیفہ صاحب کی طرف اشارہ کرکے حضرتؑ سے عرض کیا کہ یہ عراق
کے مجتہد اور امام ہیں حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا یہی وہ
ہیں جو اپنے قیاس سے دین کا فیصلہ کرتے ہیں؟ کیا یہی نعمان بن
ثابت ہیں؟ (امام ابوحنیفہ صاحب کا نام نعمان بن ثابت تھا)۔ اسی پر

---

[۱] وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ [۲] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۵۰

ابوحنیفہ صاحب خود بولے کہ ہاں یا حضرتؑ میں ہی نعمان بن ثابت ہوں تب حضرتؑ نے فرمایا اے ابوحنیفہ اللہ سے ڈرو اور دین کے معاملات میں اپنی رائے اور قیاس کو دخل نہ دو کیونکہ اولاً جس نے ایسا کیا وہ شیطان ہے اس طرح کہ پہلے اسی نے خدا سے کہا تھا کہ اے اللہ مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے۔ اس قیاس میں اُس نے خطا کی اور اس وجہ سے گمراہ ہو گیا ۱؎ اور ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابوحنیفہ صاحب سے پوچھا کہ تم اُس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ دو گے جو احرام کی حالت میں کسی ہرن کے وہ دانت توڑ ڈالے جن کو رباعی کہتے ہیں۔ ابوحنیفہ صاحب نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ مجھے نہیں معلوم کہ اس مسئلہ میں شریعتِ اسلام کا کیا حکم ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ تم قیاس تو خوب دوڑاتے ہو مگر اس کی تمہیں خبر بھی نہیں کہ وہ دانت جن کو رباعی کہتے ہیں۔ ہرن کے ہوتے ہی نہیں ہیں ۲؎ اللھم صل علے محمدٍ وآلِ محمدٍ۔ اُن کے ایک اور بڑے عالم نے لکھا ہے کہ " ابوحنیفہ ایک مدت تک استفادہ (پڑھنے اور علم حاصل کرنے) کی غرض سے ان (امام محمد باقر علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ و حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں شیعہ و سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کا فیضِ صحبت تھا۔ امام صاحب نے اُنکے فرزند رشید حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی فیض صحبت سے بھی

---

۱؎ حیوۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۸۵ ۲؎ وفیات الاعیان جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ ۳؎ شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۵۱

بہت کچھ فائدہ اُٹھایا جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس کی وجہ یہ خیال کی ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے معاصر اور ہمسر تھے اس لئے اُنکی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں اُن کو حضرت جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے وَصَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْہَا (گھر کی چیزوں کو گھر والے ہی خوب جانتے ہیں) اللّٰہم صلِّ علیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ۔

حضرتؑ کے اخلاق بھی نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔ ایک دفعہ حضرتؑ کے پاس باہر کچھ لوگ آکر بیٹھے ہوئے تھے حضرتؑ نے اُن کے کھلانے کو حویلی میں سے کوئی چیز منگائی۔ لونڈی کھانا لے کر باہر حضرتؑ کے سامنے پہونچی تو جلدی چلنا چاہا جس سے وہ کچھ گھبرا گئی اس پر اس نے ٹھوکر کھائی اور پورا کھانا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا جس سے برتن بھی ٹوٹ گئے اور جو لوگ وہاں موجود تھے ان کے چوٹ بھی آئی اور ان کے کپڑے بھی خراب ہو گئے۔ یہ رنگ دیکھ کر لونڈی کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ مگر حضرتؑ نے کیا کیا۔ سبحان اللہ۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں۔ اللّٰہم صلِّ علیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ حضرتؑ نے اس کا ڈر مٹانے کے لئے فوراً فرما دیا جا میں نے تجھ کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا شاید

میرا یہی عمل خیر (کہ تجھ کو آزاد کردیا) اس دہشت کا جو اس وقت تجھ کو مجھ سے پیدا ہوگئی ہے کفارہ ہوجائے[1] اللھم صل علےٰ محمد و آل محمد۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرتؑ کے ہاتھوں پر حضرتؑ کا ایک غلام پانی ڈالتا تھا اور نیچے طشت رکھا ہوا تھا۔ اتفاق سے لوٹا اس غلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور طشت میں گر پڑا جس کی چھینٹیں اڑ کر حضرتؑ کے چہرے پر پڑ گئیں حضرتؑ نے اس رنج و تردد میں غلام کی طرف صرف دیکھا مگر وہ غلام بھی کیسے بزرگ کا تھا اس گھر کے تو غلام لونڈی بھی عجیب دل و دماغ رکھتے تھے۔ اس نے فوراً عرض کی یَا مَوْلَایَ اَللّٰہُ یَامُرُ بِکَظْمِ الْغَیْظِ اے مولا اللہ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنے غصے کو پی جایا کریں۔ یہ سننا تھا کہ حضرت نے اس سے فرمادیا۔ جاؤ میں نے تم کو معاف کردیا۔ تب وہ غلام بولا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ یعنی اللہ احسان کرنے والوں کو بھی بہت دوست رکھتا ہے۔ اس پر حضرتؑ نے ارشاد فرمایا اِذْھَبْ فَاَنْتَ حُرٌّ لِوَجْہِ اللّٰہِ جاؤ میں نے تم کو خدا کی خوشی کے لئے آزاد کردیا[2] اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ ایک شخص نے حضرتؑ سے شکایت کی کہ اس کا پڑوسی اس کو بہت ستاتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا تم صبر کرو۔ اس نے عرض کی حضور وہ مجھے ذلیل بھی کرتا رہتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا ذلیل تو وہ ہوتا ہے جو کسی پر ظلم کرتا ہے (مطلب یہ تھا کہ وہ پڑوسی ظلم کرتا ہے تو حقیقت میں وہی ذلیل ہے

[1] مجانی الادب ج ۱ ص ۶۷ [2] مجانی الادب جلد ۱ ص ۲۶۹

تم مظلوم ہو تمہاری کوئی ذلت نہیں ہے)[۱] اللھم صل علی محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ حضرتؑ کے علمی کارنامے بھی لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ علم توحید وغیرہ میں حضرتؑ کا کلام بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اور حضرتؑ کے شاگرد جابر بن حیانؒ نے ایک کتاب جمع کی ہے جو ہزار ورق میں ہے جس میں حضرتؑ کے رسالے درج کئے گئے ہیں جن کی تعداد پانچ سو ہے[۲] مسلمانوں کے ایک بڑے امام کا قول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایسے معتبر بزرگ ہیں جن سے حدیث لینے میں کسی بات کے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی حضرتؑ جو فرمائیں اُسے بے تکلف قبول کر لینا چاہیئے۔ بڑے بڑے علماء نے لکھا ہے کہ حضرتؑ دنیا کی ریاست یا حکومت وغیرہ کا خیال بالکل چھوڑ کر صرف عبادت اور علوم و معارف کی اشاعت میں مشغول رہتے تھے اور اُن کے ایک امام کا قول ہے کہ جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھتا تو آپ کی صورت۔ وضع۔ چال بات چیت سے فوراً سمجھ جاتا کہ آپ انبیاء کرام کے جوہر ہیں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؑ کے زمانہ میں خاندان بنی عباس کا منصور دوانیقی مسلمانوں کا بادشاہ تھا۔ وہ ایک دفعہ حج کرنے گیا تو کسی شخص نے اُس سے حضرت امام جعفر صادقؑ کی جھوٹی چغلی کھائی۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ اگر اس کا ثبوت پیش کرو۔ جب وہ شہادت ادا کرنے کے لئے حضرتؑ کے سامنے

---

[۱] مجانی الادب جلد ۲ صفحہ ۹۷ [۲] مرآۃ الجنان ج ۱ صفحہ ۳۰۴

حاضر کیا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا تم نے جو شکایت کی ہے اس پر قسم کھا سکتے ہو؟ اُس نے جرأت کر کے کہدیا کہ ہاں قسم کھاؤں گا اور کہا کہ اللہ عظیم کی قسم آپ نے یہ کیا یا کہا ہے۔ اُس وقت حضرت نے بادشاہ منصور سے فرمایا اے بادشاہ اس شخص کو حکم دو کہ جس طرح میں کہوں اس طرح قسم کھائے۔ بادشاہ نے کہا ہاں آپ اسی طرح اس سے قسم کھلائیں۔ حضرتؑ نے اُس شخص سے کہا تم اس طرح قسم کھاؤ کہ میں خدا کی طاقت اور قوت سے علحدہ ہو کر اور اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ بے شک جعفر صادق نے ایسا کیا ہے۔ یہ سُنکر پہلے تو اُس شخص نے اس طرح قسم کھانے سے انکار کیا دگر بادشاہ کے سامنے کھا۔ بچ کہاں سکتا تھا) آخر اسی طرح قسم کھائی اور فوراً اسی جگہ مرگیا یہ واقعہ دیکھ کر سب حاضرین دنگ رہ گئے۔ اور بادشاہ منصور نے حضرتؑ سے کہا کہ اسکے مرنے سے آپ کچھ تردد نہ فرمائیں۔ ہم سب دیکھ رہے تھے کہ آپ نے اسکو ہلاک نہیں کیا (بلکہ اس کی قسم نے اسکی جان لی) آپ کا دامن اس کے خون سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ اسی طرح کسی بدمعاش نے حضرتؑ کے ایک غلام کو مار ڈالا۔ حضرت کو اس کا رنج ہوا۔ اس رنج میں حضرت رات بھر نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں نے سُنا کہ وہ بدمعاش مرگیا[۱] بی بیو سُنا آپ نے کہ حضرت کا غلام قتل کیا گیا اور حضرتؑ کو اس کا رنج ہوا تو حضرتؑ نے کیا کیا۔

[۱] صواعق محرقہ ص۱۲۱

خدا ہی کو یاد کیا۔ اسکی عبادت میں بسر کی اور شب بھر نماز پڑھتے رہے۔ پس ہم لوگوں پر بھی کوئی مصیبت پڑے تو چاہیئے کہ خدا کو یاد کریں۔ اسکی عبادت انجام دیں اور وہی کام کریں جس سے وہ خوش ہو مگر افسوس اب ایسا زمانہ آیا کہ جو واجبی نماز سترہ رکعت روزانہ کی ہے اس کو بھی بہت سے نوجوان چھوڑ دیتے اور اپنے مذہب کی اس ضروری اور نہایت ہلکی عبادت کو بھی ادا نہیں کرتے ہیں حالانکہ اس میں نہ کوئی محنت ہے۔ نہ پیسہ کا خرچ۔ نہ کوئی قیمتی وقت صرف ہوتا ہے۔ صبح کی نماز کے لئے دس منٹ۔ ظہر و عصر کی نماز کے لئے بیس منٹ۔ مغرب و عشا کی نماز کے لئے بیس منٹ کافی ہو جاسکتے ہیں۔ اس طرح روزانہ ایک گھنٹہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم لوگوں کے کئی کئی گھنٹے مہملات اور بے فائدہ باتوں میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں تو ہر وقت اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنے اماموں کی پیروی کریں اور ان حضرات کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔

بی بیو حضرت کے فضائل آپ نے سُنے مگر ایک مجلس میں کہاں تک بیان ہو سکتے ہیں اور حق تو یہ ہے کہ کوئی آدمی بیان نہیں کر سکتا شاعر نے سچ کہا ہے ؎

نبیؐ کا جانشین حقا امام جعفر صادقؑ — بجو مثل علے اعلیٰ امام جعفر صادقؑ
نظیر و مثل کوئی ہو نہیں سکتا تھا دنیا میں — خدا کا بندۂ یکتا امام جعفر صادقؑ
وراثت سینہ بہ سینہ کو ملی علم لدنی کی — امین رب بے ہمتا امام جعفر صادقؑ
اطاعت انکی مطلق کیوں نہ واجب ہو زمانے پر — زبانِ کبریا گویا امام جعفر صادقؑ

عبادت میں سخاوت میں شجاعت میں فصاحت میں — اب وحدہ کی طرح یکتا امام جعفر صادقؑ
ندا آئی فلک سے رونق ملت مبارک ہو — ہوئے دنیا میں جب پیدا امام جعفر صادقؑ
نہ کیوں جعفر کا بیٹا و متقی کہلائے محشر میں — امیر کشور تقویٰ امام جعفر صادقؑ
حکومت اس جہاں میں بھی امارت اس جہاں میں بھی — شہ دنیا شہ عقبیٰ امام جعفر صادقؑ
ضرورت ہو جسے ہو سیر شہ کے آب رحمت سے — عطائے فیض کا دریا امام جعفر صادقؑ
خداوندا کوئی پوچھے تو بس منہ سے یہی نکلے — کہ ہے ہادی چھٹا میرا امام جعفر صادقؑ
مرا ہادی مرا حاکم مرا والی مرا مالک — مرا مولا مرا آقا امام جعفر صادقؑ
سلالۂ انبیاء کے ہیں امامت میں ہیں در یکتا — کسے ایسا ملا رتبہ امام جعفر صادقؑ
شرف حضرت کو خالق نے جو بخشا تھا زمانے میں — کسی نے ویسا کیا پایا امام جعفر صادقؑ
جلالت میں شکوہ و شان میں شیر خدا جیسے — ہے کہتا رعب حضرت کا امام جعفر صادقؑ
نہ ہوتی ذات حضرت کی تو پھر ہوتا نہ یہ مذہب — تمہیں سے ہے قیام اس کا امام جعفر صادقؑ
تمثیل جد و آبا تم بھی ہو کار امامت میں — وہ رتبہ حق نے ہے بخشا امام جعفر صادقؑ
وہ حق گوئی کہ منصور خود نے حضرت کے بارے میں — کہا صدقت یا مولا امام جعفر صادقؑ
چھٹے مہر امامت آسمان ہو نبوت کے — تمہیں سے دین یہ چمکا امام جعفر صادقؑ
ضلالت کی گھٹا چھوٹی ہوا بدلی ہوئی بارش — امامت کا چڑھا دریا امام جعفر صادقؑ
نبی کا لخت دل حیدر کی جان ہے جان زہراؑ کا — ہمارا مد عادل کا امام جعفر صادقؑ
در تاج سلیمانی شہ جن و شہ انساں — وصی مصطفیٰؐ حقا امام جعفر صادقؑ
چھٹا داود حضرت ہی کے اک ادنیٰ اشارے سے — ستم دیدہ کا ہے ملجا امام جعفر صادقؑ
محمدؐ میں پسر جس کے لیے باب الحوائج ہے — نبی جس کا جد اعلیٰ امام جعفر صادقؑ
خوشا قسمت رسائی جس کی ہو در تک ترے مولا — ملا پھر خلد کا رستہ امام جعفر صادقؑ
[illegible] نشاں مہ تاباں دل ایماں سر عرفاں — رخ قبلہ در کعبہ امام جعفر صادقؑ

مدینہ رشکِ جنت ہو گیا شہ کی ولادت سے | خوشی کی دھوم ہے برپا امام جعفر صادقؑ
رُخِ ایماں چمک اُٹھا خدا کی شان نظر آئی | خدا کا نور جب آیا امام جعفر صادقؑ
رسول اللہ کا اخلاق میں بھی یہ نمونہ ہے | سنو قصہ مصادف کا امام جعفر صادقؑ
بنی ہاشم کے افلاک شرافت کے مہِ تاباں | امامت کا دُرِ یکتا امام جعفر صادقؑ
ہزاروں ہو گئے علما جنکی فیضِ صحبت سے | وہی ہے علم کا دریا امام جعفر صادقؑ

## دسویں مجلس ۱۷ ربیع الاول کی جس میں جھوٹ بولنے کی برائیاں لکھی گئی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ یعنی اُن لوگوں کو اُن کے جھوٹ بولنے کی سزا میں دردناک عذاب ہونا ہے عہ جس میں خدا نے جھوٹ بولنے کا نتیجہ بیان فرمایا ہے کہ یہ ایسی خراب بات ہے۔ خدا اس کو اس درجہ بُرا سمجھتا ہے اور اللہ اور رسولؐ اس سے اس قدر ناراض ہوتے ہیں کہ اس کی سزا میں بہت دُکھ پہونچانے والا عذاب اس شخص کو دیا جائیگا۔ جھوٹ کی برائی خدا نے قرآن مجید میں کئی جگہ ذکر کی ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ یعنی جو لوگ خدا پر جھوٹ بولتے ہیں قیامت کے روز تم ان سب کو دیکھو گے کہ ان کے چہرے کالے کردیئے گئے ہیں عہ یہ بھی قرآن مجید میں ہے فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ

عہ پ ۱ ع ۲

عہ پ ۲۴ ع ۴

پھر ہم لوگ جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت کریں ع جھوٹ کی برائی میں حدیثیں بھی بہت ہیں حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے اے مسلمانو! خبردار تم جھوٹ کبھی نہ بولنا کیونکہ جھوٹ بولنے سے آدمی فسق و فجور (دوسرے گناہوں) کی راہ پا لیتا ہے اور جو یہ راہ دیکھ لیتا ہے وہ سیدھا جہنم میں پہونچ جاتا ہے۔ تم سب ہمیشہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔ اس لئے کہ سچ بولنا اچھے (ثواب کے) کاموں کی راہ دکھاتا ہے اور اچھے کاموں کی راہ آدمی کو بہشت میں پہونچا دیتی ہے۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اور حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اسکے جھوٹ بولنے کی بدبو اتنی تیز ہوتی ہے کہ اس سے پریشان ہو کر فرشتے اسکے پاس سے ایک میل کی راہ پر دور ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ گناہوں کا سردار جھوٹ اور جھوٹ کا ستون بہتان ہے [1] حضرت رسولخدا صلعم نے جناب ابوذر کو جو وصیتیں کی ہیں اُن میں فرمایا ہے اے ابوذر جو شخص اپنی زبان کو بُری اور حرام باتوں اور منہ کو نجس چیزوں سے بچائے رہیگا وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ جناب ابوذر نے پوچھا یا حضرتؐ کیا ہم لوگ اپنی زبان کی باتوں سے بھی پکڑے جائیں گے (کہ کب کیا بولے اور کیا کہا) حضرتؐ نے فرمایا لوگوں کو زبان ہی کی وجہ سے تو زیادہ تر جہنم میں جھونکا جائیگا۔ دیکھو جب تک تم چپ رہوگے ہر آفت سے بچے رہوگے اور جب بولوگے تو سچی باتیں تمہارے نیک اعمال میں اور بُری یا جھوٹی باتیں تمہارے

[1] مستطرف ج ۲ ص ۸

خرابکاموں میں لکھی جائینگی۔ اے ابوذر کوئی شخص مجمع میں یا جلسہ میں لوگوں کے ہنسانے کو ایک بولی بول دیتا ہے جس میں جھوٹ باتیں بھی ہوتی ہیں۔ اس کے لئے کیسے افسوس کی بات ہے کہ اسی بولی کی وجہ سے وہ جہنم میں جھونکا جائے گا۔ اُس کے لئے ویل ہے اُس کے لئے ویل ہے۔ اور اے ابوذر ایسے موقع پر جو شخص چپ رہتا اور اپنے کو جھوٹ سے بچاتا ہے وہ نجات پاتا ہے تم بھی زیادہ تر چپ رہا کرو اور جھوٹ تو کبھی تمہاری زبان سے نکلے ہی نہیں۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے تھے کہ کوئی بندہ ایمان کا مزا اس وقت تک نہیں پاسکتا جب تک وہ ہر طرح کے جھوٹ کو نہ چھوڑے۔ ہنسی کی بات ہو یا کچھ اور حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ جھوٹ بولنے والوں کے ساتھ رہنے۔ ملنے۔ اُٹھنے۔ بیٹھنے سے اپنے کو بچائے۔ اس کی ذلت کی یہ حد پہونچ جاتی ہے کہ جب کبھی سچ بھی بول دیتا ہے تو جھوٹا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے صاحبزادے سے فرماتے تھے کہ جھوٹ سے ہمیشہ بچنا۔ چھوٹی بات میں ہو یا بڑی بات میں ہنسی کا موقع ہو یا کوئی اور کیونکہ آدمی جب چھوٹی بات پر جھوٹ بولتا ہے تو پھر بڑی باتوں پر بھی جھوٹ بولنے کی جرءت آجاتی اور عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ بُرائیوں اور گناہوں کے لئے بہت سے تالے ہیں اور ان تالوں کی کنجی شراب ہے۔ مگر جھوٹ بولنا شراب پینے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

یہی حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ جھوٹ بولنے سے ایمان ضائع اور برباد ہو جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اس کے منہ کی رونق جاتی رہتی ہے۔
حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے تھے کہ لوگوں نے حضرت رسولخدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے حضرتؐ نے فرمایا ہو سکتا ہے۔ تب پوچھا گیا کہ یا حضرت کیا مومن بخیل بھی ہو سکتا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں ہو سکتا ہے۔ تب دریافت کیا گیا یا حضرت کیا مومن جھوٹا بھی ہو سکتا ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا نہیں سلہ بی بیو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بزدل ہوگا وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا جو بخیل ہوگا وہ بھی ایمان سے الگ نہیں ہوگا مگر جو جھوٹ بولے گا وہ ایماندار ہی نہیں رہے گا۔ آپ درود پڑھیں تو میں بیان کروں کہ جو لوگ جھوٹ نہیں بولتے اُن کو کیا آرام اور نفع ہوتا ہے اور کس طرح وہ اکثر گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔ اللھم صل علے محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ ایک شخص حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرتؐ میں چاہتا ہوں کہ حضورؐ پر ایمان لاؤں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ میں چار باتوں۔ شراب پینے۔ زنا کرنے۔ چوری کرنے اور جھوٹ بولنے کا بہت عادی ہوں۔ بلکہ چاروں پر اس درجہ فریفتہ ہوں کہ کچھ بھی ہو جائے میں اُن سے کسی کو چھوڑ نہیں سکتا لیکن سُنتا ہوں کہ حضور ان چاروں چیزوں کو حرام کہتے ہیں اور مجھ میں

سلہ وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۲۹۳

اس کی طاقت ہی نہیں ہے کہ چاروں کو چھوڑ دوں۔ ہاں اگر حضور اتنی بات مان لیں کہ ان برائیوں سے صرف ایک برائی کو چھڑائیں تو میں بھی ایمان لاتا ہوں۔ سبحان اللہ حضرت رسول خدا صلعم بھی کیسے ذہن اور کیسے دماغ کے تھے۔ حضرت نے کیا خوب جواب دیا۔ آپ درود پڑھیں تو میں عرض کروں۔ اللھم صل علٰی محمد و آل محمد۔ حضرت نے فرمایا اچھا تم صرف جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ یہ سن کر وہ شخص خوش ہوگیا اور وعدہ کیا کہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ کہکر فوراً مسلمان ہوگیا۔ جب حضرت کی خدمت سے واپس چلا اور اپنے دوست احباب میں پہونچا تو لوگوں نے کہا آؤ شراب پئیں اس پر اس شخص نے خیال کیا کہ اگر میں شراب پی لوں اور اس کی خبر حضرت رسول خدا صلعم کو ہوجائے اور حضرت مجھ سے پوچھیں کہ بتاؤ یہ سچ ہے یا غلط تو میں کیا جواب دوں گا۔ اگر حضرت کے سامنے انکار کروں تو میں نے جو عہد کیا ہے (کہ اب کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا) وہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر سچ بولونگا تو حضرت مجھ پر شراب پینے کی حد جاری کرینگے۔ اس خیال سے اس نے شراب پینے سے انکار کردیا۔ پھر لوگوں نے بدکاری کے لئے کہا مگر اب بھی یہی بات اس کے دل میں پیدا ہوئی تو اس نے اس سے بھی انکار کردیا۔ اس کے بعد یاروں نے چوری کو کہا تو اس سے بھی یہی ڈر ہوا۔ غرض اب وہ حضرت رسول خدا صلعم کی حکمت کو سمجھ چکے بعد حضرت کی طرف پلٹا پھر حاضر ہونے کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلعم حضور نے کیسا اچھا نسخہ تجویز فرمایا ہے کہ جھوٹ سے

منع کرکے میرے لئے گناہوں کے کل دروازے ہی بند کر دیئے۔
غرض اسی وقت اس نے سب گناہوں سے توبہ کی اور کامل مومن ہوگیا۔[1]
ایک شخص بڑا جھوٹا تھا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ بھائی ذرہ یہ تو بتاؤ کہ کبھی تم سچ بھی بولے ہو یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ اس کہنے سے میں سچ بول دونگا تو میں تم کو جواب دیتا کہ میں کبھی سچ نہیں بولا ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں کبھی سچ نہیں بولا۔ البتہ یہ جو کہہ رہا ہوں یہ سچ ہی بولتا ہوں بہت سے عقلمند جھوٹ بولنے کی جگہ چپ رہ جانا پسند کرتے اور اس طرح اپنے کو ہر طرح سے بچا لیتے ہیں۔ جیسے ایک بزرگ کو اتفاق ہوا جب معویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا (کہ معویہ کے مرنے پر وہی بادشاہ ہوجائے) تو اس کو ایک شاندار سرخ رنگ کے محل میں بٹھایا اور لوگوں کو اسکی ولی عہدی قبول کرنے کے لئے بلایا۔ لوگ وہاں جاتے تو پہلے معویہ کو اور پھر یزید کو سلام کرتے۔ انھیں لوگوں میں ایک شخص آیا اور معویہ کو سلام کرکے اس نے کہا سرکار اگر حضور شاہزادہ یزید کو اپنا ولی عہد نہیں بناتے تو یہ سلطنت تباہ و برباد ہوجاتی۔ وہاں وہی بزرگ جن کا نام حنف تھا موجود تھے۔ وہ چپ تھے۔ تو معویہ نے ان سے کہا کیوں بھائی تم کیوں چپ ہو۔ تم اپنی رائے کیوں ظاہر نہیں کرتے (کہ یزید کو حاکم بنانا کیسا ہے) انھوں نے کیسا اچھا جواب دیا کہا میں اگر جھوٹ بولوں تو خدا کا ڈر

[1] تفسیر کبیر جلد ۴ ص۶۱

لگا ہوا ہے۔ اور اگر سچ بولتا ہوں تو آپ کا خوف ہے (اس سے بہتر ہے کہ نہ سچ بولوں نہ جھوٹ) معویہ نے کہا تم نے بڑی اچھی بات کہی تم کو خدا جزائے خیر دے اور ان بزرگ کو کئی ہزار درہم انعام دیئے۔ جب احنف وہاں سے باہر آئے تو دروازہ پر اُن سے وہی شخص ملا جس نے کہا تھا کہ اگر حضور شاہزادہ کو اپنا ولی عہد نہیں بناتے تو یہ سلطنت تباہ ہو جاتی۔ اب اس نے اکیلے میں احنف کو دیکھ کر کہا کہ بھائی میں جانتا ہوں کہ یہ کمبخت بڑا پاجی شخص ہے لیکن اُن لوگوں نے خدا کے مال و دولت پر اپنے دروازوں اور قفلوں سے قبضہ کر رکھا ہے اب اس مال و دولت کے نکالنے کے لئے ہم لوگوں کو ان کی خوشامد میں ویسی ہی باتیں کہنی پڑتی ہیں جیسی میں نے دربار میں کہی تھیں (ورنہ وہ سچی بات نہیں تھی) تب اس سے احنف نے کہا اے شخص اس سے بہتر ہے کہ چپ رہا کرو۔ کیونکہ دو رُخا بیہ مذہب والے خدا کے ہاں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے[۱] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ غرض ہم لوگوں کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے بلکہ سچوں ہی کے ساتھ رہنا چاہیئے جس کو خدا نے فرمایا ہے:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ سچوں ہی کے ساتھ رہو۔ پورے سچے تو سوا انبیاؑ اور حضرات ائمہؑ کے کہیں نہیں مل سکتے۔ اِسی وجہ سے مسلمانوں کے بڑے عالموں نے

---

[۱] مستطرف جلد ۲ صفحہ

لکھا ہے کہ اس آیۃ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ میں صادقین سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں [1] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ حضرتؑ کے بعد جتنے امام ہوئے وہ سب بھی ہمیشہ سچ ہی بولتے رہے یہاں تک کہ چھٹے امام حضرت جعفر علیہ السلام کا تو گویا نام ہی صادق ہو گیا۔ حضرت ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو پیدا ہوئے اور ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو مدینہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرتؑ کے پورے حالات کہاں بیان ہو سکتے ہیں مختصر بیان کرتی ہوں۔ یزید کے زمانہ میں کفر اور بت پرستی نے دوبارہ غلبہ پایا تھا۔ پھر اسلام کیسے زندہ رہا۔ اس کے متعلق ایک فرنگی مورخ نے لکھا ہے کہ اس (کفر اور بت پرستی) کا دوبارہ جنم لینا اسلام کے لئے سخت خوفناک اور تباہی بخش ثابت ہوا۔ پورے مدینہ والوں کو یزید کا غلام بنایا گیا۔ جس نے اسکی غلامی سے انکار کیا اُس کا سر اُتار لیا گیا اس رُسوائی اور بدنامی سے صرف دو یا تین آدمی بچے۔ جیسے حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام اور علی بن عبد اللہ بن عباس۔ ان سے یزید کی بیعت بھی نہیں لی گئی۔ مدرسے۔ شفاخانے اور دوسری رفاہ عام کی عمارتیں جو خلفاء کے زمانہ میں بنائی گئی تھیں یا تو بند کر دی گئیں یا مسمار۔ اور عرب پھر ایک ویرانہ ہو گیا۔ اسکے تھوڑی مدت کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے دادا حضرت علی مرتضیٰؑ کی تعلیم گاہ کو پھر مدینہ میں جاری کیا۔

[1] تفسیر دُر منثور جلد ۳ صفحہ ۲۹۰

# وہابی شوہر اور حنفی بی بی کا زبردست مناظرہ

عزاداری کے متعلق حضرات اہلسنت دن رات کثرت سے جو اعتراضات کرتے رہتے ہیں انسب کو وہابی شوہر کی طرف سے لکھکر اسکی حنفی بیوی کی طرف سے سب کا نہایت محققانہ جواب بطرز ناول کتاب "تصویر عزاء" میں درج کیا گیا ہے جو ۴۰۰ صفحہ میں چھپکر شایع ہوئی ہے یہ کتاب ایک نعمت خدا ہے۔ نہایت درجہ پسند کی گئی۔ صرف چند نسخے باقی ہیں جلد طلب کیجئے ورنہ پھر ملنا دشوار ہوگا۔ اس کتاب کے متعلق جناب پرنس سید محمد عباس صاحب تعلقدار شمس آباد نے تحریر فرمایا ہے" نامہ شریفہ حقہ مدظلہ العالی۔ تسلیم و تحیات۔ تصویر عزا کی تعریف حیطہ امکان سے خارج ہے۔ ایک ایک بات کے لئے سو سو ثبوت۔ اور ثبوت بھی ایسے کہ ہلائے نہ ہلیں اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ان سب امور سے بہتر یہ امر ہے کہ زمانہ موجودہ کی روش کا خیال کرکے بطرز ناول لکھا ہے اور تہذیب و متانت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔ کیا آپ اس قسم کے ناولوں کے سلسلہ کو برابر جاری رکھیں گے؟"

**مناظرہ مامون الرشید** خاندان بنی عباس کے مشہور خلیفہ مامون الرشید نے اپنی سلطنت کے ہم بڑے بڑے علماء محققین سے اس مسئلہ پر زبردست مناظرہ کیا تھا کہ جناب امیر المومنین خلفائے ثلثہ بلکہ تمام صحابہ سے افضل تھے۔ یہ پورا مناظرہ حضرات اہلسنت کی کتاب سے پورا پورا نقل کرکے مع اردو ترجمہ شایع کیا گیا ہے۔ تین مرتبہ چھپ چکا۔ اصلاح کو اس سال دو جدید خریدار عنایت فرمائیں تو یہ دلچسپ رسالہ بطور تحفہ حاضر ہو۔ (المشتہر: مینجر اصلاح کھجوا (موبہار)

**پائریا اور کافوری منجن** یہ موذی مرض جس طرح عامۃ البلوی ہو رہا ہے ظاہر ہے۔ بہت سے مخصوصین اور احباب کے اصرار سے اپنے اس کامیاب منجن کو بصورت اشتہار ملک اور قوم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ قیمت ایک ڈبیہ ۸/۔ ایک مرتبہ منگا کر امتحان کر لیجئے۔

**ملنے کا پتہ**

جناب حکیم سید باقر رضا صاحب شہر چھپرا

(سید محمد جعفر نے مطبع اصلاح مشین پریس کھجوا میں چھپا کر شایع کیا)

باسمہٖ سبحانہٗ

ماہوار رسالہ

# اصلاح


نمبر ۱۲ | ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۳ہجری | جلد ۳۸


فہرست مضامین




چندہ خاص بمد معود کے پانچ روپیہ سالانہ

مقام اشاعت

کھجوا (صوبہ بہار)

خریداروں سے سالانہ تین روپیہ

## اب فیصلہ کیونکر کیا جائے؟

ہمدردان اصلاح! ہم کئی مہینوں سے اعلان کر رہے ہیں کہ انشاء اللہ محرم ۱۳۵۵ھ سے اصلاح کے ساتھ کتاب مجالس صالحات خاتون کیطرح سوانح عمری خلیفہ اول و دوم بھی شایع کیجائیگی جسکے اوراق ناظرین اصلاح اسے علحدہ کرکے محفوظ رکھتے جائیں گے اور کتاب مکمل ہونے پر اسکی جلد بندھوالینگے۔ یہ کتاب انشاء اللہ مذہب شیعہ کی حقیقت ثابت کرنے کا بھی زبردست ذریعہ ہوگی اس وجہ سے شدید ضرورت ہے کہ شروع ہی سے پانچ ہزار چھپے۔ اگر ہمدردان اصلاح جدید خریدار اصلاح دیگر یا دس دس بیس بیس نسخے قیمت پیشگی بھیجکر خود اسکے خریدار ہو جائیں تو آسانی سے یہ پانچ ہزار چھپنے لگے مگر اب تک بہت کم حضرات نے ادھر توجہ کی تو آپ ہی بتائیں اب فیصلہ کیونکر کیا جائے یہ کتاب کتنی چھپوائی جائے۔ اب بفضلہ اس سال کا آخری نمبر حاضر ہوتا ہے اور محرم ۱۳۵۵ھ کا رسالہ اصلاح انشاء اللہ سوانح عمری خلیفہ اول کے اوراق کے ساتھ آپکی خدمت میں حاضر ہوگا۔ کوشش فرمائیے کہ جلد اس کتاب کے خریداروں کی تعداد پانچ ہزار ہو جائے۔ محرم کی مجلسوں میں اسکے لئے باقاعدہ جد و جہد کرنیکی شدید ضرورت اور اچھا موقع ہے۔ یہ کتاب دو قسم کے کاغذ پر انشاء اللہ چھپیگی۔ اس وجہ سے رسالہ اصلاح اعلیٰ درجہ کے کاغذ کا سالانہ چندہ کم از کم ۵ اور قسم دوم کا چندہ کم از کم ۳ مقرر کیا گیا ہے۔ جلد توجہ فرمائیے کہ اب دیر کا موقع نہیں ہے۔

## انصار اصلاح

حسب ذیل ہمدردان اصلاح کا کمال درجہ شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ اصلاح کو جدید خریدار عنایت فرما کر شکر گزار کیا خدا سب کو جزائے خیر دے اور دوسرے حضرات کو بھی متوجہ فرمائے (۸۴) جناب منشی غلام علی صاحب جگراؤں ۱ (۸۵) جناب سید مجتبیٰ حسین صاحب ہیڈ امین بلرامپور ۲ (۸۶) جناب آغا علی قلی خان صاحب قزلباش انسپکٹر پھلور ۱ (۸۷) جناب سید عزادار حسین صاحب تھانہ دار کوٹ ۱ (۸۸) جناب سید احمد حسین خان صاحب تحصیلدار گڑگانوں ۱ (۸۹) جناب سید نظیر احمد صاحب وکیل و اسپیشل مجسٹریٹ سیتاپور ۱ (۹۰) جناب سید صغیر حسین صاحب تھانہ جگراؤں ۱ ۔

اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ

# اصلاح

| نمبر ۱۲ | ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ ہجری | جلد ۳۸ |
| --- | --- | --- |

## الحمد للہ

کہ محض خدا رحیم کے احسان عظیم ہی سے رسالہ اصلاح کی جلد ۳۸ بھی تمام ہوئی۔ ہم کو سخت خوف تھا کہ حضرت قبلہ و کعبہ حجۃ الاسلام والمسلمین فخر المتکلمین آیۃ اللہ فی العالمین مولانا آقا سید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کی رحلت کے بعد جو برکات الٰہی جناب مرحوم کی ذات سے وابستہ تھیں مسلوب ہو جائینگی مگر غالباً جناب مرحوم کی روح کے تعلق ہی سے خداوند عالم کے فیوض و برکات دفتر اصلاح پر نازل ہوتے رہے اور دینی خدمات میں مشغول رہا اسی منعم کریم کے فضل و انعام سے قوی امید ہے کہ آیندہ بھی یہ دفتر دین مبین کی خدمات جلیلہ انجام دیتا رہے۔ وھو حسبی ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر

**التماس دعا** اب اصلاح بہت عظیم الشان خدمت کا ارادہ کرتا ہے کہ خلیفہ اول و دوم کی مفصل محققانہ سوانح عمری اردو زبان میں پوری جامعیت سے شایع کرے یہ کام ایک آدمی کے کرنے کا نہیں بلکہ دس بیس علماء ملکر انجام دیں تب شاید پورا ہو سکے اس وجہ سے ناظرین اصلاح سے مخصوص التماس ہے کہ اگر خدا کے فضل سے اصلاح کا یہ نمبر آپ حضرات کو قبل محرم مل جائے تو مجلسوں اور نمازوں میں مخصوص دعا فرمائیں کہ خدا اس مرحلہ کو بھی آسان کر دے اور جیسی آرزو و تمنا ہے اس سے بہتر یہ دونوں سوانح عمری

شایع کرادے۔ وہ مدد کریگا تو یقیناً سب صعوبات رفع ہو جائینگی اور پہاڑ سا کام پانی ایسا نرم ہو جائیگا جس طرح تصنیف مجالس خاتون و تصویر عزا میں سن ۲۴ نے کامیاب کیا۔

**دو جیّد عالم کی ضرورت**

سوانح عمری کا کام بہت اہم ہے۔ مولوی شبلی صاحب نے آنحضرت صلعم کی سوانح عمری لکھی تو متعدد علماء ان کے معین تھے۔ پھر اس سے مشکل تر کام خلیفہ اول و دوم صاحب کی سوانح عمری کا ہے۔ اس وجہ سے شدید ضرورت ہے کہ دو جیّد عالم اس کام میں ہماری مدد کریں۔ اور یہاں مستقل قیام کرکے اس کام کو پورا کریں مشاہرہ کافی دیا جائیگا جو حضرات کثرت سے کتب بینی کرتے رہتے ہوں۔ بلکہ کتب بینی کے فریفتہ ہوں وہ فوراً ہمیں مطلع کریں۔ یہ بھی ضرور لکھیں کہ وہ کس مقدار تک یہاں مستقل طور پر قیام کرینگے۔ ایک صاحب ہر وقت عربی فارسی کتابیں دیکھینگے اور دوسرے صاحب عبارتوں کا اقتباس۔ مضامین کی تلاش۔ مختلف کتابوں کی ورق گردانی۔ حوالوں کا مقابلہ وغیرہ کرینگے۔ درخواستیں جلد آئیں کہ عشرہ محرم کے بعد فوراً انتخاب کرکے ۱۲ محرم کو طلبی کا خط روانہ کردیا جائے۔ یہ تعلق انشاء اللہ مستقل ہوگا کیونکہ خلفاء ثلثہ کی سوانح عمری کے بعد انشاء اللہ حضرت رسولخدا صلعم۔ جناب امیر المومنینؑ اور باقی ائمہ طاہرینؑ کی محققانہ سوانح عمریاں لکھنے کا بھی ارادہ ہے۔ خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کا بھی خیال

**خدا کے فضل سے سوانح عمری کیسی ہوگی**

اس کا علم کس کو ہو سکتا ہے۔ البتہ خدا کا جو فضل و احسان ہم لوگوں پر برابر رہا۔ اس سے تو یہی امید ہے کہ انشاء اللہ یہ سوانح عمری بھی مذہب شیعہ کی حقیت ثابت کرنے کا زبردست ذخیرہ ہوگی۔ کیونکہ اس کے قبل دفتر اصلاح سے جو کتابیں شایع ہوئیں خدا ہی کے فضل و کرم سے وہ بھی بہت مفید تسلیم کی گئیں۔ مثلاً جناب مولوی سید حبیب حیدر صاحب دام مجدہٗ نے گلبرگہ دکن سے تحریر فرمایا ہے "تصویر عزا اور مجالس خاتون کی آجکل سخت ضرورت ہے انکی برمحل اشاعت کرکے جناب نے قوم پر احسان عظیم فرمایا ہے جسکے لئے دل سے دعا نکلتی ہے کہ جناب کے احسانات قوم پر تادیر جاری رہیں" اور جناب مولوی سید محمد ابراہیم صاحب دام مجدہٗ نے دہلی سے تحریر فرمایا ہے "واقعی آپ حضرات

جہاد قلم فرما رہے ہیں اور وہ وہ مضامین معمولی پرچوں میں لکھدیتے ہیں کہ لوگوں کو برسوں سوچنے سے بھی نہیں ملتے مختصر یہ کہ جس طرح مدرسۃ الواعظین نے زبان سے اشاعت مذہب و نکات مضامین کی آپ نے قلم سے کتابوں میں بھر کر شیعی دنیا میں بڑا کام کیا کہ جسکی وجہ سے عالموں کو مضامین ملے۔ واعظین نے نکات نکالے اور جاہل عالم بن گئے۔ خداوند عالم آپکی کوششوں میں مدد فرمائے اور ہمیشہ کے لئے جاری رکھے۔" بس ایسے ہی ہم بھی عرض کریں اور آپ بھی دعا فرمائیں کہ اس دینی خدمت کو بھی اعلےٰ درجہ کی انجام کرادے اور اس قابل کردے کہ دوسری قومیں بھی ان بزرگوں کو پہچان لیں۔

**مخصوص درخواست** کل ناظرین اصلاح سے یہ ہے کہ مجلسوں میں مومنین کو اصلاح کا خریدار بناکر شکرگزار کریں اور جس قدر پڑھے لکھے اور مذہبی علوم کے شائق حضرات معلوم ہوں ان سب کے نام اور پتے سے ہمیں جلد از جلد مطلع فرمائیں کہ ہم خود انکو اس سوانح عمری کا نمونہ ارسال کریں۔ اسمیں تو آپکو زحمت نہیں ہوگی۔ بس ایک کارڈ میں دس بیس پچاس سو پڑھے لکھے مومنین کے نام اور پتے لکھکر ہمیں بھیج دیں۔ اس طرح بھی سوانح عمری کی اشاعت میں آپکی مدد شریک ہوجائیگی۔ اب آپکے خطوط کا بیچینی سے انتظار رہے گا۔

**مناظرہ مامون اور برہان نظام کا شیعہ ہوجانا** اب بھی جو حضرات اصلاح کو دو جدید خریدار عنایت فرمائیں گے ان کو دلچسپ رسالہ مناظرہ مامون بطور تحفہ ارسال کیا جائیگا اور جو حضرات ایک ہی خریدار عنایت فرمائینگے ان کو برہان نظام شاہ کا شیعہ ہوجانا بطور تحفہ بھیجا جائیگا۔ چونکہ اس سال جدید خریدار کم ملے اس وجہ سے رسالہ برہان نظام شاہ کا شیعہ ہوجانا ابھی چھپا نہیں۔ انشاءاللہ جلد شایع ہوجائیگا۔

**تبلیغ فنڈ** مذہب شیعہ و اہلسنت کا زبردست فرق یہ ہے کہ خلیفہ اول کو اہلسنت آنحضرتؐ کا خلیفہ برحق سمجھتے ہیں اور شیعہ اس سے انکار کرتے ہیں۔ سوانح عمری خلیفہ اول سے اس مسئلہ کے حل کرنے میں انشاءاللہ بڑی مدد ملیگی۔ لہذا اس سوانح عمری کو مفت تقسیم کرنا بہت کچھ ترقی مذہب حق کا ذریعہ ہوگا۔ آپ حضرات ابھی سے

سَو سَو۔ پچاس۔ پچاس جلدوں کی قیمت ارسال فرما کر اسکے خریدار ہو جائیں تاکہ کتاب پوری ہونے پر مکمل سوانح عمری کی اتنی جلدیں آپکے پاس روانہ کر دی جائیں اور آپ انکو حضرات اہلسنت وغیر مستطیع شیعوں میں مفت تقسیم کرکے ثواب عظیم حاصل کریں۔ انشاء اللہ تصویر عزا کی طرح یہ کتاب بھی اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (لوگوں کو خدا کے سچے مذہب کیطرف حکمت اور مناسب نصیحت سے بلاؤ) کے مطابق بہت مہذب اور شیریں عبارت میں لکھی جائیگی کہ انصاف پسند برادران اہلسنت بھی خوشی سے دیکھ سکیں اور تبلیغ دین حق کا فرض کامیابی سے ادا ہو۔

**سال آئندہ کا چندہ** جن حضرات کا سال رواں کا چندہ آچکا اگرچہ وہ اسی ماہ ذی الحجہ میں آیا ہے وہ اسی ذی الحجہ میں ختم بھی ہوگیا۔ لہذا سال آئندہ ۱۳۵۴ کا چندہ بھی بذریعہ منی آرڈر عنایت فرما کر شکر گزار کریں تاکہ آئندہ سال کے جو انتظامات در پیش ہیں انمیں سہولت ہو اور پھر آئندہ سال کے آخر تک اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر عنایت کرنے کا خیال نہ کریں۔ اگر آئندہ سال کا چندہ جلد نہ آیا تو بدرجہ مجبوری ہم محرم ۵۴ کا رسالہ اصلاح بذریعہ وی پی روانہ کرینگے جسکو مہربانی کرکے آپ حضرات وصول فرمالیں۔ اگرچہ آپکا اور ہمارا نفع اسی میں ہے کہ آپ منی آرڈر بھیجدیں

**اعمال عاشوراء** بفضلہ تعالیٰ اعمال عاشورا حضرت حجۃ الاسلام مولانا آقا الشیخ زین العابدین مجتہد اعظم کربلا اعلے اللہ مقامہ کے فتاویٰ کے مطابق بہت خوشخط اور عمدہ چھپ گیا جس نسخہ کی نقل کرکے یہ رسالہ چھپا ہے اسکی قیمت عہ تھی مگر مطبع اصلاح کا چھپا ہوا یہ رسالہ صرف ۷ ر میں ملیگا۔ اگر دس دس بیس بیس نسخے ایک ساتھ ہی منگائیں تو محصول وغیرہ میں بہت کفایت ہوگی۔ تاجران کتب کو عہ فی صدی کمیشن ملیگا۔ جلد منگائیے ورنہ خدا کے فضل سے زیادہ نسخوں کے ایران و عراق چلے جانیکی امید ہے۔ اب جناب حاجی سید مہدی حسن صاحب دام شرفہ زاد المعاد

کو بھی چھپوانے کی طرف متوجہ ہیں۔ یہ بھی انشاءاللہ مطلع اصلاح کی ایک شاندار خدمت ہوگی۔ صحیفہ کاملہ مترجمہ کو جناب سید حسن اختر صاحب دام شرفہ چھپوانا چاہتے ہیں کہ گئے

**رسالہ تقیہ والولی** الحمدللہ کہ رسالۃ الشمس کا رسالہ تقیہ اور الولی دونوں مکمل شایع ہو

پہلے کی قیمت ۸؍ اور دوسرے کی ۱۲؍ ہے۔ رسالہ تقیہ میں قرآن مجید و احادیث و تواریخ سے تقیہ کی نہایت زبردست دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔ اور رسالہ الولی میں وہ مشہور مناظرہ مکمل شائع کیا گیا ہے جو مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر اور جناب مولانا سید فرمان علی صاحب قبلہ مرحوم کے درمیان خلافت بلافصل حضرت امیرالمومنینؑ کے متعلق مدۃ دراز تک ہوتا رہا اور مولانا مرحوم نے آیہ انما ولیکم اللہ سے حضرتؑ کی خلافت بلافصل ایسی جامعیت سے ثابت کردی کہ آج تک اس کا جواب علماء اہلسنت سے نہ ہو سکا۔ جلد منگایئے ورنہ طبع ثالث کا انتظار کرنا ہوگا۔ اب کوشش کی جاتی ہے کہ انشاء اللہ سنہ ۱۳۵۱ھ ہجری سے تفسیر قرآن مجید بہت تحقیق اور جامعیت سے اردو زبان میں رسالۃ الشمس کے ہمراہ شایع ہو سکے۔ آپ حضرات دعا فرمائیں کہ خدا یہ ارادہ پورا کرے۔ کہ بہت عظیم الشان دینی خدمت کی ہمت کی گئی ہے

## جناب فضہ رضی اللہ عنہا

جناب سیدہؑ کی مشہور کنیز ہیں۔ انکے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے صرف اس قدر لکھا ہے "فضہ نوبیہ جناب فاطمہ زہراؑ کی لونڈی تھیں۔ علامہ ثعلبی نے سورہ ہل اتیٰ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے یُوفُونَ بِالنَّذْرِ کی شان نزول یہ ہے کہ امام حسنؑ و امام حسینؑ بیمار ہوئے حضرت رسولخدا صلعم ان کو دیکھنے گئے اور دوسرے اہل عرب بھی [illegible] جناب امیرؑ سے کہا کہ آپ انکی صحت کے لئے کوئی نذر کیجئے۔ حضرت نے [illegible] کہ اگر دونوں اچھے ہو جائیں گے تو آپ اسکے شکریہ میں تین روز تک روزہ رکھیں گے۔

جناب سیدہ نے بھی یہی نذر کی اور آپکی لونڈی فضہ نوبیہ نے بھی یہی نذر کی۔ پھر اس کا پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ اور کتاب المستغیثین وغیرہ میں ہے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے اپنی صاحب زادی جناب سیدہ کو ایک لونڈی دی تھی جسکا نام فضہ تھا اور جو نوبیہ تھیں۔ ان سے اور جناب سیدہ سے طے ہو گیا تھا کہ گھر کا کچھ کام وہ کریں اور کچھ حضرتؑ کریں۔ پھر آنحضرت صلعم نے انکو ایک دعا تعلیم کر دی کہ اسی طرح دعا مانگا کرو۔ جناب سیدہ کو جب فضہ ملیں تو حضرتؑ نے پوچھا بتاؤ تم آٹا گوندھا کروگی یا روٹی پکایا کروگی۔ انھوں نے عرض کی اے شاہزادی میں آٹا گوندھا کرونگی اور لکڑی لایا کرونگی۔ غرض وہ لکڑی لانے گئیں اور ایک گٹھا لیکر چاہا کہ اُٹھائیں مگر بوجہ نہ اُٹھ سکا تو وہی دعا پڑھنے لگیں جو آنحضرت صلعم نے ان کو سکھائی تھی اور وہ یہ ہے یَا وَاحِدُ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ اَحَدٌ تُمِیْتُ کُلَّ اَحَدٍ وَتُغْنِیْ کُلَّ اَحَدٍ وَاَنْتَ عَلٰی عَرْشِکَ وَاحِدٌ وَلَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ۔ اے وہ جو اکیلا ہے جسکے ایسا کوئی نہیں ہے تو ہی ہر شخص کو موت بھی دیتا ہے اور روزی بھی اور تو اپنے عرش پر بالکل اکیلا ہے۔ اس کو نیند وغیرہ کچھ نہیں آتی ہے اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ ایک اعرابی سامنے آگیا اور اس نے وہ گٹھا اُٹھا کر جناب سیدہ کے گھر تک پہونچا دیا (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۲) جناب ممدوحہ کے نام میں نوبیہ ہے۔ اسکے متعلق لکھا ہے " نوبہ ایک فرقہ ہے سودان کا اسکی نسبت نوبی ہے"۔ (انوار اللغۃ پارہ ۲۵ صفحہ ۱۳۵) مطلب یہ ہوا کہ جناب فضہ سودان ملک افریقہ کے حبشی فرقہ نوبہ سے تھیں۔ موصوفہ کے والد یا والدہ کا نام نہیں معلوم ہوتا ناظرین اصلاح سے کسی صاحب کو موصوفہ کے مفصل حالات کسی کتاب میں ملیں تو مع حوالہ کتاب لکھکر بھیجدیں کہ بعض ہمدردان اصلاح کو اشتیاق ہے۔

| | |
|---|---|
| **وقف ہو گئی** | سال گزشتہ سے اطراف و جوانب ہندوستان سے |

لوگ عموماً۔ لکھنؤ۔ کلکتہ اور مرشد آباد سے خصوصاً امام بارہ معظمہ حسنیہ ہوگلی میں ایام محرم الحرام و رمضان المبارک و نیز غیر ایام میں چلے آتے ہیں اور بڑی بڑی رقوم کی اعانت کی امید کرتے ہیں۔ امام بارہ موصوفہ متذکرۂ بالا کا سارا کام و انتظام ایک سالانہ بجٹ کے ماتحت ہوتا ہے جس میں ہر چیز کیلئے ایک خاص رقم معین ہوتی ہے۔ جناب متولی صاحب قبلہ کو اس سے زائد نہ تو صرف کرنیکا موقع ہے اور نہ اجازت ممبران کمیٹی انتظامیہ ہے۔ لہذا ہر ایک خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر بہ طلب اعانت امام بارہ حسنیہ ہوگلی آنیکا ارادہ کریں یا تشریف لائیں تو قبل از وقوع واقعہ جناب صاحب تولیت قبلہ سے بذریعہ تحریر اجازت حاصل کرلیں۔ بغیر اسکے اگر تشریف لائیے تو امام بارہ انکی زحمت کشی کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ والسلام

مرزا حسن رضا بیگ دیوان و مرزا محمد امین فرا تھرڈ کلرک امام بارہ ہوگلی

## اخبار غم

افسوس (۱) جناب نواب سید حیدر مرزا صاحب موسوی پنشنر دہلی کی پھوپھی زاد بہن نے ۱۰ر دسمبر کو فالج سے انتقال کیا جس سے ممدوح کو بہت صدمہ ہے (۲) جناب حاجی محمد تقی صاحب ہیڈ ملکمٹ کلکٹر یہ ہمیٹی کی بہت پیاری اور بھولی لڑکی نے ۵ر جمادی الاولی کو انتقال کرکے والدین کو شدید غم میں مبتلا کیا۔ (۳) جناب محمد جعفر صاحب ساکن حسین گنج کے اکلوتے صاحبزادے نے جو ۱۰ سال کے تھے ۲۶ر ذیقعدہ کو انتقال کرکے والدین کو سخت صدمہ دیا ان کا صرف یہی ایک لڑکا ہی تھا (۴) جناب سید شبیر حسین صاحب ترمذی ہیڈ ماسٹر اسکول چھیارہی ضلع امرتسر کے ہونہار بچے نے بھی انتقال کیا جس کا ممدوح کو نہایت صدمہ ہے (۵) جناب محمد اصغر صاحب ساکن حسن پورہ نے جو جوان صالح تھے انتقال کرکے اپنے والدین کو جس حالت میں چھوڑا بیان نہیں ہوسکتی۔ (۶) عالی جناب نواب سید چھوٹے نواب صاحب رئیس گزری پٹنہ نے ۱۲ر ذیقعدہ کو انتقال کیا۔ مرحوم بڑے

معزز خاندانی رئیس تھے۔ خدا آپکے صاحبزادے نواب سید محمد مہدی صاحب ایم۔ ال۔ سی کو صبر جمیل عطا فرمائے (۷) جناب مولانا سید محمد لطیف صاحب قبلہ زنگی پوری امام جمعہ و جماعت پٹنہ نے ۲۷ شوال کو انتقال کیا مرحوم زہد۔ ورع۔ سادگی تواضع۔ انکسار کے مجسم نمونہ تھے (۸) بنارس کے مشہور سوداگر جناب نواب مرزا صاحب نے بھی ۲۷ شوال کو انتقال کیا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مجمع تھے۔ مذہبی امور میں خاص اہتمام رکھتے (۹) جناب سید ضیاء الاسلام صاحب عیاں بی۔ اے۔ ال۔ ال بی وکیل میرٹھ نے ۱۵ شوال کو انتقال کیا۔ مرحوم قومی امور میں بڑے نمایاں کام کرتے تھے (۱۰) جناب سید زوار حسین صاحب سب انسپکٹر پولیس نے ۸ ذیقعدہ کو سیوان میں انتقال کیا خدا آپکے بھائی جناب سید امیر حیدر صاحب کورٹ انسپکٹر سیوان کو صبر دے۔ خدا مرحومین کی مغفرت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ مومنین سورہ فاتحہ و توحید کا ثواب سب کی روحوں کو ایصال کرکے مثاب ہوں۔

## سریا ضلع آرہ

قصبہ سریا میں وہاں کے مومنین پر اغیار کی طرف سے بہت سے ظلم و ستم ڈھائے گئے ہیں۔ عزاداری میں رکاوٹیں حائل کی جاتی ہیں اور معاملات یہاں تک پہونچ گئے ہیں کہ ان کا پانی بند کر دیا گیا ان کا قبرستان کافروں کے حوالے کرکے اسکی بے حرمتی کرائی گئی۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ سے سب و شتم کی جانے لگی شبیہ کربلا اور روضہ حضرت عباسؑ پر تسلط کیا جانے لگا شیعوں کے بچوں کو ان کے مکانوں میں بند کرکے زد و کوب کیا گیا۔ تب بست و یکم ماہ صیام کو غیر شیعہ افراد نے اہل ہنود کی معیت میں ماتم کنان شیر خدا پر پتھروں کی بوچھار کی۔ ان تمام مصائب پر مومنین سریا جو بہت اقلیت میں ہیں اپیل کرتے ہیں کہ انکی اس آڑے وقت میں دامے۔ درمے۔ قدمے۔ سخنے اعانت کی جائے۔ جملہ مراسلات کیلئے سکریٹری انجمن حسینیہ سریا ڈاکخانہ تیلوتھو ضلع آرہ کا پتہ کافی ہوگا (خلاصہ ہینڈبل مطبوعہ)

"مصیبت زدگان قصبہ سریا ضلع آرہ"

کے سر گھر میں آواز پہونچی جب اذان کی آواز قطامہ کے کان میں پہونچی تو اُس نے ابن ملجم سے کہا کہ سُن تو علیؑ اذان کہہ رہے ہیں۔ پس وہ بدبخت مسجد کی طرف روانہ ہوا اور جب حضرتؑ اذان کہہ کر مسجد کے اندر پہونچے تو اُس نے حضرتؑ کے سر پر تلوار لگائی۔ مگر اکثر کتابوں میں ہے کہ ابن ملجم پہلے سے مسجد میں سویا ہوا تھا حضرتؑ اذان کہہ کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے لگے تو ابن ملجم مسجد کے پایہ کی آڑ میں کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ حضرتؑ نے ایک رکعت نماز پڑھی جب پہلے سجدے سے سر اُٹھایا اُس وقت اُس نے اِس زور سے سر اقدس پر تلوار لگائی کہ وہ پیشانی تک اُتر آئی جس سے حضرتؑ سنبھل نہ سکے زمین پر جھک گئے اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَة (اللہ کے نام پر اور خدا پر بھروسا کر کے اور حضرت رسولخدا کے دین پر کعبہ کے پروردگار کی قسم میں کامیاب ہو گیا)۔ آہ آہ اُس وقت مسجد کے دروازے آپس میں ٹکرانے لگے۔ قندیلیں بجھ گئیں۔ دنیا میں اندھیرا ہو گیا۔ جناب جبرئیلؑ نے آسمان زمین کے درمیان پکار کر کہا خدا کی قسم ہدایت کے پائے گر گئے خدا کی قسم آسمان کے ستارے غروب کر گئے۔ پرہیزگاری کے نشان مٹ گئے۔ خدا کی قسم دین کی مضبوط رسی ٹوٹ گئی۔ ہائے حضرت رسولخداؐ کے بھائی قتل کر دیئے گئے۔ حضرت رسول مجتبٰیؐ کے بھائی مار ڈالے گئے حضرت علی مرتضٰیؑ شہید کر دیئے گئے۔ خدا کی قسم سید اوصیاء ہلاک کر دیئے گئے۔

حضرتؑ کو شقی ترین شخص نے قتل کر دیا۔ شاعر نے لکھا ہے

آپہونچا جب زمانِ شہادت قریب تر — دیتے تھے اپنے مرگ کی اک ایک کو خبر
افطار کر کے صوم کو روتے تھے اس قدر — ہوتی تھی آنسوؤں سے محاسن تمام تر
روزوں سے رخصتِ شہِ عالی مقام تھی — اٹھارہ دیں کی شام قیامت کی شام تھی

فارغ ہوئے فریضۂ مغرب سے جب امام — کلثوم نے آگے لا کے رکھا مجمع طعام
دو روٹیاں تھیں جو کی تو پانی کا ایک جام — تھی یہ غذائے خاص شہنشاہ خاص و عام
واقف نہ لذتوں سے جہاں کا امیر تھا — اس دن نمک تھا اور پیالے میں شیر تھا

بیٹی سے تب یہ کہنے لگے شاہ قلعہ گیر — دو نان خورش سے خلق میں واقف نہیں فقیر
بڑھ کر نمک اٹھانے لگی دخترِ امیر — فرمایا اس کو رکھ دو اٹھا او یہ ظرفِ شیر
کافی نمک ہے شیر پہ رغبت نہیں مجھے — بیٹی حساب دینے کی طاقت نہیں مجھے

وہ شب تڑپ تڑپ کے علیؑ نے جو کی بسر — آیا غضب کا روز نمایاں ہوئی سحر
پڑھ کر دعا کسی اسد اللہ نے کمر — گھر چھوڑ کر چلے شہ والا خدا کے گھر
شبرؑ اٹھا کے تیغ ہوئے ساتھ باپ کے — مرغابیاں لپٹ گئیں دامن سے آپ کے

ہر چند انھیں ہٹاتے تھے سلطانِ بحر و بر — چونچوں سے چھوڑتے تھے نہ دامن وہ جانور
فرمایا بیٹیوں سے یہ میرے ہیں نوحہ گر — تم ان کے دانے پانی کی رکھیو ذرا خبر
پہلے یہ سیر ہولیں تو کھانے کو کھائیو — ماتم میں باپ کے نہ انھیں بھول جائیو

یہ کہہ کے کھولنے جو لگے در کو مرتضاؑ — زنجیر در جگہ سے نہ ہٹتی تھی مطلقا
لکھا ہے زورِ فاتحِ خیبر نے یہ کیا — زیبِ کمر جو تھا وہ کمر بند کھل گیا
الٹا جو آستین کو تو زنجیر ہٹ گئی — لیکن کمر سے شیرِ خدا کے لپٹ گئی

زنجیر کو چھڑا کے چلے شاہِ بحر و بر — دیکھا کہ پیچھے پیچھے حسنؑ ہیں برہنہ سر
فرمایا تم کدھر چلے اے پارۂ جگر — گھر میں نماز آج پڑھو صدقے ہو پدر

تنہا ہیں دونوں بیٹیاں شیرِ الٰہ کی — جاؤ تمہیں قسم ہے رسالت پناہ کی
ناچار پھر کے آئے حسن شاہ نیک خو — بہنوں کو صحن خانہ میں دیکھا کشادہ مو
پانی امام زادے نے مانگا پئے وضو — مسجد میں وہاں نمازی کا بہنے لگا لہو
آواز جبرئیل کی آئی غضب ہوا — مسجد میں حق کے قتل اسیر عرب ہوا

## اٹھائیسویں مجلس ۲۸

۲۰ ماہ مبارک رمضان کی جس میں خودکشی کرنے۔ ڈوب کر یا زہر کھا کر مرجانے کا گناہ بتایا گیا۔ پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل و شہادت کا حال لکھا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ خدا فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (تم اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو) مطلب یہ کہ اپنی جان نہ دو۔ اپنے کو قتل نہ کرو۔ زہر کھا کر یا ہیرے کی کنی کھا کر یا ڈوب کر یا اور کسی طرح اپنے کو ہلاک نہ کرو کہ یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور جو ایسی موت مرے گا وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں پڑا رہیگا۔ اس لیے کہ جس طرح خدا نے دوسروں کے قتل کرنے سے منع کیا اسی طرح اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے بھی روکا ہے جو سزا اس کی ہوگی وہی سزا اسکی بھی ہوگی اور قتل کرنے والوں کی سزا کو کوئی بیان ہی نہیں کرسکتا ہے۔ دوسری آیۃ میں خدا فرماتا ہے وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا

فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا (تم لوگ اپنے
آپ کو قتل نہ کرو۔ یقیناً اللہ تم لوگوں پر رحیم اور مہربان ہے
اور جو شخص زور ظلم سے ایسا گناہ کرے گا ہم اس کو قیامت
کے روز دوزخ کی آگ میں لے جا کر جھونک دینگے اور
یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان بات ہے) جس کا
مطلب ہے کہ تم اپنی کسی مصیبت۔ کسی پریشانی۔ کسی تکلیف
کسی غم۔ کسی حادثہ کے رنج میں خود کشی نہ کرو۔ تمہارے
دکھ کو خدا دیکھتا ہے اور وہ تم پر بہت مہربان ہے۔ تمہارے
حق میں جو کرتا ہے تمہارے لئے اچھا ہی کرتا ہے۔
کبھی یہ نہ سمجھو کہ وہ تمہاری مصیبت سے غافل ہے۔
وہ تم کو جس تکلیف میں رکھتا ہے اس کا بدلہ بھی دنیا میں یا
آخرت میں دے گا۔ پھر خود کشی کر کے کیوں جان دو۔
اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ مومن مرد
اور عورت ہر آفت میں مبتلا ہو سکتی ہے اور ہر طرح کی
موت مر سکتی ہے مگر وہ خود کشی نہیں کریگی۔ جس کا صاف
مطلب یہ ہوا کہ ہم جس موت سے مریں ایمان ہی پر دنیا
سے اٹھ سکتے ہیں لیکن خود کشی ایسی چیز ہے کہ جو لوگ
اس سے مرینگے وہ ایمان سے علیحدہ ہو کر مریں گے۔
کافر مریں۔ لامذہب مریں یا جو موت ہو ایمان کی موت
نہیں مرینگے [۱] خدا اور رسول کے نزدیک آدمی کی جان کی یہ

---

[۱] وسائل الشیعہ جلد ۳ صد ۵۰۲

عزت اور قیمت ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلعم نے کافروں کے مقابلہ پر ایک لشکر بھیجا۔ اس نے دشمنوں کو ہرا دیا۔ جب مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری آئی تو آنحضرت صلعم بہت خوش ہوئے۔ جو صحابی خوش خبری لائے تھے وہ کہنے لگے یا حضرتؐ دشمن جب بھاگ گئے تو ہم نے اُن کا پیچھا کیا۔ اُن میں سے ایک شخص کہنے لگا میں مسلمان ہوں مسلمان ہوں مگر میں نے اسکو نہیں چھوڑا اور قتل کر دیا۔ وہ صرف اپنی جان بچانے کو یہ کہتا تھا۔ اس پر حضرتؐ کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کیا تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے؟ تب وہ صحابی کہنے لگے یا حضرتؐ خدا سے دعا فرمائیے کہ میرا گناہ (جو اس کو قتل کر دیا) بخش دے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں تمہاری بخشش کی دعا نہیں کر سکتا اب سنئیے جب وہ صحابی مرے تو لوگوں نے اُن کو دفن کیا مگر صبح کو دیکھا گیا تو وہ لاش زمین کے باہر پڑی تھی۔ پھر دفن کئے گئے پھر قبر نے انکو نکال پھینکا۔ پھر صحابہ نے دفن کیا۔ پھر قبر نے باہر کر دیا۔ تب لوگوں نے اُن کو لے جا کر کسی غار وغیرہ میں پھینک دیا۔ اور اس واقعہ سے لوگوں کو سخت خوف پیدا ہو گیا[1] اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے چند صحابی کہیں گئے۔ راستے میں کچھ دشمن مل گئے۔ ان لوگوں

[1] در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۲

میں مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے ان دشمنوں کو شکست دی۔ ایک صحابی نے ان دشمنوں سے کسی شخص کا مال و اسباب لوٹنے کے لئے پیچھا کیا۔ وہ چلانے لگا بھائی میں مسلمان ہوں مگر ان صحابی نے کچھ نہیں سُنا اور نیزوں سے اُس شخص کو مار مار کر ذبح کر دیا۔ اس واقعہ کی خبر حضرت رسولخدا صلعم کو ہوئی تو اُن صحابی سے فرمایا جب اس بیچارے نے اپنے کو مسلمان کہہ دیا تب بھی تم نے قتل کر دیا؟ اُنھوں نے کہا یا حضرتؐ وہ صرف پناہ لینے اور اپنی جان بچانے کو زبانی سے مسلمان کہتا تھا۔ حضرتؐ نے پوچھا کیا تم نے اُس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ صرف زبان سے اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور دل سے کافر ہے؟ غرض اس کے چند دنوں کے بعد وہ صحابی مر گئے۔ لوگوں نے قبر کھود کر اُس میں انکو دفن کیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ لاش زمین کے باہر پڑی ہے لوگوں نے پھر دفن کیا۔ زمین نے پھر نکال باہر کیا۔ پھر دفن کئے گئے پھر قبر نے پھینک دیا۔ راوی بیان کرتے تھے کہ میں نہیں کہہ سکتا کتنی مرتبہ وہ لاش دفن کی گئی اور ہر مرتبہ قبر نے اس کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ تب لوگوں نے اس کو لیجا کر کسی غار یا کھوہ وغیرہ میں ڈال دیا[۱]۔ بی بیو جب ایک معمولی مسلمان کے قتل کرنے کی یہ سزا تھی تو اُس نور خدا کے قتل کی سزا کوئی کیونکر بیان کر سکتا ہے جو خدا و رسولؐ

---

[۱] تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۰۰

کا سب سے زیادہ پیارا اور تمام مومنین کا سردار اور آقا تھا۔
وہی بزرگ جن کی مجلس میں ہم آپ بیٹھی رکر رہی ہیں وہی
جن کی عزت خدا اور رسول کی نظروں میں یہ تھی کہ ایک دفعہ کسی
صحابی نے حضرت رسولخدا صلعم سے پوچھا کہ حضور کو سب
سے زیادہ کون پیارا ہے۔ حضرت نے کسی کا نام لیا۔
تو اس نے پوچھا اور حضرت علیؑ؟ اس پر حضرت اپنے صحابہ
کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا (اس شخص کی عقل) دیکھتے
ہو یہ مجھ سے اس شخص (علیؑ) کے بارے میں سوال کرتا
ہے جو میری جان۔ روح اور نفس ہے۔ آنحضرت صلعم
یہ بھی فرماتے تھے کہ لوگوں کے مسلمان ہونے سے سات
برس پہلے سے فرشتے مجھ پر اور علیؑ پر درود بھیجتے رہے
ہیں۔ آنحضرت صلعم یہ بھی فرماتے تھے کہ علی سب آدمیوں
سے افضل ہیں جو اس بات کا اعتقاد نہیں رکھیگا وہ کافر
ہے یہ بھی فرماتے تھے کہ علیؑ بہترین ناس ہیں جو اس کو نہیں
مانے گا وہ کافر ہو جائیگا۔ آنحضرت صلعم یہ بھی فرماتے تھے
کہ علیؑ کے چہرے کی طرف نظر کرنی بھی عبادت ہے۔ یہ
بھی فرماتے تھے کہ علیؑ کی دوستی گناہوں کو اس طرح کھا کر
ختم کر دیتی ہے جس طرح آگ جلا کر لکڑی کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ
بھی فرماتے تھے کہ میں ہر آدمی کا سردار ہوں اور علیؑ عرب کے
سردار ہیں ؁ حضرت کا یہ درجہ تھا کہ جب خیبر کی لڑائی میں

؁ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۴ و ۱۵۶

حضرت علم لے کر تشریف لے چلے ہیں تو خدا کے دونوں معزز فرشتے آپ کے ساتھ تھے۔ ایک جناب جبرئیلؑ جو حضرتؑ کے داہنی طرف تھے۔ دوسر جناب میکائیلؑ جو حضرتؑ کے بائیں طرف تھے سلہ ایسے محبوب خدا کے قاتل کی سزا کی کیا حد ہو گی۔ مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ ابوالقاسم بیان کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ مکہ معظمہ میں مسجد حرام میں تھا تو دیکھا کہ مقام ابراہیمؑ کے پاس لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک راہب (عیسائی پادری) مسلمان ہو کر اپنے ملک سے مکہ میں آیا ہے وہ عجیب و غریب باتیں بیان کرتا ہے۔ اسکے سننے کو لوگ جمع ہیں۔ یہ سن کر میں نے بھی جھانکا تو دیکھا کہ ایک بڑے ڈیل ڈول کا بوڑھا شخص اون کا کپڑا اور ٹوپی پہنے ہوئے مقام حضرت ابراہیمؑ کے پاس لوگوں سے کوئی واقعہ بیان کرتا ہے اور سب کان لگا کر اسکی باتیں سن رہے ہیں۔ انھیں باتوں میں اُس نے بیان کیا کہ ایک روز میں اپنے ملک میں اپنے گرجا گھر کے اندر بیٹھا ہوا تھا اتنے میں دیکھا کہ سمندر کے کنارے گدھے کے برابر ایک پرندا آیا اور ایک چٹان پر اترا۔ وہاں بیٹھکر اُس نے قے کی اور ایک آدمی کا چوتھائی حصہ اپنے منھ سے نکال کر زمین پر اُگل دیا۔ پھر اڑ گیا اور تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے غائب ہو گیا کچھ دیر کے بعد پھر اسی طرح

سلہ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۵

آیا قے کی۔ اس آدمی کے دوسرے حصہ کو اُگل دیا اور اُڑ گیا
تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا۔ قے کی۔ اُس آدمی کے تیسرے
حصہ کو اُگل دیا اور اُڑ گیا۔ غرض اسی طرح وہ پرندا چار مرتبہ
آتا قے کرتا اور اُس آدمی کے چوتھائی حصہ کو اُگلتا رہا جب
اس آدمی کے کل حصے باہر آچکے تو سب حصے ایک دوسرے
سے مل گئے اور اس سے ایک پورا آدمی بن کر کھڑا ہو گیا۔
وہ عیسائی راہب بیان کرتا تھا کہ میں بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا
جس سے بہت تعجب ہوا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ تھوڑی دیر
کے بعد دوسرا تماشا شروع ہوا کہ پھر وہی پرندا جھپٹ کر
نیچے اُترا اور اُس آدمی سے چوتھائی حصہ کو نوچ کر لے
اُڑا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آیا اور جھپٹ کر دوسرا حصہ
لے گیا۔ اسی طرح اس آدمی کا پورا حصہ غائب ہو گیا۔ اب
میں اور زیادہ گھبرایا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ اسکے ساتھ یہ افسوس
بھی ہوا کہ میں نے اس آدمی سے پوچھ کیوں نہیں لیا کہ وہ کون ہے
اور اُس کے کس جرم کی سزا میں اُسکی یہ سزا ہو رہی ہے۔ مگر
سوا حسرت کے اب اختیار ہی کیا تھا۔ وہ دن اور رات
نہایت تعجب و حیرت میں بسر ہوئی۔ جب دوسرا دن آیا تو کیا
دیکھتا ہوں کہ پھر وہی پرندا آیا اور جس طرح پہلے روز کیا تھا
بالکل وہی آج بھی کیا۔ اب تو موقع مل گیا۔ جب اسکے قے
کیئے ہوئے چاروں حصے مل گئے اور وہ آدمی کھڑا ہو گیا تو
میں اپنے گرجا سے نیچے اُتر آیا۔ باہر نکلا۔ لپک کر اس کے پاس

پہونچا اور اس شخص سے کہا بھائی میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں بتاؤ تم کون ہو۔ اس پر وہ شخص چپ رہا۔ پھر میں نے کہا جس خدا نے تم کو پیدا کیا ہے اُسی کے حق کا میں تم کو واسطہ دیتا ہوں مجھے بتادو تم کون ہو۔ تب وہ بولا میں ابن ملجم ہوں۔ میں نے کہا اس پرندے کے ساتھ تمہارا کیا قصہ ہے۔ اس نے کہا میں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا تھا جس سے مجھ پر یہ پرندا مسلط کر دیا گیا ہے کہ ہر روز مجھے یہی سزا دیتا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ یہ سنکر میں اپنے گرجا گھر سے باہر نکلا اور پوچھا پھرا کہ حضرت علی ابن ابیطالب کون تھے۔ لوگوں نے بتایا وہ حضرت رسولخدا صلعم کے چچازاد بھائی تھے۔ تب میں مسلمان ہو گیا اور خانہ کعبہ کا حج اور حضرت رسولخدا صلعم کی زیارت کرنے آیا ہوں [1] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ بی بیو! بے شک ابن ملجم اسی قابل تھا کہ دنیا میں بھی اس کو سخت سزا دی جاتی اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ اس نے حضرتؑ کو بالکل بے قصور شہید کیا اور جس بے دردی سے قتل کیا اسکے خیال سے کلیجا منہ کو آتا ہے۔ وہ خود بیان کرتا تھا کہ میں نے اس تلوار کو جس سے حضرتؑ شہید ہوئے چالیس دن تک خوب تیز کیا تھا۔ یہ بھی کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی اور ہزار ہی درہم کے زہر میں اسکو بجھوایا ہوں۔ اب اسکی مار ایسی سخت ہو گئی

---

[1] مناقب ابوبکر خوارزمی و حدیقۃ الافراح چھاپا کلکتہ صفحہ ۱۷۵

ہے کہ وہ ضربت جو ملعون نے حضرت علی ؑ پر لگائی اگر تمام اہل شہر پر پڑ جاتی تو ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہیں بچ سکتا تھا[1]۔ اُف اس زہر بھری تلوار سے ہمارے مولا کی کیا حالت ہو گئی۔ ابن ملجم ایک عورت قطامہ پر عاشق ہو گیا تھا اُس کم بخت نے شرط کی تھی کہ اگر علی کو قتل کر دو تو میں تم سے شادی کروں۔ اس قتل میں دو آدمی وردان اور شبیب بھی ابن ملجم کے مددگار تھے اور بعض کتابوں میں ہے کہ خلیفہ اول کے بہنوئی بھی حضرت ؑ کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔ جب حضرت ؑ نے مسجد میں آ کر حسب معمول نماز صبح کے واسطے اذان کہی اور قطامہ نے حضرت ؑ کی آواز سنی تو تینوں خارجیوں کو (جو اُس رات اسی ارادے سے قطامہ ہی کے گھر سوئے تھے) جگایا اور کہا اب اپنا کام کرو۔ شبیب اور وردان تو مسجد کے دروازے پر بیٹھے اور ابن ملجم مسجد کے اندر جا کر چھپ رہا۔ جب حضرت ؑ اذان دے چکے اور مسجد میں تشریف لائے شبیب نے تلوار کا وار کیا وہ مسجد کے طاق پر پڑا اور تلوار ٹوٹ گئی۔ وردان کی تلوار دیوار پر پڑی اور یہ دونوں بھاگ گئے۔ ابن ملجم ٹھہرا رہا یہاں تک کہ حضرت ؑ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز شروع کی۔ آہ آہ اب کیا بیان ہو کہ کیسی قیامت کی گھڑی آ گئی جب حضرت ؑ نے پہلی رکعت کے پہلے سجدے سے سر اُٹھایا ابن ملجم نے زور سے تلوار لگائی۔

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۸۵

یہ وار اُسی جگہ پڑا جہاں جنگ خندق میں عمرو بن عبدود کی تلوار پڑی تھی۔ حضرتؑ کا سر پھٹ گیا۔ مغز تک شگافتہ ہو گیا۔ حضرتؑ نے زخم کھا کر فرمایا فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَہ خدا کی قسم میں بڑے درجہ (شہادت) پر پہونچ گیا۔ لوگ ابن ملجم کو پکڑ کر حضرتؑ کے سامنے لائے۔ حضرت نے حکم دیا کہ اب اسے قید رکھو۔ اچھا کھانے کو اور نرم بچھونا سونے کو دینا۔ اگر میں بچ گیا تو میں اپنے خون کا خود ولی ہوں خواہ معاف کر دوں خواہ قصاص لوں۔ لیکن اگر مر گیا تو اسے بھی مار دینا مگر حد سے نہ گزرنا[1] آہ آہ حضرت بچتے کیوں کر زہر تمام جسم مبارک میں پھیل گیا تھا۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

لایا تھا زہر میں جو بجھا کے تیغ — مولا گرے زمیں پہ مسجد میں کھا کے تیغ
غل پڑ گیا کہ سر پہ لگی مرتضیٰ کے تیغ — کھائی خدا کے شیر نے گھر میں خدا کے تیغ
گہرا ہے زخم فرق امام حجاز پر — سر سے ٹپک رہا ہے لہو جا نماز پر
شیر خدا جو تھامے تھے ہاتھوں سے اپنا سر — خوں دونوں کہنیوں سے ٹپکتا تھا خاک پر
بھاگا جو ابن ملجم ملعون و بد سیر — پکڑا اُسے علیؑ کے محبوں نے دوڑ کر
لائے جو ہاتھ باندھ کے مولا کے سامنے — قاتل پہ مسکرا کے نظر کی امام نے
فرمایا میں نے کون سی کی تھی تیری خطا — نیکی کا بدلا تھا یہی تو نے جو کچھ کیا
کیا میں برا امام تھا اے بانی جفا — رویا جو سر جھکا کے تو مولا نے یہ کہا
اس درد میں بھی سب کے مرض کی دوا ہو تم — یا ندھو نہ ہاتھ اس کہ مشکل کشا ہو تم
لائے سبو جو گھر میں تو غش تھے امام پاک — کرتے تھے آہ آہ باواز دردناک

[1] تاریخ طبری و کامل وغیرہ

چہرا لہو میں تر تھا بھویں تک جبین تھی چاک
زہرا کی بیٹیوں نے اڑائی سروں پہ خاک
دیکھا جو سر کا زخم جگر تھر تھرا گیا
عباس نامدار کی ماں کو غش آ گیا
جب بیسویں کا دن بھی تڑپ کر ہوا تمام
ام البنین سے چوک کے کہنے لگے امام
دو دن سے آہ سب مرے بچے ہیں بے طعام
فاقے میں آہ گزر گئی کیا آج کی بھی شام
اچھا ہوا ہوں تو میں یہ عبث بے قرار ہیں
کھانا انھیں کھلاؤ کہ سب روزہ دار ہیں
بولے حسین نیچے سے ہاتھوں کو جوڑ کر
سب کھائیں پھر پئیں آپ بتا ول اکیلا گر
فرمایا رزق اُٹھ گیا مجبور ہے پدر
پانی بھی اب گلے میں اُترتا نہیں پسر
دعوت علیؑ کی آج ہے گھر میں الہ کے
روزہ کھلے گا ساتھ رسالت پناہ کے
بے چین نصف شب سے ہوئے قبلۂ امم
گاہے اُٹھائے ہاتھ سمیٹے کبھی قدم
پھٹکا جو زہر سینہ تلک آ گیا ورم
اُکھڑی جو سانس آ گیا ہونٹوں کے پاس دم
دا حسرتا شکار اجل شیر ہو گیا
بچھلے کو شمع بجھ گئی اندھیر ہو گیا
رو کر پکارنے لگے شبیرؑ نوحہ گر
باتیں ابھی تو کرتے تھے کیوں چپ ہوئے پدر
میت پہ شہ کے ڈال کے چادر بچشم تر
ام البنین یہ کہنے لگیں سر کو پیٹ کر
کس کو پکارتے ہو ید اللہ مر گئے
میں رانڈ ہو گئی اسد اللہ مر گئے

# انتیسویں ۲۹ مجلس

۲۱ ماہ رمضان کی جس میں صلح اور اصلاح کی خوبی بیان کی گئی پھر حضرت امیر المومنینؑ کے حالات ذکر کر کے حضرت کی شہادت لکھی گئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم خدا فرماتا ہے وَالصُّلْحُ خَیْرٌ (صلح ہر حالت میں اچھی بات ہے) اعہ صلح کا معنے میل ملاپ ہے جس کو

دنیا کا ہر شخص اچھا ہی کہے گا اور کوئی عقلمند اسکو برا نہیں کہہ سکتی۔ لڑائی جھگڑا۔ اختلاف۔ نفاق سے آدمی کی قوت گھٹتی ہے فتنہ و فساد رہتا اور دل و دماغ پریشانی میں بسر کرتا ہے اسکے خلاف صلح سے امن رہتا اور سب لوگ آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے حکم دیا ہے کہ دو شخصوں میں اختلاف ہو تو دوسرے لوگوں کو میل کرا دینا چاہیے فرماتا ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں میل جول رکھو جن لوگوں میں لڑائی جھگڑا ہو ان کے درمیان اصلاح کرا دو) یہ بھی فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ اسکے سوا کوئی بات ہی نہیں ہے کہ مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں (اور انکی عورتیں آپس میں بہنیں ہیں) پس تم لوگوں کو چاہیے کہ دو بھائی (یا بہنوں) میں اختلاف ہو تو صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے مومنین کو خدا نے بھائی بھائی قرار دیا ہے صرف کہنے کو نہیں بلکہ برتاؤ کرنے کو بھی فرمایا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اس طرح کہ گویا دونوں ایک آدمی کے دو بدن ہیں کہ ایک کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کا رنج دوسرے کو بھی ہوتا ہے جس طرح آدمی کے کسی بدن میں کوئی درد یا بیماری ہو تو اس کا تمام بدن تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتا

ف پ ۲۶ ع ۱۴

سورۂ حجرات پ ۲۶ ع ۱۴

ہے۔ اور ان لوگوں کی روحیں گویا ایک روح کے ٹکڑے ہیں۔ غرض ایک مومن کا دوسرے مومن پر بہت حق ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک مومن کا حق دوسرے مومن پر (جو اس کا ایمانی بھائی ہے) یہ ہے کہ وہ بھوکا ہو تو اس کو کھانا کھلائے۔ ننگا ہو تو کپڑا پہنائے۔ اس کی مصیبت کو دفع کرے۔ اسکے قرض کو اپنے پاس سے ادا کردے اور جب ایک مومن مرجائے تو اس کے لڑکے بالوں کی خبرگیری کرے اور انکی ضرورتیں پوری کرے۔ جب ایک مومن پر دوسرے مومن کا اتنا حق خدا نے قائم کیا ہے تو اس کو کیسے پسند کرے گا کہ دو مومن آپس میں لڑیں۔ جھگڑیں اور ایک دوسرے کے دشمن بنے رہیں۔ اسکو بھی پسند نہیں کریگا کہ دوسرے لوگ تماشا دیکھیں اور ان کو لڑنے دیں اسی وجہ سے دوسرے مومنین کو حکم دیا کہ دو بھائی لڑیں تو تم لوگ ان لوگوں میں صلح کرادو۔ اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ ہمارے بزرگان دین نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت رسولخدا صلعم ہمیشہ صلح کو پسند کرتے اور اصلاح کی کوشش کرتے رہتے اور دوسروں کو بھی اسکی تاکید فرماتے تھے۔ غزوہ حدیبیہ میں جب حضرت ایک بڑے لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ کے ارادے سے تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے کافروں نے حضرت کو روک کر صلح کرنی چاہی تو حضرت فوراً راضی ہو گئے اور جس طرح ان لوگوں نے کہا اسی طرح

حضرت نے صلح کرلی۔ حالانکہ دیکھنے میں اس صلح سے مسلمانوں کو دبنا پڑا مگر حضرت نے صلح کو نہیں چھوڑا اور جب حضرت کے انتقال کا وقت پہونچا تو جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے بھی فرمایا کہ میرے بعد لوگ دنیا کو اختیار کریں گے اور تم پر بڑے بڑے ظلم کرینگے مگر تم صبر کیئے رہنا۔ مطلب یہی تھا کہ لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔ حضرتؑ نے بالکل ایسا ہی کیا۔ آپ تو آنحضرت صلعم کے غسل و کفن میں مشغول تھے دوسرے لوگوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جاکر خلافت کا انتظام کرلیا حضرتؑ کچھ نہیں بولے۔ جناب سیدہ کو میراث سے محروم کردیا مگر حضرتؑ خاموش ہی رہے۔ جناب سیدہؑ فدک سے بھی محروم کردی گئیں مگر حضرت نے تلوار نہیں اٹھائی حضرتؑ کی گردن میں رسی باندھی گئی جناب سیدہ کے پہلو پر دروازہ گرایا گیا۔ جناب محسن ساقط ہوگئے۔ جناب سیدہؑ کے بازو پر کوڑا مارا گیا مگر حضرتؑ نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ معویہ حضرتؑ سے لڑنے لگا اور جب حضرتؑ کی فتح کا وقت پہونچا تو اس نے چالاکی سے صلح کی درخواست کردی حضرتؑ نے منظور کرلیا۔ لیکن آہ آہ حضرتؑ جس قدر صلح و صبر کو پسند کرتے رہتے اسی قدر لوگوں کی عداوت حضرتؑ سے بڑھتی گئی۔ حضرتؑ کی اذیت زیادہ ہی ہوتی گئی۔ آنحضرت صلعم کے بعد آپ کل ۳۰ سال زندہ رہے۔ مگر لوگوں کے ظلم اور ایذا سے حضرتؑ کا کلیجا پک گیا۔ یہاں تک کہ حضرت

کئی طرف سے پریشانیوں میں پڑ گئے۔ ایک جانب معویہ والے
تھے دوسری طرف خارجی فرقہ۔ تیسری خود اپنی فوج کوفہ کی جو
نہایت بے وفا تھی۔ حضرت ان کو کچھ حکم دیتے اور وہ کچھ کرتے
معویہ اپنے سرداروں کو حضرتؑ کی حکومت کے مختلف حصوں
پر بھیجکر حملے کراتا رہا۔ کبھی بصرے پر کبھی [illegible] پر کبھی حجاز و یمن
پر اور وہ سب بہت سی [illegible] کرتے تھے [illegible]
میں اُس نے ایک شخص بسر کو تین ہزار کی فوج دیکر حجاز کی
طرف بھیجا کہ مکہ اور مدینہ کے لوگوں سے بیعۃ لے کر یمن پر
تسلط کرے۔ بسر نے مدینہ میں گھسکر لوگوں کو ڈرا دھمکا کر
زبردستی ان سے بیعۃ لی اور مکانوں کو مسمار کر کے اپنے آدمی
کو وہاں کا حاکم بنا کر مکہ کا رُخ کیا۔ مکہ میں آیا اور وہاں والوں
سے زبردستی بیعۃ لے کر یمن پر چڑھائی کر دی۔ یہاں حضرت
امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے عبید اللہ بن عباس حاکم
تھے وہ کوفہ میں حضرتؑ کے پاس چلے گئے۔ بسر نے یمن
پہونچکر عبید اللہ بن عباس کے نائب اور اسکے بیٹے کو قتل
کر ڈالا۔ اس سے زیادہ سنئے۔ ایسا ظلم کہ پتھر کا دل بھی ہو
تو سُن کر تڑپ اُٹھے۔ عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے
چھوٹے بچے وہیں تھے۔ بسر نے ان ننھے بچوں کو بھی گرفتار
کر کے ذبح کرا ڈالا۔ بسر نے یمن و حجاز وغیرہ میں صرف حضرت
امیر المومنین کی دوستی کے جرم میں تیس ہزار بے گناہ مسلمانوں
کو قتل کیا۔ اسی طرح معویہ نے مصر پر قبضہ کرنا چاہا اور

عمرو عاص کو ۶ ہزار کی فوج کے ساتھ وہاں روانہ کر دیا مصر میں حضرت امیر المومنین کی طرف سے محمد بن ابی بکر حاکم تھے۔ یہ حالات دیکھکر انھوں نے حضرت سے مدد طلب کی۔ حضرت نے اپنے بڑے بہادر مشہور اور زبردست افسر مالک اشتر کو وہاں روانہ کر دیا۔ جب معویہ کو معلوم ہوا کہ اب مالک اشتر بھی مصر کو جا رہے ہیں تو بہت پریشان ہوا۔ یقین کر لیا کہ اب مصر پر قبضہ نہیں ہو سکتا۔ اس شیر سے کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ بس پوشیدہ طور پر ملک مصر کے ایک زمیندار کو مالک اشتر کا حلیہ لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ مالک اشتر وہاں جا رہے ہیں۔ انکی راہ میں تمہارا وطن پڑے گا وہاں یہ ضرور ٹھہرینگے تم ان کی دعوت کر کے کسی چیز میں ان کو زہر دے دینا۔ اس کے عوض میں بیس برس کا خراج تم سے معاف کر دونگا جس دن مالک اشتر اس جگہ پہونچے روزہ سے تھے اس زمیندار نے ان کی دعوت کی اور افطار کے وقت شہد کے شربت میں ان کو زہر پلا دیا۔ اسکے پیتے ہی مالک اشتر شہید ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے محمد بن ابی بکر کو حضرت امیر المومنینؑ کی مدد نہیں پہونچ سکی۔ عمرو عاص اور ان میں لڑائی ہوئی۔ ان کے پاس فوج کم تھی ہار گئے۔ معویہ والوں نے بیچارے محمد بن ابی بکر کو پکڑ لیا پیاسا ہی ایک مرے ہوئے گدھے کے پیٹ میں رکھکر زندہ جلا دیا۔ اف یہ کیسی بے رحمی تھی کہ ان کو زندہ جلا دیا۔ غرض معویہ کا کون کون ظلم بیان کیا

جائے۔ دوسری طرف خارجی فرقہ نے سر اُٹھایا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ جب معویہ نے حضرتؑ سے صلح چاہی اور یہ کہا کہ ایک پنچ میری طرف سے ہو اور ایک پنچ آپکی طرف سے اور دونوں پنچ جو فیصلہ کردیں اس کو میں بھی مانوں اور آپ بھی مانیں تو حضرت علیؑ نے دونوں پنچوں کے حکم کے ماننے کا اقرار کیوں کیا اس سے وہ گنہگار ہوگئے۔ غرض عجب جہالت کی دلیل پیش کرتے تھے اس جہالت میں اندھے ہوکر حضرتؑ کی جان اور حضرتؑ کے طرف داروں کے سخت دشمن ہوگئے۔ حضرت کے ایک حاکم عبد اللہ کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا اور اُسکی حاملہ بی بی کا پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اسکے بعد تین عورتوں کو قتل کیا۔ غرض ان سب نے بھی حضرت کو نہایت پریشان کیا۔ اسی فرقہ سے ابن ملجم بھی تھا اس نے ارادہ کیا کہ حضرت کو قتل کر ڈالے اسی قصد سے یہ اپنی تلوار کو زہر میں بجھا کر روانہ ہوا اور کوفہ میں پہونچا۔ یہاں وہ ایک خارجی عورت قطامہ پر عاشق ہوگیا اور اُس سے نکاح کی درخواست کی وہ بھی حضرتؑ کی دشمن تھی اس نے اس شرط پر منظور کیا کہ پہلے علی مرتضیٰؑ کو قتل کرو تب میں تم سے شادی کرونگی۔ وہ تو خود ہی اسی فکر میں تھا۔ اب اور بھی آتش بھڑک گئی۔ آہ آہ انیسویں ۱۹ صبح کو اس نے مسجد میں حضرتؑ پر تلوار لگائی۔ حضرتؑ گر گئے اور تین روز تک سخت مصیبت میں بسر کر کے رحلت فرمائی۔ آپ کے صاحبزادے محمد حنفیہ فرماتے تھے کہ

جب (انیسویں کا دن ختم ہو کر) بیسویں کی رات آئی تو اباجان کے پاؤں تک زہر کا اثر پہونچ گیا تھا۔ اس رات حضرت نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور ہم لوگوں کو وصیتیں کیں آہ۔ آہ۔ بیسویں کا دن بھی اہلبیتؑ پر آفت و مصیبت ہی میں گزرا۔ جب اکیسویں رات آئی تو حضرتؑ نے اپنے لڑکوں اور اہلبیت کو جمع کر کے سب کو رخصت کیا۔ اس رات زہر کا اثر حضرت کے جسم مبارک پر بہت تیز ہو گیا تھا۔ کھانا لا کر رکھا گیا۔ پانی رکھا گیا مگر حضرت نے نہ کچھ کھایا نہ پیا صرف زبان مبارک سے ذکر خدا کرتے رہے۔ موتی کی طرح حضرتؑ کے ماتھے سے پسینا ٹپ ٹپ گرتا تھا اور حضرت اپنے ہاتھ سے اس کو پوچھتے تھے پھر سب کو رخصت کیا۔ اس پر اہلبیتؑ میں کہرام بپا ہو گیا سب ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر حضرتؑ نے امام حسن علیہ السلام سے اپنے غسل و کفن و دفن کی وصیت کی اب حضرتؑ کے ماتھے کا پسینا زیادہ بہنے لگا۔ آہ آہ حضرتؑ ذکر خدا میں مشغول ہو گئے۔ اپنا منہ قبلہ کی طرف کر دیا۔ آنکھیں دونوں بند کر لیں۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو قبلہ کی طرف سیدھا پھیلا دیا۔ پھر خدا کی توحید اور حضرت رسول خدا صلعم کی پیغمبری کی گواہی دیتے ہوئے انتقال فرما گئے۔ اہلبیتؑ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ دنیا اندھیری ہو گئی۔ کوئی اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ نہ امام حسن علیہ السلام کی حالت ذکر ہو سکتی ہے نہ امام حسین

علیہ السلام کی نہ جناب زینبؑ وام کلثوم کی۔ پھر امام حسنؑ وامام حسینؑ و عبداللہ بن جعفر نے حضرتؑ کو غسل دیا محمد بن حنفیہ نے پانی ڈالنے میں مدد کی۔ تین کپڑوں کا آپ کو کفن دیا گیا۔ امام حسن علیہ السلام نے جنازہ کی نماز پڑھی اور رات ہی کو کوفہ سے کچھ دور نجف اشرف میں لیجاکر دفن کردیا حضرتؑ کو ایسی گمنام جگہ پر حضرتؑ کی وصیت کے مطابق اس سبب سے دفن کیا گیا کہ معویہ والے حضرت کی لاش سے بے ادبی نہ کریں۔ اسکے بعد بہت دنوں تک سوائے حضرات ائمہ طاہرینؑ کے کسی شخص کو حضرتؑ کی قبر کا پتا نہیں تھا اور جو حضرات جانتے تھے وہ کسی کو بتاتے نہیں تھے کہ ایسا نہ ہو آہستہ آہستہ دشمنوں کو خبر ہو جائے اور وہ وہاں پہونچکر حضرتؑ کی ذلت کریں۔ قبر کا پتا غالباً ڈیڑھ سو برس کے بعد لوگوں کو اس طرح ملا کہ ایک دن خلیفہ ہارون رشید اُسی طرف شکار کھیل رہا تھا تو اُس نے اپنے شکاری کتوں کو چند ہرنوں پر چھوڑا۔ بعض ہرنوں نے اس ٹیلے پر جہاں جناب امیرؑ کی قبر مبارک تھی جاکر پناہ لی۔ ہارون نے بڑی کوشش کی مگر وہ کتے کسی طرح وہاں نہیں گئے نہ رخ کیا۔ ہارون کو بڑا تعجب ہوا اور تحقیق کرنے لگا کہ راز کیا ہے۔ آخر ایک بوڑھا بولا کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ اس جگہ جناب امیرؑ مدفون ہیں لہ شاعر نے حضرتؑ کی شہادت کو مختصر طور پر اس طرح نظم کیا ہے ؎

اے روزہ دارو آہ و بکا کے یہ روز ہیں    اے وارثی آل عبا کے یہ روز ہیں
سرتاج اوصیا کے عزا کے یہ روز ہیں    تم سے وداع شیر خدا کے یہ روز ہیں

لہ حسب السمر ۱۴

زخمی ہوا امام تمہارا نماز میں
ظالم نے روزہ دار کو مارا نماز میں

جس سے شرف نماز نے پایا وہ روزہ دار
روزے پہ روزہ جسکو خوش آیا وہ روزہ دار

جو رحمتِ خدا کا ہی سایہ وہ روزہ دار
پھل جس نے تیغ ظلم کا کھایا وہ روزہ دار

غم سے ہر ایک محبتی بے قرار ہے
مہمان تین روز کا وہ روزہ دار ہے

ماہ مبارکِ رمضاں اور خدا کا گھر
تڑکا وہ نور کا وہ شبِ قدر کی سحر

پیشِ خدا وہ مسجد میں شیرِ خدا کا سر
اور ہائے تیغ ظلم کی ضربت وہ فرق پر

فوارے خون کے زخمِ جبیںؑ سے بہا گئے
سجدے میں آپ ربی الاعلیٰ کہا کئے

لکھا ہے جب دو نیم ہوا فرقِ مرتضیٰؑ
سدرہ سے جبرئیلؑ کے رونے کا غل اٹھا

پھینکی سروں سے زینبؑ و کلثومؑ نے ردا
یہ چونکا کے بھائیوں کو پکاری غضب ہوا

سنتے ہو جبرئیلؑ نے اس وقت کیا کہا
وہ بولے پیٹ کر قتل المرتضیٰ کیا

دوڑے یہ کہہ کے جانبِ مسجد وہ نیک ذات
ڈوبی ہوئی لہو میں ملی کشتیٔ نجات

ماتھے پہ خون باپ کا مل کر کہی یہ بات
ہے ہے اٹھایا قبلہ و کعبہ پہ کس نے ہات

رُلوایا نانا جان کو دارالسلام میں
بن باپ کا کیا ہمیں ماہِ صیام میں

پہونچا جو لاشۂ شہِ مرداں قریبِ در
بے ساختہ نکل پڑی زینبؑ برہنہ سر

بعد اسکے آئی تھی یوں ہی اکبرؑ کی لاش پر
یہ واقعہ تھا باپ کا وہ ماتم پسر

رکھ کر گلے [illegible] سب خلق ہٹ گئی
بھیا کے ہاتھ لاش سے زینبؑ لپٹ گئی

ناگاہ اہلبیتؑ کی بستی اجڑ گئی
اکیسویں کو دھوم قیامت کی پڑ گئی

دنیا کے انتظام کی صورت بگڑ گئی
غل پڑ گیا کہ باپ سے زینبؑ بچھڑ گئی

شیعو چلو شہزادیوں کا دم نکلتا ہے
تابوتِ بادشاہِ دو عالم نکلتا ہے

نزدیک تھا زمیں پہ گرے عرشِ کردگار
جب لاشۂ پدر علیؑ کا جنازہ ہوا سوار

زینبؑ پکاری کیوں مرے بابا روزہ دار
کھولو گے آج روزہ کہاں تم بیاں نثار

نانا کے پاس آج تمہیں شام ہوئیگی
یاں زینبؑ انتظار میں حضرتؑ کے روئیگی

**تینتیسویں مجلس** ۱۵ ارشوال کی جسمیں شراب ۔ تاڑی وغیرہ نشہ کی چیزوں کا حرام ہونا اور اُسکے پینے کا گناہ لکھا گیا ۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات اور شہادت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ خدا فرماتا ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (اے پیغمبر لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تم ان سب سے کہدو کہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور اگرچہ انمیں بظاہر لوگوں کے کچھ فائدے بھی معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے نفع سے ان کا گناہ اور نقصان کہیں بڑھکر ہے) ع ۲۷ اس آیۃ میں خدا نے صاف طریقہ سے فرمایا ہے کہ شراب پینے اور جوا کھیلنے سے ہمارے روپیہ پیسہ کا نقصان بھی ہوتا ہے اور گناہ بھی ۔ میں اس وقت صرف شراب کے بارے میں کچھ عرض کرتی ہوں کہ خدا نے اس کو بڑی ہی بری چیز بتائی ہے جس سے ہم سب لوگوں کو بچنا اور خاص کر اپنے عزیزوں کو روکنا چاہیئے ۔ اپنے بھائیوں ۔ لڑکوں کو اس کی خرابی سے آگاہ کردینا چاہیئے ۔ قرآن مجید میں اسکی خرابی کئی آیتوں میں فرمائی ہے ۔ بلکہ اس کو شیطان کا کام کہا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے ایمان دارو شراب ۔ جوا ۔ بت اور پاسے ان میں کی ہر چیز بہت خراب گندہ ناپاک اور شیطانی کام ہے ۔ تم لوگ ان سب سے بچتے رہو تاکہ فلاح پاؤ) جس سے معلوم ہوا کہ یہ ایسے بُرے کام ہیں جن کے کرنے والے شیطان کے برابر سمجھے جاتے ہیں ۔ اسی وجہ سے حضرت رسولخدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بھی شراب ۔ تاڑی بلکہ ہر نشہ والی چیز کی بُرائی اچھی طرح بیان کردی ہے ۔ ایک صحابی کہتے تھے کہ حضرت رسولخدا صلعم نے مجھ سے بطور وصیت فرمایا تھا کہ دیکھو کبھی شرک نہ کرنا (اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ ماننا) اگرچہ اسکی وجہ سے تم کاٹے جاؤ ۔ جلائے جاؤ ۔ اور واجبی نماز کو کبھی نہ چھوڑنا ۔ کیونکہ جو شخص جان کر اور اپنے ارادے سے ایک وقت کی نماز بھی چھوڑ دیگا وہ ضرور دوزخ میں جھونکا جائیگا ۔ اور شراب کبھی نہ پینا ۔ کیونکہ شراب ہر خرابی ۔ ہر گناہ ۔ ہر فساد کی کنجی ہے ۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ خدا نے بہشت کو بنایا مگر جو لوگ مشرک (کافر) اور شراب پینے والے ہیں اُن پر اُس نے اس بہشت کو حرام کر دیا ہے ۔ بلکہ حضرت نے اُس دسترخوان ۔ اُس تخت ۔ اس میز ۔ اس فرش پر بیٹھنے سے بھی منع کیا ہے جہاں شراب پی جاتی

ہو[1] اس سے معلوم ہوا کہ ان دنوں حاکموں کی جو دعوتیں ہوتی ہیں اور شراب بھی دعوت میں ہوتی ہے اگرچہ اسکو وہی لوگ پیتے ہوں جو مسلمان نہیں ہیں اور جو مسلمان ہیں اسکو چکھیں تک نہیں پھر بھی مسلمانوں کو وہاں بیٹھنا اور اس دعوت میں شریک بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ خدا و رسولؐ و ائمہ طاہرینؑ کو اس سے نہایت درجہ نفرت ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ شراب پینے والا قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے پورے چہرے میں سیاہی لگادی گئی ہو گی وہ اپنی زبان منہ سے نکالے نیچے لٹکائے ہوگا اور اس کا تھوک لعاب بلغم وغیرہ بہ بہ کر اس کے سینہ پر پڑتا ہوگا اور اللہ اپنے اوپر لازم کرے گا کہ اس شرابی کو خبال کے کنویں کا کیچڑ پلائے۔ راوی نے پوچھا یا حضرت خبال کا کنواں کیا چیز ہے فرمایا ایک کنواں ہو گا جس میں بدکاری کرنے والوں کا پیپ بہ بہ کر جمع ہوگا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے کہ شرابی قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے منہ میں سیاہی لگادی گئی ہو گی۔ ایک طرف لڑکھڑاتا ہوا اور اپنی زبان منہ سے باہر نکالے ہوگا۔ اور چیختا ہوگا پیاس پیاس حضرتؑ نے ایک شخص سے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لیگا۔ اس پر اللہ۔ فرشتے۔ پیغمبر اور مومنین سب لعنت کرینگے اور اتنی شراب پیئے گا کہ اس کو نشہ ہو جائے

[1] در منثور جلد ۲ صـ ۳۲۵

تو اس سے روح ایمان غائب ہو جائیگی اور اس میں خبیث ملعون روح داخل ہو جائیگی۔ اور حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے جو شخص شراب پئے جس سے اسکو نشہ ہو جائے تو چالیس دن تک اُس کی کوئی نماز ہی قبول نہیں کی جائیگی۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے شرابی کا انجام پوچھا۔ حضرت نے فرمایا جب تک اس کے بدن کی رگوں میں شراب کا ایک قطرہ بھی رہے گا اسکی کسی نماز کو خدا قبول نہیں کرے گا [۱] بہت سی حدیثیں اس مضمون کی بھی ہیں کہ حضرت نے فرمایا شرابی اللہ کے دربار میں اس طرح آئیگا جیسے بتوں کا پوجنے والا۔ یہ بھی فرمایا جو شراب پیتا ہے وہ اس کے ایسا ہے جو بُت پوجتا ہے یہ بعض کتابوں میں ہے کہ دو شخصوں نے کسی سے کوئی بُری بات چاہی اس نے کہا اللہ کا شریک کسی کو مان لو (کہو کہ اللہ دو ہے) تو میں تمہاری بات مان لوں۔ ان دونوں نے انکار کیا۔ تب اس نے ایک بچے کو لاکر کہا کہ اس کو قتل کردو۔ ان دونوں نے اس سے بھی انکار کیا۔ تب اس نے شراب لاکر کہا اسکو پی لو۔ اس کو آسان سمجھ کر دونوں نے پی لیا۔ پینے کے بعد نشہ چڑھا تو دونوں نے شرک بھی کرلیا (کہ دیا کہ خدا دو ہے) اور اس بچے کو قتل بھی کردیا۔ تب اس نے ان دونوں شخصوں سے کہا دیکھو پہلے میں نے

[۱] وسائل جلد ۳ صـ ۲۵۰ ، ۲۵۲ ، صـ ۲۵۷

شرک کرنے اور بچے کے قتل کرنے کو کہا مگر تم نہ مانے اور شراب پینے کو کہا تو مان گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس گناہ کی وجہ سے ان دونوں گناہوں کو بھی تم کر گزرے[1] بی بیو آپ نے شراب کی برائی سنی اور خدا و رسولؐ نے اس کے پینے والوں کی جو سزا بیان کی ہے اس کو بھی معلوم کر چکیں مگر مسلمانوں کے بہت سے پیشوا اور خلفاء نے ان سب سے آنکھ بند کر لی۔ نہایت بے تکلفی سے شراب پیتے رہے اور نبیذ (کھجور کی تاڑی) بھی کثرت سے پیتے تھے۔ اس سے بھی خوب نشہ ہوتا ہے جس کے بارے میں انھیں کے ایک بڑے عالم نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے زندگی کے اس پُر لطف چیز کو خوب استعمال کیا۔ مذہب نے اس کو منع کیا ہے تو کیا ہوا وہ لوگ مذہب کو بھی کھینچ تان کر اپنے ڈھب کا بنا لیتے تھے۔ مذہبی پیشواؤں نے نبیذ (کھجور کی تاڑی) کو حلال ہی کر دیا تھا۔ پھر تو مسلمان خلفاء۔ پیشواؤں اور معززین کے ہاں خوب پی جاتی تھی[2] اسی وجہ سے خدا نے ہر زمانہ میں حضرت رسولخدا صلعم کا ایک سچا جانشین مقرر کر دیا تھا کہ وہ سب حلال و حرام کو بتاتے رہیں۔ جس زمانہ میں ان لوگوں نے تاڑی تک کو حلال کر دیا تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت سب احکام خدا و رسولؐ کو اچھی طرح سب سے بیان فرماتے

---

[1] تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۱۶ [2] المامون صفحہ ۲۲۲

اور دین اسلام کی پوری حفاظت کرتے تھے مسلمانوں کے بڑے بڑے عالموں نے حضرتؑ کے فضائل وحالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ حضرتؑ کی ماں کا نام ام فروہ تھا اور آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تھے۔ آپ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵ شوال ۱۴۸ھ کو زہر سے مدینہ میں شہید کئے گئے۔ حضرتؑ کی ذات سے حدیثیں بہت پھیلیں اور احکام خدا ورسولؐ کی نہایت درجہ اشاعت ہوتی رہی۔ ایک بڑے عالم کہتے تھے کہ جب میں حضرتؑ کو دیکھتا تو یقین ہوتا کہ حضرتؑ نبیوں کے جوہر ہیں۔ حضرتؑ فقہ۔ علم اور فضل میں سادات اہلبیتؑ سے تھے۔ مسلمانوں کے ایک بہت بڑے امام کہتے تھے کہ میں بہت دنوں تک حضرتؑ کی خدمت میں جاتا آتا رہا مگر جب گیا تو حضرتؑ کو تین ہی کاموں میں پایا۔ یا آپ نماز پڑھتے تھے یا روزہ رکھے ہوئے تھے یا قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ حضرتؑ کے تقدس کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی حدیث بیان فرماتے تو وضو سے ضرور رہتے۔ وضو نہ ہوتا تو وضو کر لیتے۔ اسکے بعد اس حدیث کو ارشاد فرماتے لہ اللھم صل علےٰ محمدؐ وآل محمدؐ۔ ایک اور بڑے عالم نے لکھا ہے کہ ۱۴۸ھ میں اس بزرگ نے وفات پائی جو سید جلیل خاندان نبوت کے جوہر

لہ تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۰۵

اور شرف و بزرگی کی کان تھے۔ علم توحید (کلام) وغیرہ میں حضرتؑ کی تحقیقات و ارشادات کثرت سے اور نہایت مفید ہیں۔ حضرتؑ کے ایک شاگرد جابر نے ایک کتاب جمع کی تھی جو ہزار ورق میں تھی جس میں حضرتؑ کے پانچ سو رسالے تھے لہ مگر آہ اتنے فضائل کے بزرگ کا بھی زمانہ دشمن ہی تھا۔ خلیفہ منصور برابر حضرتؑ کے قتل کی فکر میں رہتا تھا۔ وہ ایک دفعہ کہنے لگا میں نے حضرت علیؑ کے خاندان والوں سے بہتوں کو تو فنا کر دیا لیکن انکے پیشوا اب تک باقی ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا وہ کون؟ منصور نے کہا جعفر بن محمد۔ اس شخص نے کہا سرکار! حضرت جعفر (صادق) تو ایسے شخص ہیں جو ہمیشہ عبادت اور یاد خدا میں مشغول رہتے ہیں۔ دنیا سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ منصور نے اس شخص سے کہا میں جانتا ہوں تو بھی دل میں انکو امام جانتا ہے مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ رات ہونے سے پہلے انکی طرف سے مطمئن ہو جاؤں۔ یہ سنکر جلاد کو حکم دیا کہ جب جعفر بن محمد کو لوگ حاضر کریں اور میں اپنے سر پر ہاتھ رکھوں تو فوراً انکو قتل کر دینا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت جعفر صادق لائے گئے آپ اس وقت کچھ پڑھ رہے تھے۔ جب خلیفہ کی نظر حضرتؑ کی طرف پڑی تو کانپنے لگا اور استقبال کر کے حضرتؑ کو اپنی مسند پر بٹھا لیا ؎ مگر وہ اسکے بعد بھی حضرتؑ کی فکر میں رہا یہاں تک کہ حضرتؑ کو زہر دیکر قتل کر دیا۔ حضرت آج ہی کی تاریخ ۱۵ / شوال ۱۴۸ھ ہجری میں شہید ہوئے ۱۴۸ھ۔ اس زہر کی جو اذیت حضرتؑ کو ہوئی اور جس کرب سے آپ نے انتقال فرمایا کیونکہ

بیان ہو۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

ہے زہر سے مولا کیلئے تازہ مصیبت یا حضرتِ صادق
درد اور وہ نکلا کہ ہوئی آپ کی رحلت یا حضرت صادق

گریاں ہے ترے غم میں ہر اک ہوا خواہ اے سید ذی جاہ
ہے موت سے بڑھکر کہیں اے وائے یہ فرقت یا حضرت صادق

منصور لعیں کا تمہیں بلوانا ہر اک بار اور نیا وہ آزار
رلوائیگا ہر دوست کو تا روز قیامت یا حضرت صادق

نہ تھے یہ ہوا ظلم و ستم قہر کے اوپر آوا مقدر
بھولینگے نہ تا حشر کبھی شیعہ یہ بدعت یا حضرت صادق

تبلیغ میں مصروف تھے تم دین خدا کی فرمایئے نرمی
بے دینوں نے پر ہا سنی اک نصیحت یا حضرت صادق

گہ قید کیا گاہ دیا زہر ہلاہل بس ہو گئی بسمل
دیتے رہے تا زیست عدو ہا اذیت یا حضرت صادق

منصور سے جلاد کا ہر بار بلانا تلوار دکھانا
مظلومی یہ کس طرح تری آئے نہ رقت یا حضرت صادق

ہیں اشک فشاں تیرے جنازے پہ بنے سلماں کے سید ذیشاں
ہے اشک فشاں قید میں سیدو کی یہ جماعت یا حضرت صادق

والی مدینہ نے ستم آلود کھلائے انگور دریغ
جس سے ہوئی افسوس تری آج ہی رحلت یا حضرت صادق

بیان ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو غسل دیا گیا۔ کفن پہنایا گیا۔ عزت سے دفن کیے گئے۔ مگر آہ آہ حضرت امام حسین علیہ السلام کیسے مظلوم تھے کہ لاش جلتی زمین پر پڑی رہی اور سر نیزے پہ چڑھا کر تمام پھرایا گیا۔ حضرت زینبؑ و سید سجادؑ کی اس وقت کی حالت بیان نہیں ہو سکتی شاعر نے لکھا ہے ؎

مقتل میں جو وہ قافلہ سب نوحہ گر آیا
تیغوں سے قلم باغ محمدؐ نظر آیا

سینے میں الم سے دلِ سجاد بھر آیا
بابا کو پکارے کہ یہ قیدی پسر آیا

صدمہ یہ ہوا زینبؑ ناشاد و حزیں پہ
اشتر سے گری ہائے اخی کہہ کے زمیں پر

اسکے بعد جناب زینبؑ نے کیا نوحہ پڑھا شاعر نے لکھا ہے کہ وہ کہتی تھیں ؎

بچپن سے سوا دوش نبیؐ پر تمہیں دیکھا
چھاتی پہ یداللہ کی اکثر تمہیں دیکھا

گودی سے جدا ماں کی نہ دم بھر تمہیں دیکھا
اور آج کے دن خاک پہ بے سر تمہیں دیکھا

اب کوئی بزرگوں میں نہیں ہائے برادر
بہنوں کو کیسے لاش آپکی دکھلائے برادر

اک روز وہ تھا بھیجی تھی اللہ نے پوشاک
اور اونٹ سواری کا بنے تھے شہ لولاک

یا جامۂ تن آج ہی تیغوں سے صد چاک
کس بیکسی سے آج پڑے ہو بسر خاک

**اکتیسویں ۳۱ مجلس ۱۱ ذیقعدہ کی۔ جس میں ماں باپ کی اطاعۃ وفرماں برداری کو بتایا اسکی حکایت لکھی گئی پھر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت کا حال لکھا گیا ہے اور آپ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔**

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا اور تمہارے پروردگار نے یہ قطعی حکم دے دیا ہے کہ تم لوگ اللہ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کی ہمیشہ اطاعۃ کرنا۔ ان کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آنا۔ اگر ان کہ ایک یا دونوں تم لوگوں کے سامنے بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو اُنکے آگے اُف بھی نہ کرنا اور نہ انکو جھڑکنا ہاں اگر اُن سے کچھ کہنا ہو تو ادب کے ساتھ اپنی عرض پیش کرنا۔ اسکے بعد یہ بھی فرماتا ہے وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے آگے جھکائے رکھنا اور اُن کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار جس طرح ان بزرگوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے اور میرے حال پر رحم کھنے

رہے ہیں تو بھی ان پر اپنا رحم کیجیو۔ ع) جس سے ماں باپ
کے حق کا پتا چلتا اور وہ کیسی نعمت ہیں اس کا حال معلوم ہوتا
ہے۔ حد ہو گئی کہ خدا نے اپنے ساتھ ہمارے باپ ماں کو بھی یاد
کیا اور اپنی عبادت کے بعد ہی والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ
کرنے کا حکم دیا۔ پس ہم لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی ماں باپ کو
ہمیشہ خوش رکھا کریں ان کا کہنا مانیں۔ انکے حکم کی تعمیل کریں
کبھی ان کے خلاف کوئی کام نہ کریں ان کو ناخوش نہ رکھیں ان کو
بھولیں نہیں۔ انکی خدمت کرنے میں مال کا منہ نہ دیکھیں اور ان کو
آرام پہونچانے میں اپنا سب کچھ خرچ کر دیں۔ اگر اولاد یا بیوی
اور ماں یا باپ میں اختلاف ہو تو اولاد یا بیوی کا ہرگز ساتھ نہ
دیں بلکہ ماں باپ ہی کے ساتھ رہیں کہ ان ہی کے خوش رہنے سے
ہم لوگوں کی دنیا اور آخرت بنیگی۔ والدین کے حقوق کو خدا نے
قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ ذکر کیا ہے۔ اور حدیثوں میں بھی اسکی
بڑی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس
آیۃ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ باپ ماں کے ساتھ بھلائی یہ ہے
کہ ان کی خدمت میں اچھی طرح رہو اور جس چیز کی ضرورت ہو اسکے
بارے میں انھیں اسکا موقع بھی نہ دو کہ وہ تم سے اس کے لئے
کہیں۔ بلکہ تم خود ہر وقت دیکھتے رہو کہ ان کو کس بات کی ضرورت
کس چیز کی خواہش ہے اس کو خود ہی فوراً لاکر حاضر کر دو یا
اس کام کو پورا کر دو۔ اگر وہ لوگ مالدار ہوں جب بھی تم
اپنی طرف سے ان کی ضرورت اور خواہش کی چیزیں پوری

کرتے رہو۔ اگر وہ کسی بات پر تم سے خفا ہوں بلکہ ماریں تب بھی اُف تک نہ کرو نہ ان کو جھڑکو بلکہ ہر حالت میں انکی خدمت ہی کرتے اور انکو آرام ہی پہونچاتے رہو۔ انکی طرف برابر آنکھ کرکے تاکو بھی نہیں۔ ان کے سامنے آواز بھی اونچی نہ کرو اور اُن کے آگے چلو بھی نہیں۔ اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک شخص نے حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں عرض کی حضور مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ کسی کو اللہ کا شریک کرنا اور اپنی ماں باپ کی اطاعت اور ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور اگر حکم دیں کہ اپنے لڑکے بالوں اور اپنے مال دولت سے الگ ہوجاؤ تو واقعاً تم ان سب سے الگ ہوجاؤ کہ ایمان کا حکم یہی ہے۔ ایک صاحب نے حضرت امام جعفر صادق ؑ سے پوچھا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے؟ فرمایا نماز کو اول وقت میں پڑھنا اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنی اور راہ خدا میں جہاد کرنا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ کون بات تم لوگوں کو اس سے روکتی ہے کہ اپنے باپ ماں کے ساتھ نیکی کرتے رہو۔ وہ زندہ ہوں یا مر گئے ہوں اس طرح کہ انکی قضا نمازوں کو ادا کرو۔ انکی طرف سے صدقہ دو۔ ان کے بدلے میں حج کرو۔ ان کی جانب سے روزہ رکھو کہ اس کا بھی ویسا ہی ثواب ملیگا جیسا ان کی زندگی میں ان کو آرام پہونچانے کا ملتا۔ ماں باپ کے خوش رکھنے کا خدا اور رسولؐ نے کیسا حکم دیا ہے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ

ایک جوان شخص حضرت رسولخدا صلعم کی خدمت میں آیا اور عرض کی مجھے جہاد کا بہت شوق ہے۔ فرمایا اچھا جہاد کرو اگر لڑ کر بچ گئے تو اللہ روزی دیگا اور اگر شہید ہو گیے تو اللہ پر تمہارا اجر ہو گا۔ اس نے کہا مگر میرے باپ ماں بوڑھے ہیں میری وجہ سے ان کا دل بہلتا ہے وہ اس کو پسند نہیں کرتے کہ انکے پاس سے کہیں جاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا پھر تم انھیں کے ساتھ رہو۔ خدا کی قسم تمہارا ایک دن ایک رات ان کے ساتھ رہکر ان کے دل کو بہلانا تمہارے سال بھر جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ اللھم صلی علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے تین مرتبہ بڑھا ہوا ہے۔ ایک شخص نے آنحضرتؐ صلعم سے پوچھا یا حضرت میں باپ اور ماں میں کس کے ساتھ بھلائی کروں۔ فرمایا ماں کے ساتھ۔ پوچھا پھر کس کے ساتھ۔ فرمایا پھر ماں ہی کے ساتھ پوچھا پھر کس کے ساتھ۔ فرمایا پھر ماں ہی کے ساتھ۔ پوچھا پھر کس کے ساتھ۔ فرمایا اب (چوتھے مرتبہ میں) باپ کے ساتھ[1]

اللھم صلی علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اب ایک سچی حکایت سُنیئے جس سے معلوم ہو کہ ماں باپ کا حکم ماننے اور انکی خدمت کرنے کا کیا پھل ملتا ہے۔ ایک معتبر تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص بیمار ہوا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ ایک بیٹے نے اپنے تینوں بھائیوں سے کہا یا تم لوگ اباجان کی تیمارداری کرو مگر وہ مریں تو انکی میراث سے کچھ نہ لو۔ یا میں انکی تیمارداری کروں اور وہ مجائیں

[1] اصول کافی ص ۳۸۸

تو انکی میراث سے کچھ نہ لوں۔ ان تین بھائیوں نے کہا تم ہی انکی تیمارداری کرو۔ ہم لوگ نہیں کرینگے۔ بلکہ ہم میراث لینگے۔ اس لڑکے نے تیمارداری کی اور اسکے اچھا کرنے اور آرام پہونچانے میں اپنی جان لڑادی مگر باپ اچھا نہیں ہوا۔ مرنے پر تینوں بیٹوں نے اسکی سب جائداد لے لی اور اس چوتھے نے کچھ بھی نہیں لیا۔ اب باپ کی خدمت کرنے کا نتیجہ دیکھئے خواب میں اس نے دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے فلاں جگہ جاکر اس سے سو اشرفی لیلو۔ اس نے پوچھا اسمیں برکت بھی ہوگی؟ جواب ملا نہیں۔ صبح ہوئی تو یہ اس جگہ نہیں گیا۔ دوسری رات کو پھر خواب میں دیکھا کہ کسی نے کہا فلاں جگہ سے دس اشرفی لے لو۔ اس نے پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا نہیں۔ پھر یہ وہاں نہیں گیا۔ تیسری رات کو پھر خواب میں دیکھا کہ فلاں جگہ جاکر ایک اشرفی لے لو۔ پوچھا اسمیں برکت ہوگی؟ اس نے کہا ہاں۔ بس صبح اٹھکر یہ بیٹا جہاں پہونچا۔ وہ ایک اشرفی لے لی اور بازار گیا۔ اس اشرفی کی دو مچھلیاں خریدیں گھر لاکر ان کو پکوانے کے لئے چیرا تو دونوں میں ایک ایک موتی نہایت قیمتی نکلا۔ بادشاہ کو ایسے موتی کی بڑی آرزو تھی اس نے ۹۰ خچر بھر سونا لادکر ان دونوں موتیوں کی قیمت ادا کردی۔ اور دونوں کو خرید لیا۔ بی بیو جب ماں باپ کی اطاعت کرنے اور انکو خوش رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا

ہے تو اپنے پیشوایان دین کی اطاعت کرنے اور انکو خوش رکھنے کا جو نفع ہوگا اسکو کون بیان کر سکتا ہے۔ پھر تو آدمی خدا کے عذاب سے بالکل محفوظ رہیگا۔ اور ضرور ہی بہشت میں پہونچے گا۔ اسی مطلب کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی حدیث میں صاف طرح سے فرمایا ہے جس کو میں آگے بیان کرتی ہوں۔ حضرت آج کی تاریخ (۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۵۳ھ کو) مدینہ میں پیدا ہوئے۔ حضرتؑ کے والد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے اور حضرتؑ کی والدہ کا نام کئی لکھا ہے۔ نجمہ۔ تکتم۔ ام البنین۔ خیزران۔ حضرت ۵۰ سال زندہ رہے۔ حضرتؑ ہی کا روضہ خراسان میں ہے جہاں لاکھوں مسلمان زیارت کو ہر سال جاتے ہیں۔ حضرت بڑے گورے اور چمکیلے چہرے کے تھے۔ حضرتؑ کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خواب میں حضرت رسولخدا صلعم اور جناب امیرؑ کو دیکھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا تمہارا فرزند علی (رضا) جو دیکھیگا وہ خدا کا نور ہوگا اور جو بولے گا وہ خدا کی حکمت ہوگی۔ یہ ہمیشہ حق ہی کام کرینگے اور ان سے کبھی غلطی نہیں ہوگی۔ یہ ہر چیز کے عالم ہوں گے اور کسی چیز سے لاعلم نہیں رہیں گے (کیونکہ) یہ سر سے پاؤں تک علم و حکمت سے بھر دیئے گئے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد[۱]۔ حضرتؑ کی یہ عزت یہ شان تھی کہ جب مامون

---

[۱] روائح المصطفیٰ صفحہ ۱۶۶ اور وسیلۃ النجاۃ صفحہ ۳۷۵

نے حضرتؑ کو مدینہ سے اپنے ملک خراسان میں بلایا اور حضرت
کی سواری نیشاپور میں پہونچی تو کئی ہزار مسلمانوں نے آرزو
کی کہ حضور کوئی حدیث اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں
حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت رسولخدا صلعم سے جناب جبرئیل
نے کہا کہ خدا نے فرمایا ہے۔ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میرا قلعہ ہے
جو شخص اس کلمہ کو دل سے مانے اور زبان سے کہیگا وہ میرے قلعہ
میں داخل ہو جائیگا اور میرے عذاب سے محفوظ رہیگا۔ اسکے
بعد فرمایا اس کی ایک شرط اور بھی کئی شرطوں کے ساتھ اور
میں بھی انھیں شرطوں سے ایک ہوں۔ مطلب یہ کہ جو یہ کلمہ
کہے اور حضرت رسولخدا صلعم کی نبوت کا اور ہم بارہ اماموں
کی امامت کا بھی اقرار کرے وہ خدا کے عذاب سے محفوظ رہیگا
اللھم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔

جب مامون کے پاس حضرتؑ پہونچے تو اس نے حضرتؑ کو اپنا
ولیعہد خلافت بنایا اور حضرتؑ سے اسکے قبول کرنے کے لئے
اصرار کیا۔ اب حضرتؑ کے علم غیب کو ملاحظہ فرمایئے کہ حضرتؑ نے
ولیعہدی قبول کرنے کی جو منظوری مامون کو لکھی اس میں تحریر
فرمایا۔ میں نے تمہاری درخواست منظور تو کی مگر یہ کام انجام کو
نہیں پہونچے گا[۱] بالکل ایسا ہی ہوا کہ آپ پہلے ہی شہید ہو گئے۔
اسی زمانہ میں مامون نے یہ بھی حکم دیا کہ فدک کی جائداد جناب
سیدہ کی اولاد کو واپس کیجائے[۲] حضرت بہت کم سوتے

[۱] شرح مواقف [۲] فتوح البلدان

بہت زیادہ روزے رکھتے اور گرمی کے موسم میں چٹائی یا بوریے پر اور جاڑے کی فصل میں بکری کی کھال پر بیٹھتے تھے۔ حضرتؑ کی یہ جلالت و شان تھی کہ مامون نے اپنی بیٹی بھی حضرتؑ سے بیاہ دی تھی۔ مسلمانوں کے ایک بڑے پیشوا معروف کرخی حضرتؑ ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ حضرتؑ کی بے نفسی اس درجہ پر تھی کہ ایک دفعہ حمام میں تشریف لے گئے (اور غسل کرنے کو معمولی لنگی وغیرہ باندھ لی) اتنے میں ایک فوجی افسر بھی غسل کرنے وہاں پہونچا۔ اس نے حضرتؑ کو نہیں پہچانا اور کہا میرے سر پر پانی ڈال دے۔ حضرتؑ بے تکلف اٹھ کر ڈالنے لگے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا جو حضرتؑ کو پہچانتا تھا وہ چیخا او افسر یہ کیا ظلم کرتا ہے۔ تو برباد ہو جائے گا۔ حضرت امامؑ سے یہ خدمت لیتا ہے؟ یہ سُن کر افسر حضرتؑ کے پاؤں پر گر کر اسکو بوسے دینے اور معافی مانگنے لگا۔ حضرتؑ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں تھا اس میں بھی مجھے ثواب ملے گا۔ میں عذر کیوں کرتا[۱] اللھم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ غرض حضرتؑ کے فضائل بیان ہو ہی نہیں سکتے۔

شاعر نے خوب کہا ہے ؎

سیر صحرا کیجئے نے باغ و بُستاں دیکھئے  
ہند چل اب مشہد کا چراغاں دیکھئے

اے سلامی روضۂ شاہِ خراساں دیکھئے  
جیتے جی فضلِ خدا سے باغِ رضواں دیکھئے

روزِ میلادِ امامِ دیں ہے اے صلِ علے  
محفلِ مولود کا شاہانہ ساماں دیکھئے

نو بہار آئی معطر ہو گیا باغِ جہاں  
غنچۂ دل ہی کھلا ہے آج خنداں دیکھئے

ہے مسیحا دم نسیمِ صبح پھر آئی بہار  
چشمِ نرگس سے ہی زائل آج یرقاں دیکھئے

[۱] راوائح المصطفیٰ صفحہ ۱۸۱

ہے خوشی عید ولادت کی ہوئے پیدا رضاؑ — ہے گل عشرت سے مملو جیب داماں دیکھئے
اُمّ صنعہ وحی خدا ہے مہد قرآں کا ورق — آیت رب العلا کی شوکت و شاں دیکھئے
نعرۂ صلّ علیٰ ہے رونق بزم سرور — محفلوں میں پڑھنے سے بڑھتا ہے ایماں دیکھئے
جب چلے سلطان دیں سوئے خراساں راہ میں — معجزے ہوتے گئے صدہا نمایاں دیکھئے
طائر مشوی جو آیا پیش ختم مرسلیں — انکے جد نے کھایا ہے وہ مرغ بریاں دیکھئے
ہے درخشان رضا کے عکس میں مہر و ماہ — والضحیٰ کو پڑھئے اور تفسیر قرآں دیکھئے
آپ سردار عرب ہیں اور سلطان عجم — ہیں فضائل آپکے بے حد و پایاں دیکھئے
ہے تمنا یا امام دیں یہی مداح کی — اپنے روضہ میں مجھے اپنا ثنا خواں دیکھئے
ہوگئی انکی ولا اجر رسالت والسلام — نفع نہیں پائینگے جنت حور و غلماں دیکھئے
کیا تمنا ذرہ سے ہو مہر درخشاں کی طبیب — مجھ سا ناداں اور وصف نور یزداں دیکھئے

## بتیسویں مجلس ۳۲

۲۹ ذیقعدہ کی جس میں جوا کھیلنے کی برائی بتائی گئی۔ اس کا نقصان سمجھایا گیا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کی حالت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط خدا فرماتا ہے يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا (اے رسولؐ لوگ) تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں ان لوگوں سے کہہ دو کہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے فائدے سے ان کا گناہ اور نقصان بڑھکر ہے عہ دنیا کی خراب

باتوں بلکہ لوگوں کی مصیبت کی چیزوں میں جُوا بھی ہے اس سے آدمی کی عزت جاتی رہتی۔ شرافت مٹ جاتی اور وہ رذیل سمجھا جاتا ہے جُوا کی غرض یہ ہوتی ہے کہ آدمی کسی طرح دوسروں کا مال جیت کر لے۔ چوری اور اس میں یہی فرق تو ہوا کہ چوری میں آدمی دوسرے کا مال اس سے چھپا کر لیتا ہے اور جُوا میں اُسکے سامنے اُسکو ہرا کر لوٹتا ہے۔ مگر جُوا میں ہار کر اپنا جو مال ضائع ہوتا ہے اُس کا کسی کو خیال ہی نہیں ہوتا۔ کتنے لوگ جوے کی وجہ سے مٹ گئے۔ اور کتنے مالدار فقیر ہو گئے۔ آج کل جوا کی بڑی زیادتی ہو گئی ہے سیکڑوں قسم کا جوا پھیل گیا ہے۔ اور برابر نئی نئی صورت کا جُوا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اس وجہ سے ضرورت ہے کہ ہم لوگ اچھی طرح سمجھیں خدا اور رسول کا حکم اسکے بارے میں کیا ہے۔ اور اپنے لڑکوں۔ بھائیوں عزیزوں کو اس سے روکیں جس طرح خدا نے شراب سے منع کیا اور دونوں کو ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہم لوگوں سے کہتا ہے جس طرح شراب سے بچو جُوا سے بھی بچو۔ شراب کو بھی حرام سمجھو۔ جُوا کو بھی حرام ہی جانو۔ شراب پینے میں تمہارے مال اور صحت کا نقصان ہے۔ جُوا کھیلنے میں تمہارے مال۔ اخلاق۔ عزت کی بربادی ہے۔ اللھم صل علے محمد و آل محمد اس سے بڑے بڑے فتنہ و فساد بھی ہوتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہونچ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے خدا نے فرمایا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ

اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کی وجہ سے تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ پیدا کردے اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ تو کیا اب بھی تم اس سے باز نہیں آؤ گے ؏۵ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ لڑکے انڈے یا اخروٹ سے جوا کھیلتے ہیں۔ وہ اس طرح جیت کر جو چیز لائیں کیسی ہے۔ فرمایا اس کو کبھی نہ کھانا کیونکہ وہ سب حرام ہے۔ ایک دفعہ ایک بزرگ نے کسی لڑکے کو بھیجا کہ انڈے خرید لائے اس نے ایک یا دو انڈا خرید کر اس سے جوا کھیلا۔ اس سے چند انڈے جیتے اور لاکر ان بزرگ کو دے دیا۔ انھوں نے وہ انڈے کھا لیے ایک غلام نے کہہ دیا کہ ان انڈوں میں جوے کا جیتا ہوا انڈا بھی تھا یہ سننا تھا کہ ان بزرگ نے طشت منگایا اور جو کچھ کھایا تھا سب قے کر دیا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ غرض حرام کھانے کا نتیجہ بہت برا ہے۔ ایک شخص نے جناب رسولخدا صلعم سے کہا کہ یا حضرت دعا فرمائیں خدا میری دعا قبول کر لیا کرے۔ حضرت نے فرمایا ہاں تم ہمیشہ حلال اور پاک کھانا کھایا کرو خدا تمہاری سب دعاؤں کو قبول کر لیا کریگا۔ خدا کی قسم جو شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے چالیس دن تک اسکی کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی ہے اور جس بندے کا گوشت حرام ناجائز مال (جوا) یا سود وغیرہ سے پیدا ہوگا وہ دوزخ ہی میں ڈالا جائیگا ؏۲ اس کے مقابلہ میں مزدوری۔ زراعت حلال

صفحہ ۳۵۴

ؔ۱ وسائل جلد ۲۔ ؔ۲ تفسیر در منثور جلد ۱ ص ۱۶۷

نوکری کر کے کھانے کمانے کی بڑی فضیلت ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یا حضرتؑ سب سے اچھی کمائی کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا اپنے ہاتھ سے (جائز کام کی) مزدوری کر کے یا جائز تجارت کر کے کھانا[۱] اسی وجہ سے ہمارے بزرگان دین نے ہمیشہ ان باتوں کو کیا۔ جناب رسولخدا صلعم کا تجارت کرنا اور حضرت امیر المومنینؑ کا اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرنا۔ دوسروں کے باغ میں پانی سینچنا مشہور ہے مگر جس قدر یہ حضرات خدا اور رسولؐ کے احکام کی تعمیل کرتے رہے اسی قدر دشمنوں نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے۔ کس کس کی مصیبت بیان کی جائے۔ نویں امام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام ہی کا واقعہ دیکھیے کہ حضرتؑ نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ عمر بھی بہت کم تھی اور علم و فضل کی حالت بھی لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لی تھی کہ مسلمانوں کے خلیفہ مامون نے راہ میں حضرتؑ کو لڑکوں کے ساتھ پایا۔ اسکی سواری دیکھکر اور لڑکے بھاگ گئے مگر حضرت اسی طرح کھڑے رہے۔ مامون نے پوچھا تم کیوں نہیں بھاگے۔ آپ نے فرمایا میں نے کوئی قصور نہیں کیا تھا۔ نہ راستہ تنگ تھا۔ نہ تم بے وجہ کسی کو ستاؤ گے پھر بھاگتا کیوں۔ اس کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنا کم سن لڑکا اس صفائی کا جواب دیتا ہے۔ پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ فرمایا امام علی رضا علیہ السلام کا فرزند محمد تقی ہوں۔ مامون آگے بڑھا۔ مٹھی میں ایک چھوٹی مچھلی چھپا کر پلٹا اور حضرتؑ سے پوچھا بتاؤ کیا ہے۔ آپ نے فوراً کہہ دیا مچھلی

---

[۱] تفسیر در منثور جلد ۱ صفحہ ۳۶۵

ہے جس سے اس کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔ اس نے چاہا کہ اپنی لڑکی کی شادی حضرتؒ سے کردے۔ مسلمانوں نے اختلاف کیا اور کہا پہلے وہ کچھ پڑھ لیں تب دیکھا جائیگا۔ مامون نے کہا واہ اسی وقت ان کا علم سب سے زیادہ ہے۔ مگر لوگوں نے یہ بات نہ مانی۔ اور بہت بڑے قاضی یحییٰ بن اکثم حضرتؒ کے امتحان کے لئے مقرر کیے گئے۔ انھوں نے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے احرام کی حالت میں شکار کیا اُس کا کفارہ کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا یہ تو بتاؤ کہ اس نے شکار حِل میں کیا یا حرم میں۔ اس مسئلہ کا عالم تھا یا جاہل۔ ارادے سے قتل کیا یا بھولے سے۔ آزاد تھا یا غلام۔ نابالغ تھا یا بالغ۔ پہلی دفعہ یہ حرکت کی یا اور بھی کبھی کر چکا تھا۔ وہ شکار پرندہ تھا یا چوپایہ۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ اب وہ اس فعل پر اصرار کرتا ہے یا نادم ہے۔ یہ شکار رات کو کیا یا دن کو۔ وہ احرام عمرہ کا باندھے تھا یا حج کا۔ قاضی یحییٰ یہ سب جرحیں سنکر مبہوت ہوگئے۔ ان کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ زبان بند ہوگئی کچھ نہ بول سکے۔ مامون نے کہا آپ ہی اس کا جواب بھی دے دیں فرمایا اگر احرام باندھنے کے بعد حِل میں شکار کرے اور وہ شکار پرندا ہو اور بڑا بھی ہو تو اس کا کفارہ ایک بکری ہے اور اگر ایسا شکار حرم میں کیا ہے تو دو بکریاں ہیں۔ اور اگر کسی چھوٹے پرندے کو حِل میں شکار کیا تو ایک دنبہ کا بچہ جو اپنی ماں کا دودھ چھوڑ چکا ہو کفارہ دیگا۔ اور اگر حرم میں شکار کیا ہو تو اس پرندے کی قیمت

اور ایک دُنبہ کفارہ دیگا۔ اور اگر وہ شکار چوپایہ ہو تو اسکی کئی قسمیں ہیں۔ اگر وہ وحشی گدہا ہے تو ایک گائے۔ اور اگر شترمرغ ہے تو ایک اونٹ۔ اور اگر ہرن ہے تو ایک بکری کفارہ دیگا۔ یہ کفارہ تو جب ہے کہ حل میں شکار کیا ہو۔ لیکن اگر حرم میں کیا ہو تو یہی کفارے دُگنے دینے ہونگے۔ اور اُن جانوروں کو جنھیں کفارے میں دیگا اگر احرام عمرہ کا تھا تو خانہ کعبہ تک پہونچائیگا اور مکہ میں قُربانی کرے گا۔ اور اگر احرام حج کا تھا تو منٰے ا میں قربانی کرے گا۔ اور ان کفاروں میں عالم وجاہل دونوں برابر ہیں۔ اور ارادے سے شکار کرنے میں کفارہ دینے کے علاوہ گنہگار بھی ہوگا۔ ہاں بھولے سے شکار کرنے میں گناہ نہیں ہے اور آزاد اپنا کفارہ خود دیگا اور غلام کا کفارہ اُس کا مالک دیگا۔ اور چھوٹے بچے پر کوئی کفارہ نہیں ہے اور بالغ پر کفارہ دینا واجب ہے اور جو شخص اپنے اس فعل پر نادم ہو وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیگا۔ لیکن اگر اس فعل پر اصرار کرے گا تو آخرت میں بھی اسکو عذاب ہوگا۔ حضرتؑ کا یہ کلام سُن کر عام اہل مجلس سے اَحْسَنْتَ (واہ واہ) کی آواز بلند ہوئی اور سب آپ کی مدح کرنے لگے۔ پھر مامون کی خواہش پر حضرتؑ نے بھی ایک مسئلہ قاضی یحیٰی سے پوچھا۔ اس کا جواب بھی قاضی صاحب دے سکے اور حضرت ہی نے سب کو بتایا۔ جسکے بعد مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی حضرتؑ کے ساتھ کردی۔ سنہ ۲۱۸ ہجری میں مامون مرگیا تو اس کا بھائی مُعتَصِم خلیفہ ہوا۔ وہ حضرتؑ کی ہلاکت میں پڑا۔ آپکو

بغداد میں بلایا۔ حضرت مدینہ سے آتے وقت جناب رسولخدا صلعم کے روضہ پر گئے بہت روئے زیارت پڑھکر وہاں سے رخصت ہوئے اور گویا اپنی شہادت پر آمادہ ہو کر بغداد پہونچے اسی سال معتصم نے دعوت کے بہانے سے آپ کو زہر دے دیا۔ آہ۔ آہ۔ کھاتے ہی زہر تمام بدن میں پھیل گیا۔ حضرت ہاتھ پاؤں ٹپکنے لگے۔ مسافرت کا عالم۔ وطن سے دور۔ اعزہ و اقربہ سب سے الگ۔ اُف کس بے کسی و بے بسی سے ۲۲۰ھ میں ذیقعدہ کی آخری تاریخ کو شہید ہو گئے۔ اور کاظمین میں دفن کئے گئے۔ شاعر نے لکھا ہے ۵

جہاں میں مومنو حضرت تقی کا آہ ماتم ہے — محبان علیؑ و فاطمہؑ کی چشم پرنم ہے
مصیبت کا اثر پھیلا ہوا ہے سب جہاں میں — سیہ پوش آہ کعبہ پانی پانی آب زمزم ہے
یتیمی چھا گئی ہے حضرت نقی پر آہ روتے ہیں — رواں سیلاب اشک آنکھوں سے اس غم میں ہر اک دم ہے
جنازہ ہائے اٹھتا ہے شہ مسموم کا ہے ہے — عیاں ہے بیکسی کی عجب غربت کا عالم ہے
لہو برسا رہے ہیں آنکھوں سے اہل حرم ہے ہے — بہا دو مومنو آنسو کہ یہ رونے کا موسم ہے
ہر اک مومن تڑپتا ہے مثال طائر بسمل — ہر اک اس غم میں گریاں مثل عاشور محرم ہے
جناں میں حوریں روتی ہیں ملائک آج گریاں ہیں — [illegible] اشک افشانی میں شبنم ہے
نویں شمع امامت گل ہوئی اندھیر ہے دنیا — نظام عالم ایجاد درہم اور برہم ہے
طیوران جہاں نالہ کناں ہیں آہ گم صم ہیں — بپا ہے ملک ملکوت میں سرور عالم کا ماتم ہے
دیا زہر دغا صد حیف اس ہمراز کے پیارے کو — ہر اک مومن کی آنکھوں سے رواں آنسو ہمہ دم ہے

بی بیو! حضرت امام محمد تقی علیہ السلام پردیس میں زہر سے شہید کئے گئے۔ واقعی بڑا ظلم کیا گیا۔ مگر حضرت کو غسل دیکر کفن پہنا کر

دفن تو کر دیا گیا لیکن آہ آہ کوئی مظلوم ایسا بھی ہے جو پردیس میں تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا گیا اور اس کو نہ غسل دیا گیا نہ لاش دفن کی گئی۔ آپ سمجھ تو گئیں۔ اُف حضرتؑ کی مصیبت پر تو کلیجا منہ کو آتا ہے۔ شاعر نے لکھا ہے ع

اہلِ حرم میں ہائے حسینا کی تھی پکار — مائیں جو بیٹیاں تھیں تو بچے تھے بیقرار
چلاتی تھی یہ زینبؑ مغموم بار بار — بھیا تمہارے لاشۂ بے سر کے میں نثار
کیونکر ردا اُٹھاؤں تنِ چاک چاک پر — مسند نبی کی چھوڑ کے سوتے ہو خاک پر
اک دن وہ تھا کہ سینۂ زہراؑ تھا خوابگاہ — اک دن یہ ہے کہ لاش پہ سایہ نہیں ہے آہ
جس لب کے بوسے لیتے تھے پیغمبر الٰہ — زخمی وہ تیر سے ہوئے بے جرم و بے گناہ
کیونکر بہن کے دل پہ نہ غم کا وفور ہو — جب جسمِ پاک آپ کا تیغوں سے چور ہو
مسند لٹی جو شاہِ فلک بارگاہ کی — ہاتھوں سے دل کو تھام کے زینبؑ نے آہ کی
غل تھا کہاں چھپیں نہیں جا گر پناہ کی — فریاد ہو دہائی ہے شبیرِ الٰہ کی
آقا تمہارے اہلِ حرم لوٹے جاتے ہیں — یا شبیرِ حق بچاؤ کہ ہم لوٹے جاتے ہیں
پھر وہ جفا شعار صغیروں کے پاس آئے — سہمے ہوئے وہ روتے تھے گھر تو منہ چھپائے
کانوں سے بندے کھینچ لئے انکے ہائے ہائے — روئے جو وہ یتیم تو نیزے انھیں دکھائے
فریاد کی صغیروں نے منہ ڈھانپ ڈھانپ کے — گر گر پڑے زمیں پہ سب کانپ کانپ کے
آیا قریں سکینہؑ کے جب شمرِ تیرہ سر — اور بد گہر نے کھینچ لیا کان سے گہر
گوندا بدن کا ہو گیا سارا لہو میں تر — تڑپی وہ مثلِ ماہیِ بے آب خاک پر
چلائی وہ یتیم کہ راحت کے دن گئے — فریاد ہے حسینؑ گھر میرے چھن گئے
اتنے میں ناریوں [نے] دیا اور تازہ غم — حضرتؑ کے گھر میں آگ لگا دی بصد ستم

## تینتیسویں مجلس ۱۷؍ ذی الحجہ کی جس میں عفت کی خوبیاں بیان کی گئیں اور آخر میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حالات ذکر کرکے آپ کی شہادت لکھی گئی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ اگر عورتیں عفت کی پابندی کریں تو یہ ان کے حق میں بہت بہتر ہے۔ جس سے عفت کی خوبی معلوم ہوئی عفت اور پاک دامنی کی خوبی۔ اسکی تاکید اور فضیلت کی آیتیں بہت کثرت سے ہیں۔ ان سب کو پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ بس یہ سمجھنا چاہئے کہ عورتوں کی عزت شرف اور بزرگی جو کچھ ہے وہ اسی پاک دامنی ہی میں ہے کہ جو عورت پاک دامن نہیں ہے وہ شاہزادی بھی ہو تو ذلیل اور کمینہ ہے۔ جس عورت کی عفت کا اطمینان نہیں وہ سب کی نظروں میں حقیر اور رذیل ہے۔ اور جو عورت پاک دامن ہے وہ فقیر بھی ہو۔ اس کے پاس کوئی زیور بھی نہ ہو۔ اسکے پہننے کو کپڑے تک درست نہ ہوں لیکن عزت اور قدر کے قابل سمجھی جائے گی پس ہم لوگوں کو ہمیشہ اسکی کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارا یہ زیور بچا رہے ہماری یہ دولت محفوظ رہے کہ اسکی وجہ سے ہم مالا مال رہیں گے اور اسکے بغیر ہم لوگوں کی زندگی سے بہتر موت ہوگی کہ اس سے زیادہ کوئی عیب نہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ خدا کے نزدیک عفت سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ جناب رسولخدا صلعم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کے مرد اور عورتیں سب سے زیادہ دو چیزوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالی جائینگی۔ ایک ان کا پیٹ ہوگا جس میں نجس حرام۔ ناجائز سب چیزیں کھاتے رہے ہوں گے) دوسری بے عفتی کہ جو مرد یا عورت بے عفتی کریگی وہ بھی دوزخ میں ڈالی جائیگی۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے جناب محمد بن حنفیہ کو وصیت کی تھی کہ اے بیٹا جو شخص اپنی بُری خواہشوں کو روکے وہ بہت بڑی بھلائی پائیگا[۱]

ہمارے پیشوایان دین نے ہمارے بدن کی چھوٹی چیزوں کی حفاظت کی بہت زیادہ تاکید کی کہ ہم اپنے منہ کی اتنی حفاظت کریں کہ اسمیں چوری۔ جوا۔ غصب۔ لوٹ۔ سود۔ رشوت غرض بے ایمانی کے کسی پیسہ کی کوئی چیز نہ جانے پائے۔ اسی طرح کوئی نجس چیز بھی نہ جائے اور عفت کی بھی پوری کوشش کریں کہ نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں نہ ان سے باتیں کریں۔ نہ ان کے پاس بے تکلفی سے بیٹھیں اور جو مرد یا عورتیں بدکار ہوں اُن سے ہمیشہ بھاگیں کہ بُری صحبت سے اچھے لوگ بھی خراب ہو جاتے ہیں۔ بہت سی عورتوں کی عفت اس وجہ سے جاتی رہتی ہے کہ ان کے ہاں بُری عورتیں آتی جاتی ہیں جو اپنے خیالات سے پارسا عورتوں کو بھی بگاڑ دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کو سانپ بچھو سے زیادہ خوفناک سمجھنا چاہیئے۔ ان کے ملنے جلنے کو زہر سے زیادہ قاتل جاننا چاہیئے۔ بدکاری سے خدا کو اتنا غضب ہوتا ہے کہ آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ علحدہ ہے دنیا میں اسکی سزا یہ ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

[۱] وسائل جلد ۲ صہ ۴۹۷

فرماتے تھے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک عورت کے بارے میں جس نے بدکاری کی تھی اور جو بچہ ہوا تھا اس کو چھپاکر مار ڈالا تھا یہ فیصلہ کیا کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں پھر وہ سنگسار بھی کردی جائے اور ایک عورت کو حضرتؑ نے اس جرم میں سو کوڑے کی سزا دی۔ پھر سال بھر کے لئے شہر سے دوسری جگہ نکال دیا ؎۱ اور حضرت رسولخدا صلعم نے فرمایا اے مسلمانو! بدکاری سے ہمیشہ بچنا کہ اسمیں چھ برائیاں ہیں۔ تین دنیا کی اور تین آخرت کی۔ دنیا کی تین یہ ہیں (۱) رسوائی و فضیحتی (۲) افلاس کہ جو ایسا کرتا ہے وہ ہمیشہ فقیری میں مبتلا رہتا ہے اور (۳) اس کی زندگی کم ہوجاتی ہے۔ اور آخرت کی برائیاں یہ ہیں (۱) اللہ ایسے مرد عورت پر غضبناک رہے گا (۲) ایسے مرد عورت سے حساب دیر تک لیا جائیگا اور (۳) ایسے مرد عورت ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں پڑے رہیں گے ؎۲ حضرت رسولخدا صلعم کی ایک اور حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرک (کافر) ہونے کے بعد خدا کے ہاں سب سے بڑا گناہ یہی بدکاری ہے ؎۳ آنحضرت صلعم کی ایسی خوفناک حدیثوں کے بعد بھی جو بدکاری کرتے ہیں انکو سمجھنا چاہئے کہ بے عزتی رسوائی فضیحتی کے علاوہ قیامت میں ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ ہے جس سے خدا ہر مومن کو بچائے۔ مگر کیسے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے خلفاء ایسی سخت بدکاری کرتے رہے ہیں کہ اپنی ماں بہن بیٹی تک کو نہیں چھوڑتے تھے مسلمانوں کی بڑی معتبر کتابوں

؎۱ وسائل جلد ۳ صفحہ ۴۶۲ ؎۲ تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۳۰ ؎۳ درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۸۱

میں ایسے واقعات بھرے ہوئے ہیں۔ خاص کر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانہ میں جو خلفا ہوئے ان کی حالت سے اسلام کو شرم آتی ہے اور دوسری قومیں آج مسلمانوں کو ہنستی ہیں کہ جس اسلام کے پیشوا ایسے خلفاء تھے اسکو دور ہی سے سلام ہو۔ مگر ان کے مقابلہ میں ہمارے بارہ امام ایسے فضائل کے ہوئے کہ دنیا میں کہیں اور کبھی کوئی اور ایسے شخص نہیں ہوا۔ آج ۷ ذی الحجہ ہے آج کی تاریخ سنہ ۱۱۴ھ میں ہمارے پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام شہید ہوئے۔ حضرتؑ ہی کا حال سنئے۔ حضرت اس درجہ خدا کے مطیع تھے کہ گناہ کرنا کیسا یہ تو ناممکن تھا ہی کسی گناہ کا خیال بھی کبھی نہیں فرمایا بلکہ ہمیشہ وہی کام کیا جس سے خدا خوش رہے اسکے ساتھ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہے۔ پہلے حضرتؑ کے بچپن کا واقعہ سنئے جس سے معلوم ہو کہ حضرت کے والد امام زین العابدین علیہ السلام آپکو کیسے اچھے اخلاق و آداب کا پابند رکھتے اور حضرت اپنے بزرگوں کی اطاعت بھی کس درجہ کرتے تھے۔ حضرت رسولخدا صلعم کے مشہور صحابی جناب جابر بن عبد اللہ جب نابینا ہو چکے تھے اس زمانہ میں ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اپنے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام کو بھی جو بہت چھوٹے بچے تھے لیتے گئے جب وہاں پہونچے تو حضرتؑ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنے چچا (جابر) کے سر کو بوسہ دو۔ سبحان اللہ یہ حضراتؑ کیسے بے نفس اور صاحب اخلاق تھے کہ حضرت نے جناب جابر کو جو آپ کے بھی صحابی ہی تھے اور جن سے کوئی رشتہ بھائی کا نہیں تھا اپنا بھائی کہا

اور ہم لوگوں کو سمجھایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہی ہوتا ہے۔
اللہم صل علے محمدؐ و آل محمدؐ۔ حضرتؐ کے اس حکم پر امام محمد باقر
علیہ السلام بڑھے اور جا کر جناب جابر کے سر کو بوسہ دیا۔ انکی
آنکھ تھی نہیں کہ پہچانتے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت امام
زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا میرے بیٹے محمد (باقر)
ہیں۔ یہ سننا تھا کہ جناب جابر نے فوراً آپ کو اپنے سینے سے
لپٹا لیا اور کہا اے محمد (باقر) حضرت رسولخدا صلعم نے آپ کو
سلام کہا تھا۔ حضرت رسولخدا صلعم کو انتقال کئے ہوئے تقریباً
پچاس سال کا زمانہ گزر چکا تھا اس وجہ سے لوگوں کو تعجب ہوا
کہ جناب جابر کیا کہتے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ حضرتؐ نے آپکو
کیسے سلام فرمایا تھا۔ انھوں نے کہا ایک دفعہ میں حضرت
رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت امام حسینؑ
آنحضرتؐ کی گود میں تھے۔ حضرتؐ آپ کو کھلاتے اور آپ سے
پیار کرتے تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا اے جابر میرے بیٹے حسینؑ کے
ایک فرزند ہونگے جن کا نام علیؑ (زین العابدین) رکھا جائیگا
(وہ اس مرتبہ کے ہونگے کہ) جب قیامت کا دن آئیگا تو ایک
منادی پکار کر کہے گا جو سب عبادت کرنے والوں کے سردار ہیں کھڑے
ہو جائیں۔ اس پر وہی علیؑ (زین العابدین) کھڑے ہو جائیں گے۔
انھیں علیؑ (زین العابدین) کے ایک فرزند ہوں گے جن کا نام
محمد رکھا جائیگا۔ اے جابر اگر تم اُن سے ملنا تو میرا سلام پہونچا
دینا۔ اور اے جابر یہ بھی جان لو کہ تم ان سے ملاقات کرنے
کے بعد تھوڑے ہی دنوں زندہ رہو گے۔ بالکل ایسا ہی ہوا

کہ حضرتؑ کو سلام پہونچانے کے بعد جناب جابر صرف تین دن
زندہ رہے [1]۔ حضرتؑ کے علم و فضل کی یہ حالت تھی کہ ایک
بڑے عالم کہتے تھے حضرت امام حسنؑ یا امام حسین علیہ السلام
کی اولاد میں کسی شخص سے علم دین۔ احادیث۔ علم قرآن۔
علم سیر۔ اور فنون ادب کی اس قدر اشاعت نہیں ہوئی جس قدر
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ہوئی حضرتؑ کے علوم کے
تذکرے دور دور تک پہونچ گئے اور جن احکام خدا و رسولؐ
کو آپ نے بتایا وہ آفتاب کی طرح تمام عالم کو نورانی کرتے رہے [2]
اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ ایک دفعہ حضرتؑ حج کرنے گئے
آپ کا غلام بھی ساتھ تھا۔ وہ بیان کرتا تھا کہ جب حضرت مسجد
میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کو دیکھا تو رونے لگے۔ میں نے
عرض کی میرے باپ ماں حضور پر نثار ہو جائیں لوگ حضور کو دیکھ رہے
ہیں (سب کے سامنے اس زور سے رونا مناسب نہیں) حضور آہستہ
روئیں۔ حضرتؑ نے فرمایا افسوس (کیا کہتے ہو) میں زور سے
کیوں نہ روؤں۔ شاید اسی رونے سے اللہ مجھ پر اپنی ایسی
نظر رحمت فرمائے جس سے میں قیامت میں بخش دیا جاؤں پھر
حضرت نے اس کا طواف کیا اور پلٹ کر آئے تو مقام ابراہیمؑ کے
پیچھے رکوع (اور سجدہ) میں تشریف لے گئے اور جب فارغ ہوئے
تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ کی آنکھوں سے آنسو اتنے بہے تھے کہ
جہاں حضرتؑ نے سجدہ کیا تھا وہ جگہ پوری بھیگ گئی تھی
اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ میرے والد

[1] نور الابصار ص ۱۴۳ [2] روائح المصطفیٰ ص ۱۰۹

کے تضرع و زاری کی یہ حالت تھی کہ رات کو خدا سے مناجات کرتے تھے۔ فرماتے تھے اے معبود تو نے مجھے حکم دیا مگر (میں تو یہی سمجھونگا کہ) مجھ سے اسکی تعمیل نہیں ہوسکی تو نے مجھے منع کیا مگر میں (تو یہی جانوں گا کہ) اس سے باز نہیں رہا۔ اب تیرا بندہ تیرے دربار میں حاضر ہے جو اپنی بیدلی کا اقرار کرتا ہے اور کوئی عذر نہیں کرتا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد۔ حضرت فرمایا کرتے کہ خدا کے خوف سے جس آنکھ میں آنسو ڈبڈبا آئیگا خدا اسکے چہرے کو جہنم پر حرام کردے گا اور اگر اسکے آنسو بہکر دونوں رخساروں پر گرنے لگیں گے تو اسکے چہرے پر نہ گرد رہے گی نہ سیاہی۔[۱] فی ہیوا جو بزرگ اس طرح لوگوں کو خدا کا مطیع و فرماں بردار رکھنا چاہے اور خوف الہی میں زندگی بسر کرے کیا اسی کا مستحق تھا کہ زہر سے شہید کردیا جائے۔ بنی امیہ کے خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے حضرتؑ کو زہر دے دیا جس سے حضرتؑ نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ ہجری کو وفات پائی اور مدینہ میں دفن کیئے گئے۔ شاعر نے کتنے لکھا ہے ؎

غم میں تیرے روتی ہے عجب درد سے دنیا یا حضرت باقرؑ
ستم ہے کوئی آفاق میں اس طرح گزرا یا حضرت باقرؑ

گو زہر کھلایا ہے ہشام نے گو زہر سے مارا
بٹھلایا تمہیں زین پہ سم آلودہ مولا یا حضرت باقرؑ

تاثیر سے سم کی تن اقدس ہے کہ اس جلنے سے ہوئی یاس
صد حیف نکلی دل اعدا کی تمنا یا حضرت باقرؑ

اب روئیں گے دس سال تجھے حج میں منیٰ میں مظلوم یہ تیری
یہ تیری وصیت نہ بھولینگے آقا یا حضرت باقرؑ

افسوس کہ ہیں فرش بستر پہ تڑپتا اور سر ہے پٹکتا
اس طرح کے مرنے میں ہو آپ ہیں یکتا یا حضرت باقرؑ

بچپن میں سہا معرکہ طف کو بھی جھیلا وا حسرت و دردا
روتی ہیں مصیبت پہ تیری فاطمہ زہرا یا حضرت باقرؑ

[۱] نور الابصار صفحہ ۱۴۳

افسوس یتیم آج ہو حضرت دق مرض سے تمہارے | سایہ نہ رہا باپ کا اب کون ہو اوڑھا یا حضرت باقر
یاور نہ رہا کوئی جہاں میں مدد گار مونس و غمخوار | اب کیا ستائینگے شب و روز یہ اعدا یا حضرت باقر

بی بیو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام شہید کیے گئے مگر حضرت کو اپنے وطن میں دفن ہونے کا تو موقع ملا۔ لیکن آہ حضرت کے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کیسے مظلوم تھے کہ مدینہ سے بھی دور رہے۔ دشمنوں نے حضرت کو قتل کر کے نہ غسل دیا نہ کفن پہنایا۔ لاش بھی جلتی زمین پر پڑی رہی۔ حضرت کے کل اسباب لوٹ لئے گئے۔ خیموں میں آگ لگا دی گئی۔ بی بیوں اور بچوں کے زیور۔ لباس چھین لئے گئے وہ سب ایک چادر کو محتاج ہو گئیں شاعر نے لکھا ہے ؎

جب خیمۂ فرزند پیمبر ہوا تاراج | اک شور ہوا خانۂ حیدر ہوا تاراج
ناموس نبی کا زر و زیور ہوا تاراج | جو رونق دنیا تھا وہی گھر ہوا تاراج
بے دینوں نے لوٹا حرم شیر خدا کو | سیدانیاں محتاج ہوئیں ایک ردا کو
وہ پردگیاں حرم عزت و توقیر | نازل ہوا تھا جن کے لئے آیۂ تطہیر
میدان میں سر ننگے تھیں اور گرد تھے بے پیر | تھا چار طرف شور کہ مارے گئے شبیر
تاکید تھی ہر دم عمر و سعد شقی کی | ہاں باندھ لو رسی سے نواسی کو نبی کی
کہتا تھا کوئی دشمن دیں بیڑیاں لاؤ | زنجیر ید اللہ کے پوتے کو پنہاؤ
سجاد کے ہاں سے سکینہ کو ہٹاؤ | لپٹا ہوا ہے باپ باقر کو چھڑاؤ
سر کاٹ لو فرزند حسین ابن علی کا | تا فاتحہ خواں بھی نہ رہے سبط نبی کا
چلاتی تھی مقتل کی طرف زینب مضطر | یا سبط نبی لوٹی گئی آپ کی خواہر
بازو مرے رسی سے بندھے چھن گئی چادر | جاتے ہیں ستمگار رسن کے تنہا ہوں کھلے سر
فریاد ہے منہ اشکوں سے دھونا نہیں ملتا | تم قتل ہوئے اور مجھے رونا نہیں ملتا

## چونتیسویں مجلس ۳۴

۱۸ ذی الحجہ کی جس میں چوری۔ لوٹ۔ غصب کی برائی لکھی گئی۔ پھر جناب امیر علیہ السلام کی خلافۃ بلافصل کا حال بیان کیا گیا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے۔ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللهِ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ جو مرد یا عورت چوری کرے اُس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ خدا کی طرف سے سزا ان کے اس جرم کی ہے جو وہ کرتے ہیں اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے ع جب معلوم ہوا کہ اس حرکت سے خدا کو کتنا غضب ہوتا ہے۔ یہ تو دنیا کی سزا ہے۔ آخرت میں جو عذاب ہوگا اس کو کون سمجھ سکتا ہے حضرت رسولخدا صلعم فرماتے تھے کہ خدا لعنت کرے چور پر جو ایک معمولی انڈا چرا کر اپنا ہاتھ کٹوا تا ہے اور ایک رسی کی بھی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ قطع کردیا جاتا ہے چوری صرف یہ نہیں ہے کہ کسی سے کوئی چیز چھپا کر لے لیں بلکہ یہ بھی ہے کہ کسی سے کوئی چیز کسی ضرورت کے لئے لی اور رکھ لی۔ نہ اس کو خود پہونچائی نہ اسکے مانگنے پر اس کو دی۔ ایک عورت اپنے لوگوں سے زیور عاریۃ (منگنی) مانگ کر لے جاتی اور وعدہ کرتی کہ پھر دے جاؤں گی مگر ان زیوروں کو چھپا لیتی اور جس سے لیتی اُسکو واپس نہیں کرتی تھی۔ اسکی شکایت حضرت رسولخدا صلعم سے کی گئی تو حضرت ؐ نے فرمایا اس عورت پر لازم ہے کہ اللہ

اور رسولؐ سے اپنے گناہ کا توبہ کرے اور جس جس کا مال چھپا رکھا ہے سب واپس کر دے (مگر غالباً اس نے نہیں کیا تو) حضرتؐ نے ایک صحابی سے فرمایا اٹھو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو۔[۱]

حضرت امام رضا علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا کہ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم اسلام نے اس وجہ سے دیا کہ زیادہ تر وہ اسی ہاتھ سے چوری کرتا ہے اس وجہ سے خدا نے یہ سزا مقرر کی کہ یہی بدن کاٹ دیا جائے تاکہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آئے اور دوسرے لوگوں کو ایسی عبرت ہو جائے کہ وہ کسی کا مال بغیر اسکی اجازت کے نہ لیا کریں۔ اور خدا نے مال کے غصب کرنے اور ناجائز طریقہ پر لینے سے منع کر دیا کیونکہ اسمیں انواع واقسام کے فتنہ و فساد ہوتے ہیں اور فساد کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے بدامنی ہوتی اور ملک برباد ہوتا ہے اور بھی بہت خرابیاں ہیں اور خدا نے چوری کو بھی حرام کیا کیونکہ اسمیں مالوں کا فساد اور جانوں کا نقصان ہوتا ہے اور غصب کر کے لوٹنے چھیننے سے لڑائی جھگڑا نزاع فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور لوگ تجارت صنعت و حرفت وغیرہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔[۲]

اللھم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ اور حضرت رسول خدا صلعم فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے ہمسایہ (وغیرہ) کی ایک بالشت زمین میں بھی بے اجازت تصرف کریگا تو خدا اسکی گردن کا طوق بنا دیگا اور وہی طوق پہنے ہوئے وہ قیامت کے روز حاضر کیا جائیگا اور معصوم علیہ السلام فرماتے تھے کہ غصب کی کل

---

[۱] منتخب کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۴۴۳ [۲] وسائل جلد ۳ صفحہ ۴۸۲

صورتیں مردود ہیں۔ اور حضرت صاحب الزمان علیہ السلام سے یہ حدیث ہے کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ دوسرے کے مال میں بغیر اسکی اجازت لئے کوئی تصرف کرے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ خیانۃ۔ غصب چوری اور سود کے مال سے (کوئی کام جائز نہیں ہے اس کو) حج وعمرہ یا جہاد میں بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ اس کو خیرات میں بھی نہیں دے سکتے۔ بلکہ واجب ہے کہ جس کا مال لیا ہے اسکو واپس کر دے ؎ غرض چوری غصب وغیرہ کو خدا نے بہت بڑا گناہ کہا ہے۔ ہم لوگوں کو ہمیشہ اس سے بچنا چاہیئے۔ اس سے دنیا میں کچھ ہی نفع ہو جائے مگر وہ کتنے دنوں رہیگا آخرت میں اسکی جو سزا ہوگی وہ نہایت درجہ ہولناک ہے جس سے بچانے کے لئے خدا نے دنیا میں پیغمبر بھیجے کہ ہمیں اچھی طرح سمجھا دیں اور پھر ان کے خلیفہ مقرر کیئے تاکہ وہ بھی برابر ہم کو بہشت کا راستہ دکھاتے اور دوزخ کی راہ چلنے سے منع کرتے رہیں۔ جو غرض نبی رسول بھیجنے کی تھی وہی امام اور خلیفہ مقرر کرنے کی تھی۔ بس جس طرح پیغمبر کو آدمی انتخاب سے نہیں مقرر کرتے بلکہ خدا بھیجتا ہے۔ اسی طرح امام اور خلیفہ کو آدمی اپنی پنچایت سے نہیں چن سکتے بلکہ خدا ہی مقرر کر سکتا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ خلیفہ مقرر کرنے کا اختیار مسلمانوں کو کس نے دیا؟ کس قاعدے سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ ہم جس کو خلیفہ

؎ وسائل جلد ۳ صفحہ ۳۶۴

بنا لینگے وہی ہمارا پیشوا ہوگا؟ حضرت آدم سے حضرت رسولخدا صلعم تک کسی کو بھی آدمیوں نے پیغمبر نہیں بنایا۔ اسی طرح پیغمبر کا جانشین یا خلیفہ یا امام بھی کبھی آدمیوں نے نہیں بنایا بلکہ ہمیشہ خدا نے بنایا۔ اور اس نے یہ بھی صاف صاف فرما دیا ہے کہ کسی کو بھی کسی کے خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ارشاد فرماتا ہے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ۔ اے پیغمبر تمہارا پروردگار ہی جس چیز کو چاہتا پیدا کرتا اور (نبی یا خلیفہ کو) منتخب کرتا ہے (کسی کا) انتخاب کرنا لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے عہ اور خلیفہ مقرر کرنے کو بھی اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم ہی کرتے ہیں فرمایا ہے اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً میں ہی زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں عہ حضرت داؤد کو خدا ہی نے خلیفہ بنایا جس کو قرآن میں فرماتا ہے يَا دَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ اے داؤد میں نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے سہ حضرت رسولخدا صلعم کے جانشینوں کے متعلق بھی خدا نے فرمایا کہ ہم ہی حضرت کے خلیفہ کو مقرر کرینگے۔ ارشاد ہوتا ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اے مسلمانو تم میں جو بزرگ خدا کے ایسے اچھے بندے ہیں کہ خدا پر ایمان لانے کے بعد جتنے اچھے کام ہیں وہی کرتے ہیں (اور کوئی برا کام نہیں کرتے)

عہ پ ۲۰ ع ۱۰

عہ پ ۱ ع ۴

سہ پ ۲۳ ع ۱۱

انھیں کو اللہ (اپنے پیغمبر کا) خلیفہ بنائیگا۔ جس طرح پہلے پیغمبروں کے خلیفہ کو بھی خدا ہی مقرر کرتا رہا ہے اب اس بات میں کس کو شبہ رہے گا کہ خلیفہ کا مقرر کرنا خدا ہی کا کام ہے۔ دوسرے لوگوں کو اس کا حق نہیں ہے۔ اللھم صل علیٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ اسی وجہ سے خدا نے اسلام کے شروع ہی میں حضرت رسولخدا صلعم کا خلیفہ مقرر کرکے آنحضرتؐ سے پورے مجمع میں اعلان کرا دیا تھا۔ تین سال تک حضرت چھپ کر لوگوں کو اسلام کی طرف بُلاتے رہے۔ چوتھے سال خدا نے حضرتؐ کو حکم دیا کہ عام اور کھُلے طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دو۔ حضرتؐ نے دعوت دی اور فرمایا کہ جو شخص اس کام میں میری مدد کرے گا وہی میرا وزیر۔ میرا وصی اور میرا خلیفہ ہوگا۔ مگر سوا حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کسی نے بھی مدد کا وعدہ نہیں کیا۔ تب اسی پورے مجمع میں حضرت نے لوگوں سے فرمایا۔ دیکھو یہی میرے بھائی۔ میرے وزیر۔ میرے وصی اور میرے خلیفہ ہیں تم سب لوگ انکا حکم مانتے اور انکی اطاعت کرتے رہنا[1] اس سے زیادہ صاف کون لفظ ہو سکتا ہے جس سے آنحضرت صلعم جناب امیرالمومنینؑ کی خلافت کا اعلان کرتے۔ اور اُس تاریخ سے اپنی وفات تک حضرتؐ نے کبھی اس حکم کو بدلا بھی نہیں نہ اسکے خلاف کچھ کہا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت

[1] تاریخ طبری جلد ۲ صـ۲۱۷ تفسیر معالم التنزیل صـ۱۰۵ و اوکلی صـ۱۵

امیر المومنین علیہ السلام جناب رسالت مآب صلعم کے خلیفہ بلا فصل اُسی وقت سے رہے جب آنحضرتؐ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اسی وجہ سے ہم لوگ حضرتؑ ہی کو آنحضرتؐ کا خلیفہ بلا فصل مانتے ہیں۔ اسی کی تاکید اور یاد دہانی آنحضرت صلعم نے اپنی وفات سے کچھ دن قبل آج ہی کی تاریخ کی یعنی ۸ ذی الحجہ کو حضرتؐ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب کے ساتھ مکہ پہونچے۔ ادھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی حسب الطلب وہاں پہونچے۔ دونوں بزرگوں اور سب صحابہ نے حج کیا۔ اس سے فارغ ہوکر ۱۴ ذی الحجہ کو مدینہ کی طرف واپس چلے۔ راستہ میں ایک تالاب پر جس کا نام غدیر خم ہے ۱۸ ذی الحجہ کو حضرتؐ پہونچے تو خدا نے حضرت پر یہ آیت نازل فرمائی یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (اے پیغمبر علیؑ کی خلافت و امامت کا پھر اشتہار دینے کے لئے جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر وحی نازل کی گئی ہے وہ امت تک پہونچا دو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہو گا کہ تم نے رسالت کا کوئی کام انجام ہی نہیں کیا) اس پر حضرت فوراً اُتر پڑے۔ زمین کو صاف کرا کے اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنوایا اور بلال نے پکار کر مسلمانوں کو متوجہ کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت رسولخدا صلعم اس منبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو بھی اس پر لے گئے اور فرمایا اے لوگو کیا

میں تمہارا حاکم اور پیشوا نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں ضرور ہیں۔ تب حضرت نے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اے مسلمانو! جن جن کا حاکم اور پیشوا تھا اب ان سب کے حاکم اور پیشوا یہ علیؑ ہیں (کیونکہ میری وفات کا زمانہ قریب ہے) تین مرتبہ یہ کہہ کر حضرت نے ارشاد فرمایا جو لوگ یہاں حاضر ہیں ان کو چاہیئے کہ یہ حکم غائب لوگوں تک پہونچا دیں۔ پھر آنحضرتؐ کے حکم سے جناب امیر علیہ السلام ایک خیمہ میں بیٹھے۔ لوگ آ کر حضرت کو خلافت و امامت کی مبارکباد دینے لگے ان میں حضرت عمر نے بھی کہا بَخٍّ بَخٍّ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَ مَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَۃٍ مبارک ہو مبارک ہو اے فرزند ابو طالب کہ آپ ہر مومن مرد اور عورت کے حاکم اور پیشوا ہو گئے۔ ابھی لوگ وہاں سے ہٹنے نہ پائے تھے کہ خدا نے یہ آیت بھی نازل فرما دی۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ پس اب میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا تم پر (ہدایت کی) سب نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لیئے دین اسلام کو پسند کر لیا [1] اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ و آل محمدٍ۔ بعض لوگ کہتے ہیں مولا کا معنے دوست ہے حالانکہ حضرت علی علیہ السلام پہلے ہی سے سب کے دوست

---

۱؎ تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ و تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۶۳۶ وغیرہ

تھے۔ نئی کون سی بات تھی جسکے لئے یہ اہتمام کیا گیا جسکی وجہ سے خدا نے یہ فرمایا کہ اگر تم نے یہ کام نہیں کیا تو گویا کوئی کام نہیں کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت بلا فصل ہی کا اشتہار مقصود تھا تاکہ آنحضرتؐ کی وفاۃ کے بعد لوگ گمراہ نہ ہوجائیں اللہم صل علی محمدؐ و آل محمدؐ۔ جب یہ آیۃ کہ اب میں نے تمہارا دین کامل کردیا نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ اکبر کہ یہ دین کامل ہو گیا۔ اللہ کی نعمت تمام ہوگئی اور میری پیغمبری اور علیؑ کی امامت وخلافت پر خدا اسلام سے راضی ہوگیا۔ اسکے بعد حضرتؐ نے نماز ظہر جماعۃ کے ساتھ ادا فرمائی اور مدینہ والے مدینہ کو اور دوسرے لوگ اپنے اپنے ملکوں میں واپس گئے۔ جب حضرت رسولخدا صلعم نے غدیر خم میں جناب امیر علیہ السلام کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا دوبارہ اشتہار دے دیا اور یہ خبر تمام اطراف وبلاد میں پھیلی تو ایک شخص حارث بن نعمان فہری مدینہ میں آیا اور اپنے ناقہ سے اُتر کر آنحضرت صلعم کے پاس پہونچا۔ اس وقت حضرت اپنے اصحاب کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ وہ آتے ہی بے باکی سے کہنے لگا اے محمدؐ تم نے توحید کو کہا ہم نے مان لیا۔ اپنی رسالت کا دعوے کیا اسکو بھی قبول کرلیا۔ نماز کو کہا اسکو پڑھنے لگے۔ روزے کو کہا اسکو رکھنا شروع کردیا۔ حج کو کہا اسکی بھی تعمیل کی۔ مگر ان سب سے تمہاری تشفی نہیں ہوئی۔ اب تم نے

چچازاد بھائی کو ہمارا حاکم بنا دیا۔ یہ کام تم نے اپنے دل سے کیا ہے یا خدا کے حکم سے ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اسی کے حکم کی میں نے تعمیل کی ہے۔ یہ سنتے ہی حارث پچھلے پاؤں پلٹا اور کہتا ہوا چلا کہ اے اللہ اگر یہ سچ کہتے ہیں تو آسمان سے تو ایک پتھر یا کوئی اور عذاب مجھ پر نازل کر۔ ابھی وہ اپنی سواری تک نہیں پہونچنے پایا تھا کہ آسمان سے اسکے سر پر ایک پتھر گرا جو اسکے پیٹ سے ہوتا ہوا نیچے سے نکل گیا اور وہ فوراً ہلاک ہوگیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی لہ سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ایک سائل نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ؏ اللہم صل علےٰ محمدؐ و آل محمدؐ۔ شاعر نے لکھا ہے ؎

عہ پ ۲۹ ع ۷

جب حج آخری سے رسول خدا پھرے — مثل قمر مسافر راہ رضا پھرے
عقدے دلوں کے کھول کے مشکلکشا پھرے — دکھلا کے راہ خانۂ حق رہنما پھرے
مولا کو ہجر خانۂ حق ناگوار تھا — کعبہ بھی مثل قبلہ نما بے قرار تھا
لکھا ہے یہ کہ راہ میں تھے سید الوریٰ — جولائے جبرئیل امیں وحی کبریا
کی عرض بعد شوق و سلام فرح فزا — ارشاد کبریا ہے کہ اے فخر انبیاؐ
ہر آشنا کو شوق لقا حبیب ہے — یا مصطفےٰ زمان وصال اب قریب ہے
آدمؑ کے عہد خاص سے تا ختم مرسلیں — میرا بھی جہاں میں کوئی بے وصی نہیں
منظور یہ ہمیں ہے کہ ایسا ہو جانشیں — تا حجۃ خدا سے نہ خالی رہے زمیں
جو کچھ کہا ہے ہم نے معین وہی کرو — یا مصطفےٰ علیؑ کو تم اپنا وصی کرو

لہ نور الابصار ص ۷۸

مژدہ یہ سن کے شاد ہوئے سید الوریٰ | جھک کر زمیں پہ شکر کا سجدہ کیا ادا
از بس کہ امر فوری رب العلا نہ تھا | فرمایا صبر آپ نے اور دل میں یہ کہا
برگشتہ ان کے قلب ہیں زوج بتول سے | ڈر ہے کہ پھر نہ جائیں خدا اور رسول سے

پہونچے غدیر خم کے قریں جب شہ انام | پھر آئے جبرئیل فرح ناک و شاد کام
دل میں خدا کا ذکر تھا لب پہ علی کا نام | بھیجا درود حق کی طرف سے پس از سلام
تاباں تھا اس طرح رخ روشن حضور سے | آئینہ جس طرح کہ لبالب ہو نور سے

کی عرض پڑھ کے آیہ یا ایہا الرسول | ارشاد ہے کہ لاکھ معاند ہوں دل ملول
ناجی ہے جو علی کی خلافت کرے قبول | بے فصل جانشیں ہے ترا شوہر بتول
نصب علی کی خلق میں تدبیر کیجئے | ابلاغ حکم حق میں نہ تاخیر کیجئے

پہونچاؤ جلد امت کو بھیجا ہے جو پیام | یعنی علی ہے خلق میں مولا خاص و عام
نائب کرو علی کو اسے بھیجا ہے کام | ورنہ تمام کار رسالت ہے ناتمام
مسند پہ [illegible] | ہاں اے رسول خاتمہ بالخیر چاہیے

جبرئیل جو [illegible] | [illegible] شگفتہ ہوا روئے مصطفےٰ
کی عرض اب [illegible] حال کیا | بس آرزو یہی تھی یہی مدعا
معبود کا خطاب بھی ہے اور عتاب بھی | شیر و شکر بھی ایک جگہ ہے گلاب بھی

فرما کے [illegible] سے مصطفےٰ | خوش خوش غدیر خم تلک آئے پیادہ پا
[illegible] ہاشمی [illegible] | ٹھہرو اتر پڑا ہے دو عالم کا پیشوا
جنگل ہی کے [illegible] ہے | کل کوچ ہوگا آج اسی جا مقام ہے

منبر جب [illegible] | خطبہ پڑھا کہ سینوں میں ہلنے لگے جگر
فرمایا بعد حمد خداوند بحر و بر | اے بندگان حق متوجہ ہو سب ادھر
[illegible] | کرتا ہوں دو بیاں کہ جو حکم الٰہ ہے

اے قوم اس جگہ ہی مرا آخری مقام — نزدیک اب ہے قرب خدائے ذوی الاحترام
سن لو لیے زبان خدا ہی مرا کلام — رہنا مرے وصی کی اطاعت میں صبح و شام
کیوں اس تمام خلق کا مولا نہیں ہوں میں — تم سے تمہارے واسطے اولا نہیں ہوں میں
سب نے کہا کہ حق ہی یہ اے کعبۂ نجات — ہم سے ہمارے واسطے اولیٰ ہی تیری ذات
منبر پہ پھر یہ سن کے جھکے شاہ کائنات — بازو علیؑ کا تھام کے اٹھا وہ خوش صفات
اونچا کیا کہ زینت منبر ہوئے علیؑ — محبوب کبریا کے برابر ہوئے علیؑ
لکھا ہے یوں بلند تھا دست شہ زماں — جو صاف تھی سفیدی زیر بغل عیاں
ہر سو دکھا دکھا کے علیؑ کو یہ تھا بیاں — مولا ہیں جس کا اس کا ہے مولا یہ نوجواں
لاتے ہیں یوں ادھر سے ادھر بزم گاہ میں — جلوہ دلہن کو دیتے ہیں جس طرح بیاہ میں
منبر سے اترے جب کہ رسول فلک سریر — بیعت کو دست حق سے بڑھے سب جوان و پیر
سلمان نے عرض کی کہ مبارک ہو اے امیر — ایسا ہو بادشاہ تو اس شان کا وزیر
کیونکر خدا نہ لطف خفی و جلی کرے — افضل وہ سب سے ہے جسے خالق وصی کرے
روح الامیں نے آکے پئے تہنیت کہا — تم فخر انبیاء ہو علیؑ فخر اوصیاء
ارشاد کبریا ہے کہ اے نائب خدا — کامل بس آج دین کو اللہ نے کیا
واجب ہے ہر بشر پہ اطاعت امام کی — نعمت جو کچھ تھی آج وہ تم پر تمام کی

## پینتیسویں مجلس
۲۴ ذی الحجہ کی جس میں گناہان کبیرہ کو بتایا اور آخر میں عید مباہلہ کا واقعہ لکھا گیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا فرماتا ہے:۔ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْز

الْعَظِیْمُ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔ جو مرد یا عورت اللہ اور اسکے رسولؐ کے حکم پر چلیگی اسکو اللہ ایسے بہشت میں رکھیگا جسمیں نہریں بہتی ہونگی اس بہشت میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔ لیکن جو مرد یا عورت اللہ اور اُسکے رسولؐ کی نافرمانی کریگی اور اُسکی مقرر کی ہوئی حدوں سے بڑھ چلیگی اُس کو اللہ دوزخ میں لے جا داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیگی اور اسکو ذلت والا عذاب دیا جائیگا ع خدا نے اپنی اطاعت کا انعام اور اپنی مخالفت کی سزا کو قرآن مجید میں سیکڑوں جگہ ذکر کیا ہے کہ جو اُسکی باتیں مانے گا اس کو بہشت میں ایسی نعمتیں دے گا جو دنیا میں بادشاہوں تک کو میسر نہیں ہوتیں اور جو اس کے خلاف چلیگا اس کو دوزخ کا ایسا عذاب ہوگا جس کا اندازہ ہم لوگ دنیا میں کر ہی نہیں سکتے پھر وہ عذاب ایک دن دو دن کا نہیں بلکہ ہمیشہ کا ہوگا۔ اور وہ عذاب آگ کا ہوگا جیسا فرماتا ہے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا جو مرد یا عورت اللہ اور اُسکے رسولؐ کی نافرمانی کریگی تو اُسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جسمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑی رہیگی اُف دنیا میں اگر توے پر ایک سکنڈ کے لئے بھی ہاتھ پڑجاتا ہے یا آگ کی ایک چنگاری بھی بدن سے لگ جاتی ہے تو کیا اذیت ہوتی ہے۔ پھر ہم لوگ آگ ہی کی دنیا میں ہر وقت کیسے رہیں گے۔ یہ بھی تو نہیں ہے کہ ایک دفعہ جل کر خاک سیاہ ہونے

کے بعد مر جائیں ۔ وہاں تو یہ انتظام کیا جائیگا کہ ہم ہمیشہ زندہ رکھے جائیں گے اور ہمارا بدن جل جل کر ختم ہوتا جائیگا تو دوسرا اسکی جگہ بدلتا رہے گا۔ جیسا وہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا جو لوگ ہماری آیتوں سے انکار کرتے ہیں ہم ان کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں داخل کردینگے ۔ اس میں جب انکی کھالیں جلکر گل جائینگی تو ہم اس غرض سے کہ وہ دوزخ کے عذاب کا مزا اچھی طرح چکھیں گلی ہوئی کھالوں کی جگہ انکی دوسری نئی کھالیں پیدا کردیں گے بے شک اللہ بڑا زبردست صاحب تدبیر ہے اسکے ساتھ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور اچھے اعمال کرتے رہیں گے ہم ان کو بہشت میں داخل کرینگے جن کے تلے نہریں بہ رہی ہونگی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔

اسی وجہ سے ہمارے پیشوایان دین نے ہم لوگوں کو بڑی تاکید کی کہ گناہوں سے ہمیشہ بچتے رہیں۔ چھوٹے ہوں یا بڑے ۔ کیونکہ سب کی سزا ضرور ہوگی ۔ چھوٹے گناہوں کی سزا چھوٹی اور بڑے گناہوں کی سزا بڑی ۔ بڑے گناہوں کو بھی بتا دیا ہے کہ فلاں فلاں ہیں ۔ بڑی بڑی کتابوں میں انکی تفصیل اچھی طرح بیان کی ہے میں یہاں مختصر طور پر بعض کو بیان کرتی ہوں ۔ شرک کرنا کسی مومن کو ناحق مار ڈالنا ۔ یتیم کا مال کھا جانا ۔ بدکاری کرنی ۔ ماں باپ کا حق نہ ادا کرنا اور انکی مخالفت کرنی ۔ سود لینا اور دینا ( مگر کافر سے

جو زائد نفع لیا جائے وہ سود نہیں ہے) جادو کرنا۔ جھوٹی قسم کھانی۔ شراب پینی۔ جوا کھیلنا۔ خانہ کعبہ میں وہ کام کرنا جس کو خدا اور رسولؐ نے منع کیا ہو۔ رحمت خدا سے نا امید ہونا۔ عذاب خدا کی پروا نہ کرنی۔ سودا خریدنے یا بیچنے میں کم دینا اور زیادہ لینا۔ گانا۔ چوری۔ خیانت۔ مومنین کی غیبت کرنی۔ اُن کاموں کا چھوڑنا جن کا واجب ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ جیسے نماز وغیرہ۔ فضول خرچی۔ بے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کھانا۔ سور اور اس جانور کا گوشت کھانا جو سوا اللہ کے اور کسی نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ سچی گواہی کا چھپانا۔ اپنے مال کو حرام کاموں میں خرچ کرنا۔ گناہان صغیرہ پر اصرار کرنا۔ گناہان صغیرہ کو حقیر سمجھنا۔ مسلمانوں پر ظلم کرنا۔ ناچ دیکھنا۔ باجا۔ ڈھول دف۔ طنبور۔ نا ے وغیرہ کا سننا۔ رشوت لینی۔ ظالموں کے ظلم میں مدد کرنی۔ عزیزوں سے میل ترک کرنا۔ جب قدرت ہو جائے تو حج کو نہ جانا۔ شراب تاڑی وغیرہ نشہ کی چیزوں کا پینا۔ کسی پر بہتان افترا کرنا۔ ایسا کام کرنا جس سے لوگ اسکے باپ ماں کو گالیاں دیں۔ قضاء الٰہی کی شکایت کرنی اور اس پر اعتراض کرنا۔ تکبر اور غرور کرنا۔ حسد کرنا۔ خیل خوری کرنا۔ مباح پانی کا لوگوں کو لینے نہ دینا اختیار رہتے ہوئے کسی کا حق روک لینا۔ جھوٹ بولنا۔ غرض اسی طرح بہت ہیں[1] مردوں کا سونا اور ریشمی کپڑا پہننا بھی حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔ خدا و رسولؐ

[1] رسالہ گناہان کبیرہ

کو اس سے ایسی سخت نفرت ہے کہ جو لوگ مسلمان نہیں تھے انکو بھی ایسی چیزیں پہنے ہوئے حضرت رسول خدا صلعم دیکھتے تو منہ پھیر لیتے ان کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے تھے۔ جیسے ۹ھ کے اسی مہینہ میں نجران کے عیسائی سونے کی انگوٹھیاں اور ریشمی کپڑے پہنے حضرت کے پاس آئے۔ اور سلام کیا حضرت نے نہ ان کا جواب دیا نہ کوئی بات کی۔ اس کا پورا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے نجران کے عیسائیوں کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی۔ وہاں سے چودہ یا ستر بڑے بڑے پادری مدینہ چلے کہ حضرتؐ کے حالات کی تحقیق کریں۔ یہاں پہونچکر اچھے ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھیاں پہنکر آنحضرتؐ کے پاس آئے اور سب نے حضرتؐ کو سلام کیا مگر آنحضرتؐ نے نہ ان کے سلام کا جواب دیا نہ ان سے بات کی بلکہ اُدھر سے مُنہ پھیر لیا۔ وہ جا کر بڑے بڑے صحابہ سے پوچھنے لگے کہ تمہارے رسولؐ نے ہم کو بلایا مگر ہم آئے اور سلام کیا تو وہ بات ہی نہیں کرتے ہیں۔ کیا کریں۔ اور لوگوں سے جواب نہیں چلا تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس وہ صحابہ آئے اور پوچھا آپکی کیا رائے ہے۔ فرمایا یہ لوگ ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھیاں اتار کر حضرت کے پاس جائیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اب آنحضرت صلعم نے جواب سلام دے کر فرمایا کہ بخدا جب یہ لوگ پہلے میرے پاس آئے تھے تو شیطان ان کے ساتھ تھا۔ اسکے بعد وہ لوگ آنحضرتؐ سے حضرت عیسےٰؑ کے بارے میں حجت کرنے لگے کہ وہ

نکیر و منکر نے جب یہ پوچھا کہ کون مولا ہے تیرا بتلا
کہا یہ میں نے درود پڑھ کر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

اُسی کی مدحت ھَلْ اَتٰی ہے اُسی کی توصیف قُل کفٰی ہے
ثنا میں جسکی ہیں چاروں دفتر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

ہُوا جو پیدا حرم کے اندر چڑھا جو دوشِ حبیبِ حق پر
بُتوں کو توڑا پٹک پٹک کر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

ڈرا نہ کفّار سے جو صفدر جو سویا فرشِ نبی پہ جا کر
کیا مُبا ہات حق نے جس پر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

وغا میں مرحب کو جس نے مارا اور عمرو و عنتر کا سر اُتارا
اُکھاڑا جس نے کہ بابِ خیبر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

انگوٹھی سائل کو جب عطا کی سند خدا نے دی اِنّما کی
نبیؐ کا نائب بحکمِ داور علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

جب آئے احمدؐ غدیرِ خُم پر تو لایا یہ حکم پیک داور
وصیِ برحق ترا مقرر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

کجاوے رکھکر بنایا منبر کہا نبیؐ نے یہ اس پہ چڑھ کر
کہ بعد میرے تمہارا رہبر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

اگر سمجھتے ہو مجھ کو اولٰے تو مثل میرے تمہارا مولا
یہ میرا بازو مرا برادر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

جب آئے بحث کو نجران کے نصارے نبیؐ کا ناصر کوئی نہ ٹھہرا
جو نکلا سارا گھر نبیؐ لے کر علیؑ علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے

مباہلہ کو چلے پیمبر نواسے بیٹی
احمد کے برادر بجان برابر علیؑ ہے علیؑ علیؑ ہے